حیاتِ کامل شاہؒ

ابدالِ پاکستان سُلطان العارفینؒ سیّد الحسن کامل شاہ کی سوانح حیات

مزار حضرت کامل شاہ رح

مصنف ولی محمد پنجوانی (چشتی صابری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایماء پر تصنیف ہوئی

حیاتِ کاملِ شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ہادئ شریعت وطریقت، عرفانِ معرفت، برہانِ حق فنا وبقا باللہ سید السالکین، سلطان العارفین، عامل شاہ، خادم شاہ، صابر شاہ
کامل شاہ ابدال پاکستان،
سیدنا حضرت سید آلِ حسن رحمۃ اللہ علیہ، حسنی وحسینی،
چشتی صابری، قادری، نقش بندی وسہروردی کی
سوانح حیات پُرانوار بمع فضائلِ تصوف

مصنف

خادم الفقراء:- ولی محمد بن اسحاق پنجوانی (چشتی صابری)

اس مقدس کتاب کی تمام آمدنی حضرت سید آل حسن کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پرانوار پر مسجد کی تعمیر اور پانی و بجلی وغیرہ کے انتظامات کے لئے خرچ کی جانے والی ہے۔

نام کتاب ———— حیاتِ کامل شاہ رح
مصنّف ———— ولی محمد بن اسحاق بنجوانی
ناشر ———— خدام حضرت کامل شاہؒ
طابع ———— " " "
مطبع ———— ملّت پرنٹنگ پریس کراچی
کتابت ———— زیرنگرانی عبدالرشید رستم قلم
اشاعت ———— اوّل — ۱۹۶۷ء / ۱۳۸۷ھ
تعداد ———— ۲۰۰۰ (دوہزار)

ھدیہ (مع جلد)

بہترین ایڈیشن مع جلد
ھدیہ ۴/۵۰

سفید کاغذ ۴-۵۰ روپے
نیوز پرنٹ ۳-۲۵ روپے

آپ کا دیا ہوا ہدیہ صدقۂ جاریہ ہے۔ جو فی سبیل اللہ کارِ خیر میں خرچ کیا جائیگا!

فہرستِ مضامین

حیاتِ کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۶۵	مقامِ رضا	۱۰۵
۶۶	دربارِ رسالت سے کامل شاہؒ کا خطاب	۱۱۰
۶۷	حضرت کامل شاہؒ سید السالکین سلطان العارفین تھے	۱۱۱
۶۸	سالک مجذوب	۱۱۲
۶۹	مجذوب سالک	۱۱۲
۷۰	حضرت کی ولایت "ولایت محمدی" تھی	۱۱۵
۷۱	چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ کے اولیائے عظام کا آپ کو خلافت عطا کرنا	۱۱۷
۷۲	پاکستان قائم ہونے کی پیش گوئی	۱۱۹
۷۳	پاکستان میں حضرت کی مقام ابدالیت پر آمد	۱۲۱
۷۴	سماع میں حضرتؒ کے ساتھ زمین کو وجد آنا	۱۲۷
۷۵	سجّادہ نشین حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ اور آپ حضرت محفل سماع میں	۱۳۰
۷۶	کیفیت حال میں حضرت کے پیروں کا زمین میں دھنس جانا	۱۳۱
۷۷	انتخاب خلفاء و عطائے خلافت	۱۳۲
۷۸	خلافت اصالۃً	۱۳۳
۷۹	خلافت اجازۃً	۱۳۳
۸۰	خلافت اجماعۃً	۱۳۳
۸۱	خلافت وراثۃً	۱۳۴
۸۲	خلافت حکماً	۱۳۴
۸۳	خلافت تکلیفاً	۱۳۴
۸۴	خلافت اویسی	۱۳۵
۸۵	مریدوں کو خلافت عطا کرنا	۱۳۵
۸۶	پہلے مرید کو ایک ہی توجہ میں ولی اللہ بنا دیا	۱۳۷
۸۷	حضرت کامل شاہؒ کا وصال	۱۴۰
۸۸	تجہیز و تکفین اور آخری قیام گاہ کا انتخاب	۱۴۵
۸۹	نماز جنازہ اور جنازے پر ابر کا سایہ	۱۴۶
۹۰	حضرت کامل شاہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے روضہ پرانوار میں بہ نفس نفیس حیات ہیں	۱۴۷
۹۱	تعمیر مزار پُرانوار آپ کے منشا کے مطابق ہوئی	۱۵۱
۹۲	مزار پُرانوار کے پاس مسجد کی تعمیر	۱۵۲
۹۳	بدعقیدہ گستاخ کو عبرتناک سزا	۱۵۲

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۲۳	فوری طور پر درد سے نجات دلانا	۱۷۶
۱۲۴	موت کی پیشین گوئی	۱۷۶
۱۲۵	گمشدہ کاغذات کا خود بخود مل جانا	۱۷۷
۱۲۶	خونی پیچش کا مٹھائی سے علاج	۱۷۷
۱۲۷	فرمائشی بخار اور اس کا فوری علاج	۱۷۸
۱۲۸	علم جعفر کے برے اثرات کو اسی وقت رفع کرنا	۱۷۹
۱۲۹	بھوک اور پیاس کا روحانی علاج	۱۸۰
۱۳۰	حضرت کی روحانی آنکھوں کا کمال	۱۸۱
۱۳۱	حضرت کے زہد و تقویٰ کا کمال	۱۸۲
۱۳۲	رہبر کامل حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ	۱۸۳
۱۳۳	چاند میں اس کے بھید دیکھنے کا عمل	۱۸۵
۱۳۴	موکل ناری کی پٹائی	۱۸۶
۱۳۵	حضرت خلیفہ صاحب کے حالات	۱۸۷
۱۳۶	حضرت کامل شاہؒ کے اہل و عیال	۱۹۰
۱۳۷	حضور علیہ السلام کا حضرت کے سر پر تاج رکھنا	۱۹۱
۱۳۸	شجرہ سلسلۂ طریقت چشتیہ صابریہ	۱۹۸
۱۳۹	حمد و ثناء	۲۰۰

تقریبات عرس شریف صفحہ ۱۹۳ پر ملاحظہ کیجئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

از مصنّف

تمام تعریفیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ہیں جو رحمان و رحیم ہے۔ اس کی ذات اقدس کا کوئی شریک وہمسر نہیں۔ اس کی شان ہمارے وہم وگمان سے برتر بلند واعلیٰ ہے۔ وہی سب کا خالق و مالک ہے۔ کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جس میں اس کی رحمتوں کا نزول نہ ہوتا ہو۔ اور کوئی شے ایسی نہیں جو اس کے فضل وانعام سے محروم ہو۔ وہ اپنے فضل بے نہایت اور کرم بے حد وغایت سے سب کی پرورش کرتا ہے۔ وہ سب کا مالک ہے۔ کوئی اس کا مالک نہیں۔ اس نے سب کو اپنی حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ سے وجود بخشا۔ اور سب کو اشکال واسماء عطا فرمائے۔ اس کی عظمت وشان ومرتبہ ومقام کا احاطہ کرنے سے ہماری عقلیں عاجز ہیں۔ اور اس کی کنہ وحقیقت کے وقوف ودریافت سے ہمارے وہم وگمان قاصر ہیں۔ وہ اپنے انوار میں مستور اور حجاب کمال میں مخفی ہے۔ کہ نگہ فلک پیما اس کے کنگرۂ اجلال کے ظل وسایہ کے کروڑویں حصہ تک بھی نہیں پہنچ سکتی۔ وہ اپنی عظمت وقدرت کی نیرنگیوں میں ملبوس ہے۔ اس کی تنویر بے تصویر کا تصور تک قوت متخیلہ کے دسترس میں نہیں۔ وہ سرِ مکنون ہے کہ فہم ودانش اس کی دریافت میں پا افتادہ ہیں۔ مگر وہ جلوۂ مشہود بھی ہے کہ کارخانۂ قدرت اس کے نمود وظہور پر شاہد اور زمان ومکان اس کے وجود لا محدود پر ناطق ہیں۔ وہ باطن ہے کہ ظاہر اسی باطن کا اظہار اور وہ ظاہر ہے کہ باطن اسی ظاہر کا اخفاء ہے۔ وہ علم وحکمت میں یکتا۔ کمال وقدرت میں بے ہمتا ہے۔ نہ وہ کسی سے متصل ہے، کہ حس وادراک اسے پاسکیں نہ وہ کسی سے منفصل ہے کہ دست طلب اس کے دامنِ رحمت سے مایوس ومحروم رہے۔ نہ کوئی شے اس کے مثل ہے اور نہ وہ کسی کا مثیل۔ وہ ذوالجلال والاکرام خالق ارض وسماء، مالک کائنات حاکم مطلق، صاحب علم وقلم، مقتدرِ اعلیٰ، مسبب الاسباب، نور علیٰ نور، حیّ والقیوم، زندہ وپائندہ، ازل سے ابد تک قائم وبرقرار کہ اس کی حمد وتوصیف میں خامۂ گہر افشاں سرنگوں، اس کی ذات وصفات کے

بیاں میں نطق ہزار داستان ٹھہرے لب کہ اس کی معرفت کے دشتِ بے کنار میں نظر افتادہ، فکر آوارہ، عقل درماندہ اور خیال سرگشتہ حیرت اندر حیرت، عافیت ہے تو اسی میں کہ ان دیکھے بے چوں وچرا سرِ تسلیم خم کر دیا جائے کہ "ہست و ہمہ جا ہست او ہمہ ہست و بے ہمہ ہست"

اس کا جاننا ایک امرِ محال ہے۔ ہاں وہ نفوس قدسیہ جن کے قلوب باصفا پر اس نے اپنی جلوہ آرائی کی۔ ان پر اپنی نشانیاں آتاریں اور ان کو اپنے علم خاص سے اور بصیرت تامہ سے سرفراز فرمایا کہ وہ انبیاء علیہم السلام ہیں جو اس کے علم وحکمت کے امین اور اس کی ہدایت وآگاہی کے ترجمان ہیں بالخصوص خاتم النبیین سرور کائنات سرکار دو عالم محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کہ جن کو رب العالمین نے اپنے نظام ملکوت وجبروت کی سیر کرائی۔ اور اپنے قرب خاص سے نوازا اور اپنی تجلی کو ان پر بے حجاب فرمایا۔ باوصف اس معرفت وآگاہی کے رسولِ اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بارگاہ عالی میں زبان عجز وانکسار سے یہی اعتراف فرماتے ہیں کہ

"اے اللہ میں آپ کی تعریف نہیں کر سکتا جیسی کہ کرنی چاہیے، بس آپ ویسے ہی ہیں جیسا کہ آپ نے اپنی تعریف فرمائی۔"

اب بھلا کس کا یہ یارا کہ اس کی تعریف وتوصیف کا ادعا کرے لائق بندگی اگر کچھ ہے تو بس یہی کہ وحدہٗ لاشریک پر ان دیکھے ایمان لائے کہ وہ موجود ہے، علیم ہے، حکیم ہے، بصیر ہے، خبیر ہے کہ خود فرمودہ خداوندی ہے کہ "ہدایت پر ہیں وہ لوگ جو متقی وپرہیزگار ہیں اور وہ ایمان لائے رب پر اسے دیکھے بغیر۔"

کروڑہا درود وسلام نبئ بلند مرتبت، رسولِ عظیم الشان حبیب کبریا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے اور سچے رسول ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے اپنا حبیب اور محبوب بنایا جو مظہر شانِ خداوندی ہیں۔ باعثِ تخلیق وتکوین ہیں اور وجۂ نمودِ عالمین ہیں۔ کہ فرمودۂ رسول ہے کہ

"اگر اللہ تعالےٰ آپ کو پیدا نہ کرتا تو کسی کو پیدا نہ کرتا"

ہماری ہزاروں جانیں آپ پر قربان کہ آپ ہی ہمارے لئے علم کا سرچشمہ اور ہدایت کا ذریعہ بنے آپ نے بتایا کہ ہمارا رب کون ہے۔ آپ نے سکھایا کہ اس کی طاعت وبندگی کس طرح کی جائے اگر آپ روشن ہدایتوں کے ساتھ ہماری رہنمائی کے لئے تشریف نہ لاتے تو ہم راہ ہدایت سے دور کفر وضلالت کی ظلمتوں میں بھٹکتے رہتے۔ آپ نے ہم کو راہ راست دکھائی صراط مستقیم پر چلایا اور رب کائنات

کی حقیقت و معرفت کی طرف رہنمائی کی۔

ہزاروں درود و سلام آپ پر کہ اللہ اور ملائکہ بھی آپ پر درود و سلام بھیجتے ہیں ــــ ہماری نجات ہے تو اسی میں کہ آپ کی اطاعت کریں کہ آپ کی اطاعت ہی رب کی اطاعت ہے آپ کا حکم مانیں کہ آپ کا حکم ہی فرمانِ الٰہی ہے۔ آپ سے محبت کریں کہ آپ سے محبت ہی رب سے محبت ہے۔ جس نے آپ کا دامن تھام لیا وہ منزلِ مقصود تک جا پہنچا اور جس نے آپ کے دامن کو چھوڑا وہ بادیۂ ضلالت میں گمراہ و سرگرداں رہا۔

ہزاروں درود و سلام ہوں آپ پر آپؐ کی آل اولاد اور اصحاب پر اور ان اصحاب صدق وصفا پر جو راہ وفا میں ثبات قدم دکھا گئے۔

وہ حق آگاہ و حق شناس اولیائے کاملین جنھوں نے ہر جانب سے یکسو ہو کر خود کو اپنے رب کے حوالے کر دیا اور والہانہ اس کی بارگاہ ناز پر سرِ نیاز خم کر دیا اور اللہ تعالےٰ اور اللہ تعالےٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض بے پایاں سے مالا مال ہو گئے۔ ان کے دل اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی محبت سے لبریز ہیں وہ اللہ کے پیارے ہیں اور اللہ ان کو پیارا ہے ان کے چہرے معرفت الٰہی سے روشن و تاباں ہیں اور عرفان الٰہی کی تجلیاں ان کے ہر بُنِ مو سے ظاہر و عیاں ہیں۔

یہی وہ مقیمانِ کوئے یار و مقبولان بارگاہِ الٰہی ہیں جن کو رسالت مآب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت و خلافت کا حق پہنچتا ہے کہ وفا میں فرد طاعت میں طاق، مزاج شناس رسول صلی اللہ علیہ وسلم طالب رضا اور رمز آگاہ ہیں۔ ان کا اغنار، اغنار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہ ان کی لمحہ بھر کی صحبت، ہزاروں برسوں کی عبادت سے افضل و اعلیٰ ہے جیسا کہ مولینا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ؎

یک زماں صحبت با اولیاء

بہتر است صد سالہ طاعت بے ریا

جس نے ان سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی اور جس نے ان سے عداوت رکھی اس نے اللہ تعالےٰ اور اللہ تعالےٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت رکھی۔ جس نے ان سے انحراف کیا وہ راہ راست سے بھٹک گیا۔ انھی نفوس قدسیہ کے لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے " لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ "، انھیں نہ خوف ہے

(اس جہان میں) اور نہ وہ (آخرت میں) رنج دیئے جائیں گے۔ اُن کے لئے بشارت وخوش خبری ہے۔ دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ یہی وارثین انبیاء علیہم السّلام عرفاء وصلحاء کا وہ گروہ ہیں جو حق آگاہ اور حق نما ہیں جن کا سلسلہ روئے زمین پر تا آخر قائم و برقرار رہے گا۔ اور قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی۔ جب تک ان میں سے ایک بھی باقی رہے گا۔

یہ نفوسِ قدسیہ جنھوں نے اپنے معبودِ حقیقی کا ذکر کرتے کرتے اپنی زندگی گزار دی۔ ان کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنی مخلوق سے کراتا ہے اور ان کے دلوں میں اُن کی محبت ڈال دیتا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے۔

"اُذکرونی اُذکرکُم"

انبیاء علیہم السّلام اور اولیاء کرام کی سیرت نگاری و تذکرہ نویسی نہ صرف داخل عبادت ہے بلکہ ایسا خیر جاریہ ہے جس کا اجر لامتناہی اور جس کا افادہ بے حد وحساب ہے چنانچہ سیرت و تذکرہ اور سوانح کے فن میں بے شمار کتابیں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے محفوظ ہیں۔ مبارک ہیں وہ اہل قلم جنھوں نے اپنی قوت تحریر وصلاحیت انشا کو اس کار خیر کے لئے وقف کر دیا۔ اور اپنے پیچھے آثار وروایات کا ایک ایسا ذخیرہ چھوڑ گئے۔ جو رہروانِ راہِ ہدایت کے لئے نشانِ راہ اور تشنگانِ بادیۂ معرفت کے لئے آب حیات کا کام دیتا ہے۔ جب تک اللہ اپنی مخلوق کی رہنمائی کے لئے بندگان حق کو یکے بعد دیگرے بھیجتا رہے گا۔ ان کے آثار و باقیات کا تحفظ کرنے والے صاحبانِ تحریر ونگارش کو بھی یہ توفیق عطا کرتا رہے گا کہ وہ ان کے مبارک احوال وکوائف کو ضبط تحریر میں لاتے رہیں۔ تاکہ یہ سرمایہ سعادت ان کے لئے ذریعۂ نجات اور خلق خدا کے لئے زادِ راہ کا کام دے۔

زیر قلم سوانح سید السالکین، سلطان العارفین۔ سیدنا حضرت سید آل حسن کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک حالات زندگی پر مشتمل ہے۔ جو موجودہ دور کے ایک ایسے ولی کامل گزرے ہیں جنھوں نے نماز میں اپنا سر سجدے میں جھکایا تو خود زمین اوپر آکر چہرۂ انور سے لگ گئی اور جب اذان پکاری تو ان کی پراسرار آواز سن کر ملائکہ عالم ملکوت میں جھوم اُٹھے اور جنھیں عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں وجد آیا تو زمین بھی ان کا یہ عشق دیکھ کر وجد میں آگئی۔ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ وارثین انبیاء کرام کے سلسلۃ الذہب (سنہری زنجیر) کی ایک کڑی ہیں اور رہنمایانِ طریق معرفت کے

اسلاف و اخلاف کے درمیان واسطہ و رابطہ ہیں۔ اور اس دور میں اولیاء کاملین کی جماعت کے پیشوا گزرے ہیں۔

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو وصال فرمائے ابھی صرف چار سال ہی گزرے ہیں آپ ولایت کے اس مقامِ آفرین پر فائز تھے جس کے بعد مقامِ نبوت کی ابتدا ہوتی ہے۔ حضرت نے اس مادہ پرستانہ دور میں اتباع شریعت کا قابل تقلید نمونہ چھوڑا ہے۔ معرفت رب کے لئے آپ کی بے مثال سخاوت اور ریاضت و مشقت۔ دنیا اور ترغیبات دنیا سے بے رغبتی۔ اللہ تعالےٰ اور اللہ تعالےٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی محبت، خلق خدا کی خدمت، اللہ کے دین کے لئے محنت اس زمانہ میں شاذ و نادر مثال ہے۔ آپ اپنے متبعین کو یہ درس دے گئے کہ اس دورِ فتن میں ایمان کی سلامتی صرف اتباعِ شریعت اور پیروی اسوۂ حسنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں ہے۔ اگر ہمارے ہاتھ میں دامنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم آجائے تو پھر کوئی بھی طاقت اور کوئی بھی لالچ راہ راست سے نہیں ہٹا سکتی اور طالبان قرب الٰہی کے لئے اتباع شریعت ہی معرفت رب کا واحد راستہ ہے۔ اتباع رسول ہی آپ کی تعلیم تھی کہ پیروی شریعت ہی اسلام اور ایمان کی بنیاد ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیا کی امتوں کے عروج و زوال کی سرگزشت یہی بتاتی ہے کہ جس ملت نے اپنے نبی کی شریعت کو پس پشت ڈال دیا وہ گمراہ ہوگئی۔ اور اللہ کے فضل و انعام سے محروم ہوگئی۔

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے اتباع میں گزری اور آپ کی تعلیم و تلقین کا محور و مرکز بھی اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی رہا۔ اس لئے آپ کے حالاتِ زندگی اور آپ کے اقوال و ارشادات کو خلق خدا تک پہنچانا خود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا اور اس کام کو کرنے کا مجھے شرف بخشا۔ یہ صدقہ ہے سیدی و محبوبی سیدنا حضرت آل حسن کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا جو ہمیں ہمارے پیر و مرشد سیدنا و مرشدنا حضرت سید محمد جلال الدین قبلہ (جو حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خاص ہیں) سے نصیب ہوا۔ میرے پیر و مرشد نے مجھے ۱۹۵۸ء میں حضرت کی خدمت میں حاضر کیا۔ دراصل مریدوں کی تقدیریں پیر و مرشد سے ہی بدلا کرتی ہیں۔

پاک ہے وہ ذات جو وحدہٗ لاشریک ہے اور جو ہمارا مالک ہے۔ اسی کے فضل وکرم سے ہم نے حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور چار پانچ برس تک آپ کی صحبتِ اقدس سے فیضیاب ہوتا رہا۔ اس وقت ہماری عمر بائیس سال کے قریب تھی جو تقریباً ساری کی ساری دُنیوی امور اور غفلت میں ہی گزری تھی۔ مگر حضرت کی باکمال ولایت اور روحانیت نے اس قدر نوازا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہمیں اپنے ساتھ باندھ لیا۔ اور یہ پوری سوانح حیات حضرت کے فیض اقدس کی روشنی میں ہی تیار کی گئی ہے۔ جو ہمیں اپنے پیرومرشد کے صدقہ سے نصیب ہوا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے عشق نے ہماری دنیا ہی بدل دی اور آپ وصال کے بعد بھی ہمارے لئے ایسے ہیں جیسا کہ ابوالقاسم خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ بعد وصال فرمانے کے تھے۔

ابتدائی ناکام کوشش

قبلہ محترم حضرت خلیفہ صاحب اور ہم سب کی یہ خواہش تھی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ مبارک اور آپ کی مقدس تعلیمات کو سوانح حیات کی صورت میں محفوظ کر دیا جائے۔ اس نیک فریضہ کو جلد از جلد انجام دینے کی ضرورت اس لئے بھی زیادہ محسوس کی گئی کہ آپ کے حالات وارشادات کے اخذ و جمع کرنے کی ایک ہی صورت تھی کہ حضرت کے مریدانِ خاص سے جن میں سے بعض حضرات کو عرصہ دراز تک حضرت کی رفاقت و ہم نشینی کا شرف حاصل رہا تھا آپ کے حالات کو جستہ جستہ معلوم کر کے جمع کیا جائے اور ان کی ترتیب وتدوین کی جائے۔ ان حضرات کرام میں بعض واقفِ حالات بڑی عمر کو پہنچ چکے تھے اور اندیشہ تھا کہ کہیں وہ یہ پاکیزہ امانت اپنے سینوں ہی میں لئے ہوئے داغِ مفارقت نہ دے جائیں۔ اس خیال سے حضرت کے سوانح حیات کو مرتب کرنے کا پختہ عزم کر لیا گیا۔ ایک صاحب نے اس عظیم الشان کام کا بیڑہ اٹھایا سب کو توقع تھی کہ وہ اس کام کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شایان شان انجام دیدیں گے۔ مگر یہ توقع بدقسمتی سے پوری نہیں ہوئی۔ ان صاحب نے ایک کتاب "روحانیت کا بادشاہ" کے زیرعنوان تحریر فرمائی جو صرف چند واقعات پر مشتمل تھی جس کو کسی صورت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات کا نام نہیں دیا جا سکتا تھا۔ اس میں اکثر واقعات غلط سلط

تھے اور اس میں ناجائز تصویریں بھی تھیں ۔ یہ حضرت کے حالات و کمالات سے کوئی نسبت نہیں رکھتی تھی ۔ اسے شائع کرنا حضرت رحمۃ اللہ کی شان میں ایک طرح کی جسارت معلوم ہو رہی تھی ۔ جناب حافظ محمد بشیر حسن صاحب جو حضرت کے فرزند و نورِ نظر ہیں ان کو بھی یہ کتاب دیکھ کر بہت رنج و افسوس ہوا یہی حال حضرت کے اور جاں نثاروں کا بھی تھا ۔

بہرحال یہ مختصر سانحہ گزشتہ عرس شریف میں جو ماہ شوال کی ۲۲ تاریخ کو ہوا تھا حاضرین میں تقسیم کیا گیا ۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایماء پر سوانح حیات کی ترتیب و تصنیف

عرس مذکور کے چند دن بعد شب جمعہ کو بعد نماز عشاء حضرت کا یہ ادنیٰ خادم قبلہ محترم حضرت خلیفہ صاحب کے ہمراہ آپ کے روضۂ اقدس پر حاضر ہوا ۔ اس موقع پر جب اس ناچیز نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف پوری یکسوئی سے توجہ کی تو اس ربط روحانی کے دوران آپ نے ارشاد فرمایا

"حضور علیہ السلام کی خواہش ہے کہ تم ہماری سوانح حیات لکھو "

آپ کے اس فرمان کو سُن کر میں حیران رہ گیا ۔ میں اپنی بساطِ علم سے خوب واقف تھا اور اس کارِ عظیم کے لئے اپنی کم مائیگی اور عدم صلاحیت پر شرمسار بھی ۔ مگر حضور علیہ السلام کے فرمان واجب الاحترام سے روگردانی کرنے کی ہمت بھی نہ تھی ۔ میں اسی گومگو کی حالت میں تھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ۔

"اپنے سلسلہ (چشتیہ صابریہ) میں ایسا ہی ہوتا آیا ہے کہ اپنے بزرگوں کے حالات ان کے خادم لکھتے آئے ہیں ۔ حضرت خواجہ صاحب کے حالات حضرت قطب صاحب نے لکھے "

بعد ازاں میری ہمت بڑھانے اور حوصلہ افزائی فرمانے کے لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

" تمہارا کام اس کو شروع کرنا ہے اسے تکمیل پر پہنچانے والا تو اللہ تعالےٰ ہے "

اس ترغیب و حوصلہ افزائی سے اس کمترین نے اس کام کو حسب استطاعت سرانجام دینے کا عہد

کیا اور حضرت سے اس سلسلہ میں پوری پوری مدد کا وعدہ لے کر رخصت ہوا۔

راستے میں جب میں نے قبلۂ محترم حضرت خلیفہ صاحب سے اس واردات قلبی اور القائے رُوحانی کا ذکر کیا تو آپ نے سُن کر بڑی خوشی و مسرت کا اظہار کیا کیونکہ آپ کی بھی یہی خواہش تھی۔

ترتیب و تدوین کی مشکلات

اس واقعہ کے بعد اس عاجز نے اس کارِ عظیم کی طرف پوری توجہ کی اور آپ کے جاں نثاروں سے مل کر تمام واقعات تحریر کئے۔ واقعات کی جمع و دریافت کا کام کچھ کم دشوار نہ تھا کیونکہ آپ کے نام لیوا معتقد و مرید کراچی میں مختلف مقامات پر سکونت پذیر ہیں۔ چنانچہ مجھے لانڈھی، ملیر اور کراچی کے کئی ایک محلوں میں بار بار جانا پڑا اور ایک ایک واقعہ اور روایت کی تحقیق و تفتیش کرنی پڑی بہرحال خدائے پاک کی مدد اور توفیق شاملِ حال تھی کہ یہ مرحلہ بھی طے ہو گیا جب متفرق واقعات اور حالات جمع ہو گئے تو ان کے انتخاب و امتیاز اور ان کی ترتیب و تدوین کا مرحلہ پیش آیا چنانچہ ان تمام مندرجات کو علیحدہ علیحدہ ابواب میں تقسیم کر کے تصدیق و توثیق کے لئے یہ سارا ذخیرہ تحریر حضرت خلیفہ صاحب اور شہزادے میاں کی خدمت میں پیش کر دیا کہ ؎

"تو دانی حساب کم و بیش را"

ان دو حضرات والاصفات کی مدد سے اُن تمام واقعات کی ازاوّل تا آخر جانچ پڑتال کی گئی۔ جن واقعات میں کچھ شکوک و شبہات کا احتمال ہوا ان کو چھوڑ دیا گیا اور صرف وہی واقعات لئے گئے جن کی مکمل تصدیق ہو گئی[1] دورانِ تحریر و ترتیب یہ کیفیت رہی کہ جب بعض حقائق کو ضبطِ تحریر میں لاتے ہوئے کوئی کوتاہی رہ گئی اور عجزِ زبان کے سبب ان کو صحیح طور پر بیان نہیں کیا جا سکا تو دل میں ایک طرح کا اضطراب بلکہ دہشت سی پیدا ہو جاتی اور بر وقت اپنی غلطی کا احساس ہونے لگتا۔ یہ انتباہ دراصل حضرت رحمتہ اللہ علیہ ہی کی جانب سے ہوتا تھا اور یہ آپ کا ایفائے عہد تھا کیونکہ آپ سے ہم نے پہلے ہی مدد و توفیق کا وعدہ لے لیا تھا۔ یہ امر بھی بذاتِ خود حضرت کے کمالِ روحانی کی بہت بڑی شہادت ہے یہ آپ کا تصرف و کمال ہی تھا۔ دیکھنے میں تو قلم ہمارے ہاتھ میں تھا مگر اس کی گردش و حرکت حضرت رحمتہ اللہ علیہ ہی کے منشا کے زیرِ اثر تھی۔ اس کے علاوہ ایک

---

[1] بعض مقامات پر ہم نے درمیان اعتکاف کے ظاہر ہونے والے مشاہدات کا ذکر اپنا نام دیئے بغیر درج کئے ہیں جو بالکل صحیح ہیں۔

کیفیت یہ بھی رہی کہ بعض مقامات پر اصول طریقت اور مسائل معرفت کی صحیح تشریح وتعبیر سے جب میں نے خود کو عاجز پایا تو آپ کی جانب توجہ مرکوز کردی اور یہ آپ کا فضل وکرم تھا کہ آپ نے اس کی صحیح تشریح وتعبیر قلب پر القا فرمادی۔ اس طرح کی اور بھی مشکلات درپیش ہوتی رہیں مگر بہ فضل الٰہی وہ اسی طرح آسان وسہل ہوتی چلی گئیں۔ بعض مواقع پر تو خود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اس فریضہ کی ادائیگی میں اعانت فرمائی اور دشوار مرحلے آپؐ کے کرم واحسان سے بہ حسن وخوبی طے ہوگئے۔ اس کتاب کی صحت ونظر ثانی کا کام محمود فاروقی صاحب نے انجام دیا۔

گجراتی زبان کا نسخہ

پیش نظر سوانح حیات کو ہم نے اسی نام سے گجراتی زبان میں مرتب کرلیا ہے تاکہ وہ حضرات جو صرف گجراتی زبان جانتے ہیں حضرت کے سرچشمۂ فیض سے محروم نہ رہ سکیں

سوانح حیات کی اہمیت وافادہ

ایک وضاحت یہ بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ حضرت کی ساری زندگی معرفت وطریقت کے گوناگوں واقعات سے پُر ہے اس لئے ان واقعات کو اسی ترتیب سے تحریر کیا گیا جس ترتیب سے وہ عملاً پیش آئے تھے اور خوفِ طوالت کے سبب نہایت اختصار سے کام لیا گیا مگر ایسے واقعات جن کے سمجھنے میں ناظرین کو دشواری پیش آنے کا اندیشہ تھا قدرے تفصیل سے بیان کئے گئے تاکہ ہر خاص و عام ان کو بہ آسانی جان لے اور ان سے استفادہ دشوار نہ ہو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے یہ کامل توقع ہے کہ ان حضرات کے لئے جو راہ سلوک سے تعلق رکھتے ہیں انشاء اللہ یہ کتاب معرفت وطریقت کے منازل طے کرنے میں رہبر کامل ثابت ہوگی ہم نے ان حضرات کا خیال رکھتے ہوئے طریقت کے مسئلوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور مقامات طریقت کا تفصیل سے ذکر کیا ہے اور یہ سوانح حیات خاص طور سے حضرت کے مریدوں اور عقیدت مندوں کے لئے تعلیم اور تربیت کا ایک موثر ذریعہ بن جائے گی نہ صرف یہ بلکہ وہ اس کے مطالعے سے یہ محسوس کریں گے جیسے وہ اپنے پیر ومرشد کی معیت میں ہیں اور اس سے استفادہ کرکے وہ حضرت کا زیادہ سے زیادہ قرب حاصل

نذرانۂ عقیدت

آخر میں حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ادنیٰ خادم اپنی اس تصنیف کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام گرامی سے منسوب کرنے کی جرأت کرتا ہے کہ آپ ہی کے ایما اور آپ ہی کی توجہ سے اس کی تکمیل ہو سکی بعد ازیں اپنے اس سرمایۂ عقیدت کو پیرومرشد حضرت خلیفہ صاحب کی خدمت اقدس میں پیش کرتا ہوں کہ آپ اسے حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ مبارک پر پیش فرمائیں اور حضرت والا اس خدمت کو قبول فرماتے ہوئے اس ہدیۂ پرخلوص یعنی اپنی سوانح حیات "حیاتِ کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ" کو رسالت مآب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں نذر گذرانیں ع

"گر قبول اُفتد زہے عز و شرف"

حرفِ آخر

اختتامِ تحریر پر بارگاہ رب العزت میں بصد عجز و انکسار دست بدعا ہوں کہ وہ اپنے فضل وکرم سے اپنے حبیبؐ کے وسیلے سے مجھ حقیر پُرتقصیر کی یہ ادنیٰ خدمت قبول فرمالے اور اس کے صلہ میں میری اور تمام مومنین و مخلصین کی مغفرت وبخشش فرمائے اور اپنی رضا اور اپنے دیدار سے فیضیاب کردے کہ تُو ہی خطاپوش، کارساز و نکتہ نواز ہے۔

حق شناسی کا تقاضا ہے کہ میں ان تمام حضرات کا تہِ دل سے شکریہ ادا کروں جنہوں نے اس تصنیف کے سلسلے میں مختلف مراحل میں مختلف حیثیتوں سے حصہ لیا اور میری مدد کی۔ امید واثق ہے کہ یہ سرمایہ سعادت تا ابد یادگار رہے گا۔ آمین وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ

خاکسار: ولی محمد بن اسحٰق پنجوانی

مورخہ ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ

مطابق ۴ جنوری ۱۹۶۷ء

بھاٹیا بلڈنگ مچھی میانی روڈ کھارادر کراچی ۲

دیباچہ

از سید محمد جلال الدین خلیفہ حضرت کامل شاہ رح

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

سیدی مرشدی سلطان العارفین سیدنا حضرت سید آلِ حسن کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ زمانہ حاضر کے اولیاء اللہ کے سردار گزرے ہیں اور مقامِ ابدالیت پر فائز تھے۔ حضرت نے یہ مقام بلند درحقیقت اتباع شریعت کے ذریعہ ہی حاصل فرمایا تھا۔ اور آپ اتباعِ شریعت کی اپنے قول وعمل سے ایک روشن مثال چھوڑ گئے اور اپنے متبعین کو یہ درس دے گئے کہ ہر حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو نہیں چھوڑنا چاہیے۔ حضرت کی یہ تعلیم کتاب وسنت کے عین مطابق تھی۔

ہماری یہ خواہش تھی کہ حضرت کے ارشادات وافادات اور آپ کی زندگی کے احوال وکوائف اور عبادات وریاضات مرتب کرکے سوانح حیات کی صورت میں شائع کئے جائیں۔ اس کارِ عظیم کے لئے جو ابتدائی کوشش کی گئی تھی وہ مفید وموثر ثابت نہیں ہوئی۔ دراصل اولیاء اللہ کی مقدس زندگی کا تذکرہ وہی شخص صحیح معنوں میں مرتب کرسکتا ہے جو ان کی جماعت سے تعلق ونسبت رکھتا ہو اور ان سے مخلصانہ عقیدت ومحبت بھی رکھتا ہو۔ یہ کام ہر ایک کے بس کا نہیں۔

ہماری دلی خواہش یہ تھی کہ میرے مخلص مرید ولی محمد صاحب جو اسم بامسمیٰ ہیں اور سیدی ومحبوبی پیرومرشد سے بھی عشق رکھتے ہیں اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی ان پر مہربان ہیں۔ اس کام کو سرانجام دیں۔ اسی لئے ان تمام فیوضات وبرکات کے نتیجے میں جناب ولی محمد صاحب نے اس کام کو بحسن وخوبی انجام دے دیا اور حضرت کی سوانح حیات کے سلسلے میں ہماری مراد بر آئی۔

انشاء اللہ یہ کتاب طالبین حق کے لئے حضرت کے متبعین و مریدین کے لئے اور عام برادرانِ اسلام کے لئے باعث ہدایت ہوگی۔ اور اس کے پڑھنے والے پیر و مرشد کے اقوال و احوال سے پوری طرح فیض یاب ہوں گے۔

یہ پوری سوانح حیات ہمارے سامنے تحریر و ترتیب دی گئی ہے اور پوری تحقیق سے کام لیا گیا ہے۔ اس میں جو حالات درج ہیں وہ بالکل صحیح ہیں۔

مصنف سوانح حیات ہذا ولی محمد صاحب نے بلاشبہ بڑی محنت وجد وجہد سے کام کیا ہے اور اس کی تحریر و ترتیب سے لیکر طباعت و اشاعت تک شب و روز اس کار خیر میں منہمک رہے

خداوند کریم سے میری دعا ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور انھیں اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ اور یہ کتاب ہر خاص و عام کے پسند خاطر ہو۔ آمین

میں ان سب حضرات کے لئے جنھوں نے اس کار خیر میں اپنی ذات سے اور اپنے مال سے حصہ لیا اور اس کی تکمیل و اشاعت میں مدد فرمائی دعائے خیر کرتا ہوں۔ آمین

سید محمد جلال الدین عفی عنہ
خلیفہ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ
حال امام و خطیب ادکھائی میمن مسجد کھارادر کراچی

مورخہ ۲۲ رمضان المبارک کراچی

اس کتاب کی آمدنی وقف ہے۔ درج ذیل اصحاب نے اس میں نمایاں تعاون، فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

صالح محمد و عثمان، طاہر محمد صاحب، داؤد سیٹھ، طاہر محمد و علی محمد، محمد یونس و رحمت اللہ داؤد مراد صاحب اور عبدالستار صاحب۔ محترم انقلاب ماتری صاحب نے اس کتاب کو زیور طبع سے آراستہ فرماکر ہمیں نہایت ممنون فرمایا ہے۔ جس کا اجر خدا دیگا۔

علاوہ ازیں دیگر مخیر حضرات کا بھی شکریہ کہ انہوں نے حصہ لیکر ثواب حاصل کیا

"مصنف"

دیباچہ ثانی

از شہزادے میاں

الحمد للہ وکفیٰ و سلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

قبلۂ محترم سلطان العارفین الحاج سید آلِ حسن کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو وصال فرمائے صرف پانچ برس گزرے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو جو مقامِ بلند عطا فرمایا تھا اپنے قرب سے نوازا تھا اس کو ضبطِ تحریر میں لانا ممکن نہیں۔

آپ اگرچہ بظاہر ہم سے جدا ہیں اور ہماری آنکھیں آپ کے دیدار سے محروم ہیں مگر درحقیقت ہر آن و ہر لمحہ ہمارے ساتھ ہیں۔ کیونکہ باری تعالیٰ نے آپ کو حیاتِ ابدی سے نوازا ہے۔ آپ کی تعلیم صراطِ مستقیم کی تعلیم ہے۔ اور اس زمانے میں سلامتی و عافیت کا ذریعہ۔ آپ نے ساری زندگی اتباع شریعت میں بسر کی اور یہ مثال قائم کر گئے کہ جس نے بھی خلوص و محبت سے دامن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تھام لیا اس کا مقام غوثیت، ابدالیت اور قطبیت پر پہنچنا کوئی مشکل نہیں۔ میرے والد اکثر فرماتے تھے کہ "ہم نے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن تھام لیا اور ان کے صدقے میں اللہ تعالےٰ نے یہ اعلےٰ مراتب ہم کو عطا فرمائے۔"

حضرت کی ان تھک عبادات و ریاضات یادِ خدا میں بھوک پیاس آرام و خواب کی قربانی راہِ خدا میں انفاق و صدقات طالبانِ حق کے مسلک کی یاد دلاتے تھے۔ جن کو انشاء اللہ اس کتاب کے ذریعے دنیا تا قیامت یاد رکھے گی۔

میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے احسان کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے اپنے ایک نہایت پیارے اور محبوب بندے کی اولاد ہونے کا شرف عطا فرمایا اور مجھے ان کے مقدس سایۂ عاطفت میں پرورش

پانے کا موقع ملا۔ اور میں بخوبی جان گیا کہ فقیرِ کامل کیسا ہوتا ہے؟۔

سیدی و آبی قبلہ، محترم جو منتہیٔ طریقت تھے اور جن کی تعلیم راہِ نجات کی تعلیم تھی، کے حالات زندگی کی اشاعت نہایت ضروری تھی کہ عوام الناس اس کے دینی فوائد سے محروم رہنے نہ پایئں اسی لئے بڑی فکر تھی کہ حضرت کی سوانح حیات جلد از جلد شائع ہو جائے۔ پہلے ایک صاحب نے ایک ناقص کتاب شائع کی جو چند مختصر واقعات پر مشتمل تھی۔ پھر اس میں انھوں نے کئی ایک تصویریں بھی شامل کر دی تھیں جن میں ایک خود ان کی اور ان کے بیوی بچوں کی بھی تصویر تھی۔ نیز اس میں درج شدہ واقعات بھی غلط و بے تحقیق تھے۔ اس کتاب کو دیکھ کر بڑا صدمہ ہوا مگر اللہ تعالےٰ بڑا مہربان و رحیم ہے اس نے جلدی اس کا نعم البدل عطا فرمایا۔ اور ہمارے دوست جناب ولی محمد صاحب کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ وہ اِس کارِ عظیم کو سر انجام دیں۔ کہ ان کو میرے والد بزرگوار سے بڑا تعلق بلکہ عشق ہے۔ دراصل یہ انہی کی کرم نوازی ہے۔

یہ کام آسان نہ تھا اور ایسے ہی طالب حق کے بس کا تھا جو اولیار اللہ سے محبت رکھتا ہو اور ان کی مصاحبت بھی رکھتا ہو۔ چنانچہ ولی محمد صاحب نے میرے والد بزرگوار کے حالاتِ زندگی کو بڑی محنت و عقیدت سے مرتب کیا اور اس کام میں بڑی مشقت برداشت کی۔ اللہ تعالےٰ نے ان کی محنت ٹھکانے لگائی اور یہ کتاب ہر اعتبار سے صحت و صداقت کے ساتھ مرتب و مکمل ہو گئی۔ اللہ تعالےٰ ان کو اس خدمت کا صلہ عظیم عطا فرمائے۔ آمین

مجھے قوی امید ہے کہ یہ سوانح حیات جو بڑی محنت کے بعد اشاعت پذیر ہوئی ہے۔ میرے والد محترم کے معتقدین کے لئے اور عامۃ الناس کے لئے مفید ثابت ہو گی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس سوانح حیات "حیاتِ کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ" کو قبول عام عطا فرمائے اور یہ تا ابد حضرت مرحوم کی یادگار رہے اور اس کا افادہ سب تک پہنچے۔ آمین

خاکسار

سید شبیر حسن بن سید آل حسن کامل شاہ رح

مورخہ ۲۲ رمضان المبارک۔ کراچی

نسب نامہ پدری سیّدنا حضرت سیّد آلِ حسن کامل شاہؒ (حسنی و حسینیؓ)

۱ امیرالمومنین سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲ سیدنا حضرت امام حسن " " "
۳ سیدنا حضرت سید حسن مثنیٰ رحمۃ اللہ علیہ
۴ " " " عبداللہ محض " " "
۵ " " " موسیٰ الجون " " "
۶ " " " عبداللہ ثانی " " "
۷ " " " موسیٰ ثانی " " "
۸ " " " میرداد " " "
۹ " " " سمیع " " "
۱۰ " " " ابواحمد (ابدال) چشتی رحمۃ اللہ علیہ
۱۱ " " " ابومحمد (ابدال) چشتی " " "
۱۲ " " ناصرالدین ابویوسف " " " "
۱۳ " " سید قطب الدین مودود " " " "
۱۴ " " " حسام الدین " " " "
۱۵ " " " اصلح الدین " " " "
۱۶ " " " عبدالباقر " " " "
۱۷ " " " عبدالعزیز " " " "

نسب نامہ پدری حضرت داتا گنج بخشؒ

حضرت زیدؒ
حضرت سید حسن اصغرؒ
حضرت سید ابوالحسن علیؒ
حضرت سید عبدالرحمٰنؒ
حضرت سید علیؒ
حضرت سید عثمانؒ
حضرت سید علی
حضرت علی بن عثمان داتا گنج بخشؒ

نسب نامہ پدری حضرت غوث الاعظمؒ اور مادری حضرت صابر شاہؒ
اور سیدنا حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ

سیّد داؤد امیرؒ
سیّد محمد رومیؒ
سیّد محمد یحییٰ زاہدؒ
سیّد عبداللہ جیلیؒ
سیّد ابوصالح موسیٰؒ
جنگی دوستؒ
سید عبدالقادر جیلانیؒ
سیّد عبدالوہابؒ

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کا مادری نسب نامہ

سیّد داؤدؒ
حضرت امّ الورع بی بی ماہ نورؒ
سیّدنا حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ

۱۸ ،، ،، ،، زین الدین ،، ،، ،، ،،
۱۹ ،، ،، ،، محمد شفیع ،، ،، ،، ،،
۲۰ ،، ،، ،، محمد صدیق ،، ،، ،، ،،
۲۱ ،، ،، ،، محمد حاجی ،، ،، ،، ،،
۲۲ ،، ،، ،، علی احمد ،، ،، ،، ،،
۲۳ ،، ،، ،، عطاء اللہ ،، ،، ،، ،،
۲۴ ،، ،، ،، عبدالسلام ،، ،، ،، ،،
۲۵ ،، ،، ،، محمد حق ،، ،، ،، ،،
۲۶ ،، ،، ،، بدرالاسلام ،، ،، ،، ،،
۲۷ ،، ،، ،، محمد منصور ،، ،، ،، ،،
۲۸ ،، ،، ،، محمد یوسف ،، ،، ،، ،،
۲۹ ،، ،، ،، محمد وارث ،، ،، ،، ،،
۳۰ ،، ،، ،، رزق اللہ ،، ،، ،، ،،
۳۱ ،، ،، ،، عظمت اللہ ،، ،، ،، ،، (ان کے بعد چند اجداد کے نام نہیں مل سکے)
۳۲ ،، ،، ،، محمد صالح ،، ،، ،، ،،
۳۳ ،، ،، ،، محمد حفیظ ،، ،، ،، ،،
۳۴ ،، ،، ،، محمد ناصرالدین ،، ،، ،، ،،
۳۵ ،، ،، ،، محمد کوثر ،، ،، ،، ،،
۳۶ ،، ،، ،، محمد سید ،، ،، ،، ،،
۳۷ ،، ،، ،، محمد نجف علی ،، ،، ،، ،،
۳۸ ،، ،، ،، نجم الدین ،، ،، ،، ،،
۳۹ ،، ،، ،، رضا حسین ،، ،، ،، ،،
۴۰ سید السالکین سلطان العارفین سید آلِ حسن کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ

نسب نامہ مادری حضرت صابر شاہ ژکیلری)

سید سیف الدین رح
سید عبدالسلام رح
سید شاہ عبدالرحیم رح
سید عبداللہ رح
سیدنا حضرت علاؤالدین علی احمد صابری کلیری رح

اسکے اخذ کرنے والے کا صد شکریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خاندانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے جبکہ سوائے واحد ذاتِ اقدس کے اور کوئی بھی شے وجود میں نہ آئی تھی اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ اسی بے مثال نور کا کمال تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء علیہم السلام مخلوقِ خدا کو شرک و کفر کی تاریکیوں سے نکال کر راہِ ہدایت پر لاتے رہے۔ کبھی تو یہ نور حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانیٔ مبارک میں جلوہ گر ہوا اور کبھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ظاہر ہوا۔

جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود مبعوث ہوئے تو آپ نے صرف ۶۳ برس کی عمر میں یہ جہان جو شرک و کفر کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا نورِ اسلام سے جگمگا دیا۔ مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک کلمہ توحید لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی صدائیں بلند ہوئیں۔ جب آقائے نامدار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کام کو پورا کر کے اس جہان سے پردہ فرما گئے اور اُمتِ مسلمہ کے لئے اللہ کی کتاب اپنی سنت اور اہلِ بیتِ پاک کو ہدایت کے ساتھ چھوڑ گئے تب اللہ تعالےٰ نے آپ کی اُمتِ مسلمہ کو قیامت تک صراطِ مستقیم پر چلانے کے لئے آپ کی اُمت میں سے ایک مقدس جماعت منتخب فرمائی جو صحیح معنوں میں کتاب و سُنّت پر عمل کرنے والی تھی۔ اس مقدس جماعت میں جو وارثین انبیاء علیہم السلام ہیں ان کی ابتدا خاندان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی جن کے سینوں میں اُسی مقدس ہستی کے نور کی شمعیں روشن تھیں۔ رُوئے زمین پر جہاں کہیں بھی مخلوق خدا شرک و کفر کی تاریکیوں میں گمراہ ہوئی وہاں یہ مجاہدین اسلام جا پہنچے اور انبیاء بنی اسرائیل کی طرح اپنی کرامات سے دین اسلام کی صداقت ثابت کر کے انھیں ظلمت کے اندھیروں سے نکال لیا۔ اور دین اسلام کی دولت سے مالا مال کر دیا۔

تاریخ شاہد ہے کہ اس خاندان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان پر نور شمعوں اور دینِ اسلام کے

مجاہدوں نے دین کی تاریخ میں ایک ایسے روشن باب کا اضافہ کیا ہے جسے دنیا تاقیامت یاد رکھے گی۔

جب ہندوستان پر شرک و کفر کی تاریکیاں چھانے لگیں اور مخلوقِ خدا اپنے معبودِ حقیقی کو چھوڑ کر اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں کی پرستش کرنے لگی تو اسی خاندانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مجاہدِ اعظم خواجۂ خواجگاں سیدنا حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور ایک مختصر عرصے میں ہندوستان کی تاریخ کو بدل دیا۔ ایک کروڑ سے بھی زیادہ مشرکین آپ کی باکمال کرامات اور دین اسلام کی صداقت کو دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ جن میں سے کئی ولیٔ کامل بن گئے۔ ایسا ہی انڈونیشیا اور کشمیر میں ہوا۔

ان مجاہدین اسلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو راہِ ہدایت پر لانے کے لئے علم و معرفت سے اس قدر نوازا کہ جس کسی نے اُن کی صحبت اختیار کی وہ بھی ولیٔ کامل بن گیا۔ بعض تو ان میں مقامِ غوثیت و قطبیت پر فائز ہو گئے۔ جیسا کہ سلطان العارفین سیدنا حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبتِ اقدس سے اور سیدنا حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا حضرت سید علی بن موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت سے۔ سبحان اللہ۔

سید السالکین سلطان العارفین سیدنا و مولانا حضرت سید آلِ حسن کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ اسی مقدس خاندان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے موجودہ زمانے کے ایک بہت بڑے مجاہد اسلام اور ولیٔ کامل گزرے ہیں جن کا سینۂ اقدس اسی بے مثال نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور تھا۔ آپ کی بے مثال صداقت، اتباعِ شریعت، زہد و تقویٰ اور بے مثال کرامات کو یہ دنیا قیامت تک یاد رکھے گی۔

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ والد بزرگ کی طرف سے حسنی سید تھے اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حسینی سید تھے۔ چنانچہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ سیدنا خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ، سیدنا حضرت علی احمد صابر شاہ کلیری رحمۃ اللہ علیہ اور سیدنا حضرت علی بن عثمان داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اولیاء کاملین کے نسبی سلسلے آپ کے سلسلہ سے ملتے ہیں۔ ملاحظہ ہو نسب نامہ

آپ کے بزرگانِ خاندان کے مختصر حالات

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد میں سے چند ایسے ولی کامل گزرے ہیں جو آپ کے سلسلہ طریقت چشتیہ صابریہ کے بہت بڑے بزرگ تھے۔ ان تمام بابرکت بزرگوں کا ذکر یہاں ممکن نہیں ہے اس لئے

ہم اختصار کے ساتھ چند بزرگوں کا جو بلند پایہ اور معروف اولیاء اللہ گزرے ہیں ذکر کرتے ہیں۔ ان حضرات میں سلسلۂ چشتیہ کے ایک بہت بڑے بزرگ حضرت خواجہ ابو احمد چشتیؒ ہیں۔ آپ چشت کے رہنے والے تھے۔ آپ کی ولادت ۳ جمادی الآخر کو خلیفہ معتصم باللہؒ کے دورِ خلافت میں ہوئی تھی۔ آپ نے اپنی ساری زندگی اسلام کی تبلیغ اور خدمتِ دین کے لئے وقف کر دی تھی۔ اولیاء کاملین میں سے تھے۔ اور مقامِ ابدالیت پر فائز تھے۔ آپ کو حضرت خواجہ ابو اسحاقؒ نے اپنا جانشین بنا کر سلسلۂ چشتیہ کی خلافت عطا فرمائی۔

"سیرۃ العارفین" میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ کا گزر ایک ایسے جنگل میں ہوا جہاں کافر ہی کافر رہتے تھے۔ جو لات وعزیٰ بتوں کی پرستش کرتے تھے اور اہل اسلام کے شدید دشمن تھے جو بھی مسلمان اس جنگل میں نکل جاتا اسے پکڑ کر آگ میں جھونک دیتے تھے اور کہتے تھے کہ مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ وہ کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ پڑھتے ہیں اس لئے ان کو جہنم کی آگ نہیں جلائے گی اور اگر ان کا یہ کہنا سچ ہے تو ہم ان کو اس دُنیا کی آگ میں ڈالتے ہیں یہاں کی آگ تو دوزخ کی آگ کے مقابلے میں دھوئیں کے برابر بھی نہیں جب کلمہ ان کو نارِ جہنم سے بچا لیتا ہے تو اس دنیا کی آگ سے بھی ان کو بچائے گا۔ مگر وہ آگ میں جل جاتے ہیں اس لئے جھوٹے ہیں اور ان کا کلمہ بھی جھوٹا ہے ہم ان جھوٹوں کو آگ میں ڈال ڈال کر جلاتے رہیں گے۔ ان کافروں کا یہ حال تھا کہ حضرت خواجہ ابو احمدؒ کا اسی جنگل سے گزر ہوا۔ کافروں نے ان کو گھیر لیا۔ اور اپنے مقام پر لے گئے اور ان کے لئے آگ جلانے لگے۔ انھوں نے آپ سے پوچھا ——— "کیا آپ مسلمان ہیں؟" آپ نے فرمایا ——— "بے شک میں مسلمان ہوں"۔ انھوں نے کہا ——— "کیا آپ کا کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے اور اس کی بنا پر آپ کو جہنم کی آگ نہیں جلائے گی اور اس بات پر آپ کا ایمان ہے؟" آپ نے فرمایا ——— "بے شک ہمارا کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ جو مسلمان اس کو اخلاص وایمان اور سچے دل سے پڑھے گا اسے جہنم کی آگ نہیں جلائے گی"۔ یہ سُن کر ان کافروں نے کہا ——— "اگر واقعی تمھارا دین حق ہے تو اس آگ میں جو جہنم کے دھوئیں کے برابر بھی نہیں جا کر دکھاؤ"۔ آپ نے فرمایا ——— "بے شک ہمارا دین حق ہے اور ہمارا کلمہ بھی حق ہے اس کی حرمت سے یہ آگ ہمیں ہرگز نہیں جلا سکتی۔" یہ کہا اور آپ خشک لکڑیوں کے ڈھیر کے درمیان چلے گئے۔ کافروں نے ان کو آگ لگا دی حضرت لکڑیوں کے درمیان نماز پڑھنے میں مشغول ہو گئے اور کافروں کی لگائی ہوئی آگ ہر طرف سے بھڑکنے لگی شعلے بلند ہونے لگے۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ

ہر طرف آگ بھڑک رہی تھی مگر وہ آپ کو جلاتی نہیں تھی۔ کافروں نے جب یہ دیکھا تو اس پر تیل چھڑکنے لگے تاکہ یہ آگ اور بھڑک جائے مگران کی تمام کوششوں کے باوجود آگ بڑھنے کی بجائے گھٹنے لگی یہاں تک کہ وہ بالکل ٹھنڈی ہوگئی اور آپ بڑے اطمینان کے ساتھ صحیح سلامت نکل آئے۔ آپ کی اس کرامت کو دیکھ کر وہ کافر حیران رہ گئے اور آپ کے دستِ مبارک پر ایمان لے آئے۔ ان کی تعداد دس ہزار تھی یہ دینِ اسلام کی عظمت اور کلمہ طیبہ کی برکت تھی جو حضرت کی ذات سے نمایاں ہوئی۔ "سیرۃ العارفین" میں لکھا ہے کہ ان دس ہزار میں عورتیں بچے اور مرد شامل تھے ان میں سے دو سو حضرات نے حضرت خواجہ ابو احمدؒ کی صحبت اختیار کی اور آپ کی خدمت میں رہنے لگے۔ آپ نے ان کو اس درجہ فیضیاب کیا کہ عرش اعظم سے تحت الثریٰ تک سارے راز کھل گئے۔ سب چیزیں روشن ہوگئیں اور یہ سب کے سب اولیاء اللہ بن گئے۔ سبحان اللہ۔ حضرت سے اور بھی کرامات ظاہر ہوئی ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ حضرت خواجہ ابو احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۳ جمادی الآخر ۳۵۵ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار شریف چشت میں ہے۔

آپ کے ایک صاحبزادے تھے جن کی کنیت ابو محمدؒ تھی۔ آپ بطنِ والدہ ہی میں تھے کہ کئی ایک کرامتوں کا ظہور ہوا۔ آپ بھی اپنے والد خواجہ ابو احمدؒ کی طرح بڑے بزرگ اور مرتبہ میں ابدال گزرے ہیں۔ والد نے اپنا جانشین بنایا تھا اور خلافت عطا کی تھی۔ آپ کی ایک ہمشیرہ تھیں جو بہت عبادت گزار تھیں آپ کی خدمت کرتی تھیں ان کی عمر چالیس سال کی ہوچکی تھی مگر کسی سے شادی نہیں کی تھی۔ ایک رات آپ کے خواب میں خواجہ ابو احمدؒ آئے اور حکم دیا کہ "اپنی ہمشیرہ کا نکاح شمعان سے جو نہایت متقی و پرہیز گار ہیں کردو" صبح اُٹھ کر محمد شمعان کو بلایا اور بہن کا نکاح ان سے کردیا۔ ان کے بطن سے ایک فرزند تولد ہوا جس کا نام ناصر الدین اور کنیت ابو یوسف رکھی گئی خواجہؒ نے انھیں گود لے لیا اور بیٹا بنا کر پرورش کیا۔ جب آپ کی عمر ۲۶ برس کی ہوئی تو نکاح کیا۔ آپ کے زیرِ تربیت خواجہ ابو یوسفؒ ولایت کے بلند مراتب تک پہنچ گئے۔ تب آپ نے ان کو اپنا جانشین اور خلیفہ بنادیا۔ خواجہ ابو محمدؒ مجاہد اسلام تھے درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ آپ محمود غزنوی کے لشکر کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے اور سومنات کی فتح میں حصہ لیا۔ آپ کا وصال ۱۴ ربیع الآخر ۴۱۱ھ کو چشت کے مقام پر ہوا تھا۔ آپ کا مزار پر نور بھی وہیں ہے۔

(لطائف اشرفی)

خواجہ ابو یوسفؒ کے ایک صاحبزادے قطب الدینؒ تھے۔ آپ نے ان کو تربیت دی۔ جب وہ

کامل ولی اللہ بن گئے تو ان کو اپنا جانشین بنا کر خلافت عطا کی۔

آپ کے صاحبزادے حضرت مودود چشتیؒ ہیں جو سماع میں شغف رکھتے تھے۔ دونوں باپ بیٹے عشقِ الٰہی میں سرمست رہتے تھے۔ دونوں پر حال کا غلبہ رہتا تھا حضرت خواجہ ابو یوسف چشتیؒ کا وصال بھی چشت میں ۳ رجب ۴۶۹ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار بھی وہیں ہے۔

حضرت خواجہ مودود چشتیؒ نے حضرت خواجہ حاجی شریف جندانیؒ کو اپنا جانشین بنا کر خلافت عطا کی جو حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے پیرومرشد، خواجہ عثمان ہارونیؒ کے پیرومرشد تھے حضرت خواجہ مودود چشتیؒ کا وصال ماہ رجب ۵۲۱ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار پرنور بھی چشت میں ہے۔

سلسلۂ چشتیہ کا نام انہی چار بزرگوں حضرت خواجہ ابو احمدؒ، حضرت خواجہ ابو محمدؒ، حضرت ابو یوسفؒ اور حضرت خواجہ مودود چشتی کی وجہ سے چشتیہ پڑا کیونکہ یہ بزرگ چشت کے رہنے والے تھے۔ یہ چاروں بزرگ حضرت کامل شاہؒ کے آبا و اجداد تھے۔

حضرت کامل شاہؒ اپنے خلیفۂ خاص اور میرے پیرومرشد حضرت مولٰنا جلال الدین صاحب سے فرمایا کرتے تھے ——— "ہمارا خاندان عالموں کا خاندان ہے کیونکہ ہمارے اجداد میں چند حضرات جو بڑے بزرگ گزرے ہیں بڑے عالم بھی تھے اور ہمارے سلسلہ کے خلفا بھی تھے"۔ سبحان اللہ آپ کو آٹھ سو سال پہلے کی حقیقت کا بخوبی علم تھا۔

جس طرح آپ کے بزرگ سلسلۂ طریقت کے پیشرو اور سربرآوردہ تھے اسی طرح آپ کے بزرگوں میں ایک سے بڑھ کر ایک عالم بھی گزرے ہیں۔ ان میں سے ایک بزرگ حضرت سیّد محمدؐ وارثؒ تھے جو اپنے زمانہ کے متقی پرہیزگار اور بڑے محدث گزرے ہیں ان کو محدث اعلیٰ کا خطاب دیا گیا تھا۔ آپ سب سے پہلے ۱۱۱۱ھ میں ہندوستان تشریف لائے تھے اور قصبہ دہابن ضلع متھرا میں تبلیغ کے سلسلہ میں قیام فرمایا۔ اس وقت ضلع متھرا کفرستان کا مرکز تھا۔ بتوں کی پوجا کی جاتی تھی۔ خدائے واحد کا نام لینے والا کوئی نہ تھا وہاں آپ کی تبلیغ کی وجہ سے مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد ہوگئی۔ آپ نے اپنے صاحبزادوں کا نکاح یہیں کیا تھا۔ ان کی اولاد یہاں خوب پھیلی۔

حضرت کامل شاہؒ صاحب کے دادا پردادا ان ہی کی اولاد میں سے ہیں۔

جس طرح حضرت کامل شاہؒ کے والد سلسلۂ حسنی سے تھے اسی طرح آپ کی والدہ ماجدہ سلسلۂ حسینی سے تھیں ہندوستان میں ضلع آگرہ کے قریب فتح پور سکری ایک مقام ہے وہاں کے ایک محلہ کا نام بدی محل ہے۔ اس محلہ میں زیادہ تر حسینی رضوی سادات خاندان کے افراد آباد تھے۔ آپ کی والدہ اسی محلہ میں رہتی تھیں اور والدین اسی خاندان سادات سے تھے۔

مقامِ پیدائش اور اسکے تاریخی حالات

حضرت کامل شاہؒ کی ولادت مقام مہابن ضلع متھرا میں ہوئی۔ متھرا ہندوؤں کا سب سے بڑا تیرتھ اور زیارت گاہ ہے۔ دریائے جمنا جسے ہندو متبرک سمجھتے ہیں قریب سے گزرتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے۔ جہاں ہندوؤں کے سری کرشن جی کا بچپن گزرا۔ اس نے یہاں ایک گوالے کے گھر پرورش پائی۔ وہ دریا کے کنارے گائیں چراتا تھا۔ داسی گوپیوں نے اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دیا تھا۔ اور سری کرشن نے یہیں راس لیلا منائی تھی۔ اس لئے لوگ اس مقام کو متبرک جانتے تھے۔ متھرا میں مہابن کے علاوہ بندرابن، گوبندبن وغیرہ چھوٹے چھوٹے گاؤں ہیں چونکہ کرشن جی نے یہاں بھی کچھ عرصہ گزارا تھا اس لئے ان جنگلوں کو بھی متبرک سمجھتے ہیں۔ یہ سارا علاقہ مشرکوں اور کافروں کا گڑھ رہا ہے ۵۸۵ھ میں قطب العارفین، حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ حضور پُر نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر ہندوستان تشریف لائے اور اجمیر میں اسلام کا جھنڈا گاڑ دیا اور ان کی تبلیغِ اسلام سے یہاں کے بے شمار مشرک اور بت پرست اسلام لے آئے مگر ان دنوں بھی متھرا کے کفرستان میں کفر و گمراہی کی وہی تاریکی چھائی رہی حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام کا جو نورِ ہدایت پھیلایا تھا جب اس کی روشنی میں مسلمان فاتح حکمراں شمال مغربی سرحدوں سے ہندوستان میں داخل ہوئے اور غوری، خلجی، ترک اور پٹھان حکمرانوں اور اور ان کے بعد مغل بادشاہوں نے سارے ہندوستان میں اسلامی سلطنت قائم کر لی تو ہر طرف اسلام کا بول بالا ہو گیا اور بکثرت لوگ مسلمان ہوئے مگر متھرا جو ان کا مذہبی مقام تھا اسی طرح کفر و شرک کی تاریکیوں میں غرق رہا۔ یہاں تک کہ محدث اعلیٰ حضرت محمد وارث رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۱۱ھ میں یہاں تشریف لائے اور دین اسلام کی بے لوث خدمت انجام دی۔ آپ کی مخلصانہ خدمات کو اللہ تعالیٰ نے

قبول فرمایا۔ اور اس تاریک قصبہ میں دین اسلام کے چراغ روشن ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے پیر کامل کا ظہور فرمایا۔ جن کے نور ایماں کو دیکھ کر کفار بھی حیران رہ گئے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت

اور بچپن کے مختصر حالات

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ کی ولادت باسعادت قصبۂ نہابن ضلع متھرا میں سن ۱۳۰۱ھ مطابق سن ۱۸۸۱ء میں ہوئی۔ آپ کے والد بزرگوار سید رضا حسین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا نام نامی آل حسن رحمۃ اللہ علیہ رکھا یہ نام خاندانی نسبت سے تھا کہ آپ حسنی خاندان کے فرد تھے۔ آپ صحت مند اور حسین وجمیل تھے والدین کی پہلی اولاد تھے اس لئے بڑے چہیتے اور محبوب تھے۔ چونکہ والد بزرگوار اپنے قصبہ میں معزز اور ہر دل عزیز تھے اس لئے آپ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ قصبہ کی آنکھوں کا تارا تھے۔ سب لوگ آپ سے پیار کرتے اور آپ کے پیار کو غنیمت جانتے۔ جب آپ کی عمر چھ سال کی ہوئی تو والدین کو فکر ہوئی کہ آپ کو دینی تعلیم دلائیں مگر اس چھوٹے سے قصبہ میں دینی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں تھا آپ کی والدہ ماجدہ بڑی نیک بی بی تھیں ان کا زیادہ وقت ذکر اذکار میں گزرتا تھا۔ اور حضرت کا وقت زیادہ والدہ کے ساتھ گزرتا تھا۔ اس لئے آپ کو بھی اسی عمر سے ذکر اذکار کا شوق ہو گیا۔ آپ اپنی والدہ کے ساتھ تسبیح ہاتھ میں لے کر بیٹھ جاتے اور ذکر الٰہی کرتے۔ ماں بیٹے کے اس شوق کو دیکھ کر بہت خوش ہوتیں۔ آپ کے لئے دعا کرتیں اور آپ سے بہت زیادہ محبت کرتیں۔

آپ کے والد ماجد کا پیشہ کاشتکاری تھا۔ مگر آپ والد کے ساتھ کھیتی باڑی پر جانے کے بجائے حضرت شاہ ابن حسن رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے تھے۔ آپ کے چچا زاد بھائی جناب شوکت حسین صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت کو ابتدا ہی سے کاشتکاری سے یا دنیاوی معاملات سے ذرہ برابر بھی لگاؤ نہیں تھا اور نہ آپ نے بچپن میں کبھی کھیل کود کو پسند کیا۔ یہ بس قدرت کا کرشمہ تھا کہ اللہ نے حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو تمام دنیاوی مشاغل سے پاک پیدا فرمایا تھا۔

آپ حضرت پیر کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت خلیفہ صاحب سے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "میں بچپن ہی سے حضرت شاہ ابن حسن رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا" یہ بس تربیت الٰہی

تھی کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو اپنی حضوری میں لینے سے پہلے اپنے محبوب درباریوں کی حضوری میں بھیجا تاکہ آپ کے اندر اس اعلیٰ ترین دربار میں حاضری کی صلاحیت پیدا ہوجائے اور حضرت کا قلب مبارک معرفت الٰہی کے نور سے منور ہوجائے تاکہ جب اس کی روشنی میں آپ راہ سلوک و معرفت طے کریں تو راہ کی تاریکیاں دور ہوتی چلی جائیں۔

حضرت شاہ ابن حسنؒ رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات

آپ بھی سادات خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت کامل شاہؒ کے پھوپھی زاد بھائی تھے اور مہابن ہی میں رہتے تھے آپ کے اور تین بھائی تھے ایک حامد حسین دوسرے عابد حسین تیسرے سید حسین جو آج کل حیدر آباد سندھ میں سکونت رکھتے ہیں۔ ایک بہن عابدی ہیں جو ملیر کراچی میں رہتی ہیں۔

جب حضرت شاہ ابن حسن رحمۃ اللہ علیہ کی عمر بیس سال کے قریب پہنچی تو اس وقت ایک درویش کامل کی نظر کرامت نے آپ کو ولی اللہ بنا دیا۔ جناب شوکت حسین صاحب فرماتے ہیں کہ آپ عصر کے وقت جامع مسجد کے قریب جو اوپر کوٹ نیچے کوٹ نامی محلوں کے پاس ہے کھڑے ہوئے تھے کہ ایک درویش کامل اچانک اس طرف نکل آئے اور انھوں نے آپ کو نظر توجہ سے دیکھا جو عشق الٰہی سے لبریز تھی بس اس ایک نگاہِ توجہ نے دل کی دنیا کو یک لخت بدل کر رکھ دیا جذب عشق الٰہی میں اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور جسم پر صرف ایک لنگوٹ باندھ لی۔ وہ درویش کامل جو یکایک آئے تھے اپنا کام کرکے رخصت ہوگئے۔ ان کا کوئی پتہ نہیں چلا۔ حضرت شاہ ابن حسن رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر والوں سے کنارہ کش ہوکر ایک کھنڈر میں ڈیرہ جما کر بیٹھ گئے۔ یہ کھنڈر بہت پرانا تھا۔ اس کی دیواریں نہایت خستہ اور کمزور تھیں لوگ ان کے گرجانے کے ڈر سے قریب سے گزرتے ہوئے ڈرتے تھے مگر وہ جذبۂ حال میں انہی دیواروں کے سایہ میں رات دن بیٹھے رہتے تھے۔ کڑکڑاتا جاڑا ہو یا تپتی ہوئی گرمی یا موسلا دھار بارش آپ کسی حال میں بھی وہاں سے نہیں ہٹتے تھے۔

آپ کی حالت کے اس طرح یکایک بدل جانے سے آپ کی والدہ ماجدہ کو سخت رنج و صدمہ ہوا انھوں نے بڑی کوشش کی کہ آپ اصلی حالت میں آجائیں مگر ان کی کوششیں بیکار گئیں۔

جب بھی ان کے دل میں بیٹے کی محبت جوش مارتی تو آپ اس کھنڈر میں آتیں اور ان کا ہاتھ پکڑ کر گھر لے آتیں ان کی خاطر کرتیں اچھے اور لذیذ کھانے کھلاتیں مگر آپ چند لقمے کھا کر اُٹھ کھڑے ہوتے پانی پاس ہوتا تو پی لیتے ورنہ ویسے ہی باہر نکل جاتے اور اپنے اسی ڈیرے پر آکر بیٹھ جاتے اور مشاہدۂ حق میں غرق ہوجاتے۔

جناب شوکت حسین صاحب فرماتے ہیں کہ آپ پر جذب وحال کا ایسا غلبہ طاری ہوتا کہ منہ سے دہن مبارک بے اختیار بہنے لگتا۔ آپ کی ایک کرامت کا ذکر کرتے ہوئے جناب حاجی شاکر حسین صاحب فرماتے ہیں کہ ایک بار آپ بھیڑ بکریوں کے ایک باڑے میں جس کے اطراف سوکھی لکڑیوں کی باڑھ لگی ہوئی تھی جاکر بیٹھ گئے خدا کا کرنا اس میں آگ لگ گئی۔ آگ بڑھتی جارہی تھی۔ اور آپ کی جان خطرہ میں تھی۔ مگر وہ مردِ خدا تصوّرِ الٰہی میں گم اسی طرح بے خبر بیٹھے رہے۔ لوگوں نے بہت اصرار کیا کہ آپ کو وہاں سے نکال لے جائیں مگر آپ نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا۔ کسی نے جاکر آپ کی والدہ کو خبر دی ماںتا کی ماری دوڑی ہوئی آئیں اور آگ کی طرف اشارہ کرکے ان کو وہاں سے ہٹ جانے کے لئے کہا۔ آپ نے نہایت ہی اطمینان کے ساتھ مسکرا کر فرمایا "بجھ جائے گی" اور اپنی جگہ سے نہیں ہٹے۔ ان کی والدہ بڑی بے قرار تھیں مگر جیسے ہی آپ نے یہ الفاظ ادا کئے آگ جو تیزی سے بڑھتی جارہی تھی کم ہونے لگی۔ یہاں تک کہ تھوڑی دیر میں بجھ گئی۔ اس کے علاوہ اور بھی حضرت کی بہت سی کرامات ہیں جن کا ذکر طویل ہے۔

آپ کی والدہ ماجدہ کو آپ کی حالت جذب کا بڑا رنج تھا۔ آخر کار وہ اسی حال میں دنیا سے رحلت فرماگئیں۔

آپ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی سے آپ کی خدمت میں کھانا لے کر جاتے اور آپ کو کھلاتے تھے اور بڑی عقیدت سے آپ کی کمر کی مالش کرتے تھے۔ آپ حضرت کی والدہ ماجدہ پسند نہیں کرتی تھیں کہ ان کے نورِ نظر حضرت شاہ ابن حسن رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جائیں ان کو ڈر تھا کہ کہیں وہ بھی خدانخواستہ مجذوب نہ ہوجائیں۔ مگر آپ پابندی سے ان کی خدمت میں جاتے رہے

آپ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت خلیفہ صاحب سے فرمایا کرتے تھے کہ "میں بچپن میں آپ کی خدمت میں کھانا لے کر جایا کرتا تھا والدہ ماجدہ کو یہ بات پسند نہیں تھی میں ان کے سامنے کھانا رکھ دیتا تھا وہ کھا لیتے تھے اور میں ان کی کمر کو ملتا تھا۔ اگرچہ میری عمر چھوٹی تھی اور اس بات کو

نہیں سمجھتا تھا مگر پھر بھی عقیدت سے کم ملتا تھا" ایک بار آپ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خلیفہ صاحب سے ایک حیرت انگیز واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "ہمیشہ کی طرح ایک بار میں کھانا لے کر گیا آپ کے سامنے رکھ دیا اور آپ کی کمر ملنے لگا اور میری زبان پر بے اختیار یہ کلمات جاری ہو گئے ـــ" یا ابن حسن رحمۃ اللہ علیہ ہمیں بھی کچھ " "یا ابن حسن رحمۃ اللہ ہمیں بھی کچھ" یہ سن کر ان پر جذب وحال طاری ہو گیا اور یکایک اپنے دونوں پاؤں آسمان کی طرف اٹھا دیئے۔ یہ ایک عاشق کی ادا تھی جسے اس کا محبوب ہی خوب جانتا تھا" حضرت نے فرمایا کہ "جیسے ہی انھوں نے اپنے دونوں پاؤں مبارک اونچے کئے میرے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا میری حالت بدل گئی اور میرے سینہ میں سے ایک کالا کبوتر سا پرندہ نکل کر اڑ گیا (یہ وہی شیطان تھا جو ہمیشہ سینے میں وسوسے ڈالتا ہے) آپ حضرت نے فرمایا کہ ۔" بے خودی کی حالت میں میری زبان سے یہ کلمات جاری ہو گئے ۔ "فنا یہ فنا سب فنا" کچھ دیر بعد جب میری طبیعت سنبھلی تو میں اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے سارا ماجرا بیان کیا۔ یہ سن کر انھوں نے مجھ سے فرمایا ۔" اسی لئے میں منع کیا کرتی تھی کہ ان کے پاس نہ جایا کرو۔"

یہ آپ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا ایسا واقعہ تھا جس نے آپ کے احوال میں بڑا انقلاب پیدا کر دیا۔ آپ کا دل دنیا کی کدورتوں سے پاک ہو گیا اور عشق الٰہی سے معمور ہو گیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ کے منع کرنے کے باوجود آپ کا بار بار وہاں جانا اور حضرت کی خدمت کرتے رہنا دراصل حضرت شاہ ابن حسن رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ایک کشش خاص تھی جو آپ کو بار بار اپنی طرف کھینچتی رہتی تھی اور آپ ہر بار ان کی مبارک توجہ سے فیض یاب ہوتے رہے۔

اگرچہ یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے مگر بعض بزرگان دین اس پر متفق ہیں کہ سالک کو کسی مجذوب ولی اللہ سے فیض نہ پہنچے اس کو راہ سلوک کے تمام مراحل طے کرنے میں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ سالک اپنے ظاہر و باطن میں دنیاوی ترغیبات اور شیطان کے مکر کا سامنا کرتا رہتا ہے اور اسے اپنے کام کو آگے بڑھانے میں رکاوٹیں پیش آتی ہیں مگر جب سالک پر کسی مجذوب ولی اللہ کی نظر عنایت پڑ جاتی ہے تو ظلمتوں کے وہ پردے جو اس کے ظاہر و باطن میں حائل رہتے ہیں آن کی آن میں چاک ہو جاتے ہیں اور منزل کا جلوہ نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے اس کے بعد مراحل سلوک کا طے کر لینا دشوار نہیں رہتا یہ راہ اس پر آسان ہو جاتی ہے ورنہ اسے نہایت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ نفس امارہ ہمہ دم خواہشات دنیوی

میں منہمک رہتا ہے۔ اس کو پاک کرنا نہایت مشکل ہے اسی تزکیۂ نفس کو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد اکبر فرمایا ہے۔

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ پر توجہ الٰہی مبذول تھی کہ ولی باکمال حضرت ابن حسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم نے آپ کو بار بار فیضیاب فرمایا اور آپ کا قلب مبارک دنیاوی تاریکیوں سے پاک ہوگیا اور نور ایماں سے جگمگا اٹھا جیسا کہ قطب العارفین خواجہ خواجگاں سیدنا حضرت حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ ایک بار اپنے باغ میں پیڑوں کو پانی دے رہے تھے کہ یکایک درویش کامل حضرت ابراہیم گندروضی رحمۃ اللہ علیہ جو مجذوب تھے آپ کے باغ میں آپہنچے۔ آپ کو دیکھ کر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے استقبال کیا قدم بوسی کی بڑی عزت و تکریم سے ایک درخت کے نیچے بٹھایا اور تازہ انگور کا خوشہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ ان کی نگاہ پرنور جب چہرہ پر پڑی تو جان گئے کہ آپ اپنے عہد میں یکتائے زماں ہوں گے اور بکثرت مخلوق خدا آپ سے فیضیاب ہوگی چنانچہ آپ نے اپنی جھولی میں سے خشک روٹی کا ایک ٹکڑا نکالا دندان مبارک سے چبا کر آپ کے منہ میں رکھ دیا۔ اس کے کھاتے ہی آپ کی دنیا بدل گئی۔ اسی وقت جو کچھ ورثہ والد بزرگوار سے ملا تھا راہ خدا میں دے دیا اور راہ فقر اختیار کر لی۔

یہی حالت آپ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہوئی کہ آپ اپنے گھر کا سارا اثاثہ مسلسل پانچ سال تک راہ خدا میں لٹاتے رہے جس کا تفصیلی ذکر انشاء اللہ آگے آئے گا۔

حضرت شاہ ابن حسن رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں قبلہ محترم حضرت خلیفہ صاحب سے حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب کبھی وہ خوشی کی حالت میں ہوتے تو بے اختیار پکار اٹھتے تھے "یا معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ" اس لئے آپ نے فرمایا کہ آپ کا تعلق بھی سلسلہ چشتیہ ہی سے تھا۔

حضرت شاہ ابن حسن رحمۃ اللہ علیہ کے دو فقیری خطاب تھے ایک "جلیشن شاہ" دوسرا "محمود شاہ" جب کبھی لوگ آپ کو آپ کے نام سے پکارتے تو فرماتے "مجھے محمود شاہ کہو" حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت ہمیشہ اپنی نگاہ نیچی رکھتے تھے مگر جب کبھی لوگ کہتے کہ "یا ابن حسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہماری طرف دیکھو" تو آپ اپنے چہرہ مبارک کو اٹھاتے اس وقت لوگ آپ کے چہرۂ انور کی تاب نہ لا کر بھاگ نکلتے کسی کی ہمت نہ تھی کہ آپ کے چہرہ انور کو دیکھ سکے۔ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ تقریباً بارہ سال تک اسی پرانے کھنڈر میں بیٹھے رہے اردگرد جو مکانات تھے وہ بارش کی وجہ سے گر گئے مگر آپ جہاں

رونق افروز تھے وہ کھنڈر ہونے کے باوجود صحیح سلامت رہی۔ طویل عرصہ تک ایک ہی جگہ قیام فرمانے سے گھاس اُگ کر بڑھ چکی تھی مگر آپ ہر بات سے بے نیاز مشاہدۂ حق میں مستغرق رہتے تھے۔

حضرت ابن حسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے روپوش ہوجانے کا ذکر جناب شوکت حسین صاحب بیان کرتے ہیں کہ "ہم نے اپنے کانوں سے آپ کے پیروں کی آواز سُنی جبکہ آپ جذب وحال میں ایک گوشے سے دوسرے گوشے کی طرف ٹہل رہے تھے آخری بار دروازے کے پاس آپہنچے اور نہایت آہستگی سے فرمایا: کیا بارہ سال ہو چکے؟ اس کے بعد اچانک آپ غائب ہوگئے۔ کچھ دنوں بعد ہمیں غوثنا گاؤں سے خبر ملی کہ آپ یکایک غوثنا میں آپہنچے وہاں حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ کے ماموں صاحب جو آپ کے بھی رشتہ دار تھے رہتے تھے وہ آپ کو اپنے گھر لے گئے، اور آپ کو کھانے کے لئے روٹی دی جسے لے کر جذب وحال کی کیفیت میں کھڑے ہوگئے اور اسے گھر کے "چھپر" میں اڑوس کر پھر روپوش ہوگئے۔ اس کے بعد سے اب تک پتہ نہیں چلا کہ آپ کہاں گئے؟"

حضرت کی پولس میں ملازمت

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر جب بیس[۲۰] سال کے قریب ہوئی تو آپ نے والد بزرگوار کی خواہش پر پولس میں ملازمت کرلی۔ واضح رہے کہ آپ کے والد کاشتکاری کا کام کرتے تھے اور اس میں اتنی آمدنی نہیں ہوتی تھی کہ گھر کے اخراجات پورے ہوسکیں۔ پھر آپ کو کاشتکاری سے کوئی دلچسپی بھی نہیں تھی والد بزرگوار کا ہاتھ بٹانا بھی ضروری تھا اس لئے اس ملازمت کو آپ نے قبول فرمالیا۔ جناب شوکت حسین صاحب فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ کو صرف سات روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی تھی۔ پولس کی ملازمت میں رہتے ہوئے کوئی اگر پانچ وقت کی نماز بھی پابندی سے پڑھ لے تو بڑی بات ہے مگر آپ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حال تھا کہ اپنے فرائض انجام دیتے ہوئے بھی یاد الٰہی سے غافل نہ ہوتے۔ ذکر اذکار میں کوئی کمی نہیں آئی۔ ہمیشہ دن کو روزہ رکھتے۔ رات کو کم آرام کرتے نمازیں اور عبادات میں مشغول رہتے۔ ڈیوٹی خواہ دن کو ہو یا رات کو یا کسی بھی مقام پر آپ کے معمولات میں فرق نہیں آتا تھا۔

جناب حافظ محمد شبیر حسن صاحب فرماتے ہیں کہ قبلہ والد صاحب اکثر فرماتے تھے کہ "جب کبھی ہماری ڈیوٹی کہیں دُور ہوتی تو والدہ صاحبہ جَو کی سوکھی روٹی اور تھوڑا سا گڑ چادر کے پلو میں باندھ دیتیں اسی پر ہم گزر کر لیتے۔ کبھی باجرے کا آٹا اور تھوڑا سا گڑ دے کر فرماتیں: اپنے نفس کو اسی سے راضی کرلو"

والد بزرگوار کا انتقال

آپ حضرت کی عمر ابھی بائیس ۲۲ سال کی تھی کہ آپ کے والد بزرگوار اللہ کو پیارے ہو گئے۔ یہ آپ حضرت اور آپ کی والدہ کی بہت بڑی آزمائش تھی۔ آپ کے چچازاد بھائی جناب شمشاد حسین صاحب جو اس وقت موجود ہیں فرماتے ہیں کہ جب آپ کے والد بزرگوار کی طبیعت بہت خراب ہو گئی تو آپ ملازمت سے چھٹی لے کر گھر تشریف لے آئے۔ آپ کو والد محترم سے بہت محبت تھی جب ان کے کوچ کا وقت آیا تو آپ نے پوچھا "حضور اگر کچھ ہو تو بتا دیجئے" والد مرحوم نے فرمایا "اے آل حسن تجھ سے بڑھ کر میرے لئے کون پیارا ہو سکتا ہے اگر کچھ پاس ہوتا تو تجھے ضرور بتا دیتا"

جناب شمشاد حسین صاحب کا کہنا ہے کہ مرحوم کے وصال کا رنج گھر والوں اور رشتہ داروں کی طرح سبھی کو ہوا اور یہاں ایک بڑے نیک نفس بزرگ سے محروم ہو گیا۔ مرحوم کے پس ماندگان میں حضرتِ والا، آپ کی والدہ ماجدہ۔ اور بہن شمشادی خاتون[1] جو اس وقت کم عمر بچی تھیں رہ گئے۔ والد کے انتقال کے بعد گھر کی ذمہ داریاں اور اخراجات کا بوجھ آپ پر آ گیا۔ اس وقت آپ کی آمدنی صرف سات روپیہ ماہانہ تھی مگر آپ کی والدہ ماجدہ بڑی سلیقہ مند محنتی اور پرہیزگار خاتون تھیں اس طرح کفایت سے گھر کا خرچ چلاتی تھیں کہ کچھ نہ کچھ پس انداز کر لیتی تھیں۔

حضرت کی شادی خانہ آبادی

آپ حضرت اپنی والدہ محترمہ کے ایک ہی صاحبزادے تھے اس لئے ان کی آرزو تھی کہ آپ کے لئے ایک نہایت خوبصورت حسین بہو بیاہ کر لائیں۔ اس بات کی فکر بھی رہتی تھی کہ حسن صورت کے ساتھ وہ نیک سیرت بھی ہو۔ ادھر حضرت کی آرزو بس یہی تھی کہ اپنی پوری زندگی یادِ الٰہی میں گزار دیں۔ اور اللہ اللہ کرنے کے سوا دن رات کوئی مشغلہ نہ ہو۔ آپ کو شادی بیاہ کا خیال تک نہ آتا تھا۔ مگر جب آپ کو والدہ ماجدہ کے ارادے کی خبر ہوئی تو آپ نے سکوت اختیار فرمایا۔ والدہ کے حکم کی تعمیل کو برحق جانتے تھے ان کی خوشی کو اپنی خوشی پر مقدم رکھتے تھے اس لئے جب والدہ ماجدہ نے اپنے ارادہ سے آگاہ کیا اور آپ کی رضامندی معلوم کی تو آپ والدہ کی خوشی کو اپنی خوشی جان کر راضی ہو گئے۔

آپ کی والدہ نے آپ حضرت کے لئے ایسی خوبصورت اور نیک سیرت دلہن کا انتخاب کیا جو خاندان بھر میں بلکہ اوروں کی نظر میں بھی بے مثال تھیں۔ یہ نیک دل شہزادی آپ حضرت کے چچا جناب سید خادم حسین

---

[1] ان کا بعد شادی وصال ہو گیا۔

کی دختر نیک اختر فہمیدہ خاتون تھیں۔ جب خادم حسین صاحب کے پاس آپ کا پیغام گیا تو وہ بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ وہ حضرت سے بہت محبّت کرتے تھے اور آپ کو بھائی کا بیٹا نہیں اپنا ہی بیٹا سمجھتے تھے چنانچہ آپ نے بخوشی پیغام قبول کرلیا۔ جناب شوکت حسین صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کی شادی کی رسومات جیسا کہ سادات خاندان کا طریقہ ہے نہایت سادگی کے ساتھ انجام پائیں۔ نکاح ۱۷ نومبر ۱۹۱۰ء کو منعقد ہوا۔

اللہ تعالےٰ نے حضرت کو اس عفیفہ سے ایک نہایت خوبصورت صاحبزادہ عطا فرمایا۔ چونکہ آپ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ آل حسن سید تھے اس لئے آپ نے اپنے نور نظر کا نام "نور الحسن" رکھا۔ صاحبزادہ صاحب گھر بھر کی آنکھوں کا نور تھے اور سب کے چہیتے تھے۔

جناب شوکت حسین صاحب فرماتے ہیں کہ ایک بار دلہن صاحبہ نے حضرت شاہ ابن حسن رحمۃ اللہ علیہ کو جن کا ذکر پہلے آچکا ہے دعوت دی اور گھر پر تشریف لانے کی فرمائش کی حضرت اپنے اسی جذب وحال میں طویل مسافت طے کرکے تشریف لائے اور کچھ عرصہ قیام فرمانے کے بعد چلے گئے۔

حضرت کا آگرہ تشریف لانا

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ چونکہ پولس میں ملازم تھے اس لئے آپ کی ڈیوٹی مختلف مقامات پر بدلتی رہتی تھی۔ اس بار آپ کا تبادلہ آگرہ میں ہوگیا۔ آگرہ ہندوستان کا مشہور شہر ہے اکبر بادشاہ کے وقت سے ہندوستان کا دارالحکومت تھا۔ آگرہ کا مشہور عالم تاج محل دنیا کے سات عجائبات میں ایک سمجھا جاتا ہے جسے دیکھنے دور دراز سے سیاح آتے ہیں۔ آگرہ شہر ضلع متھرا سے تقریباً چودہ کوس کی مسافت پر ہے۔ دوری کی وجہ سے حضرت آگرہ گئے تو گھر والوں کو بھی ساتھ لے گئے آگرہ میں آپ کی ڈیوٹی وہاں کے مشہور محلہ لال کرتی کے تھانہ پر مقرر ہوئی آپ نے بھی اسی محلہ میں رہائش اختیار کرلی۔

حضرت کی اہلیہ اور صاحبزادہ کا وصال

صاحبزادہ نور الحسن ابھی ماں کی گود ہی میں تھے کہ وصال فرماگئے اور پورے خاندان کو سوگوار کرگئے سب اس سانحہ سے غمزدہ اور رنجیدہ تھے ابھی ان کا غم تازہ تھا کہ دوسرا سانحہ اور پیش آیا۔ زوجہ مطہرہ فہمیدہ خاتون بیٹے کے غم میں اللہ کو پیاری ہوگئیں آپ کا وصال ۲۲ مارچ ۱۹۱۲ء کو دہابن میں ہوا شادی کو ڈیڑھ سال بھی

نہیں گزرا تھا کہ دلہن اور فرزند دونوں داغ مفارقت دے گئے۔ یہ بھی اللہ کریم کی طرف سے آپ کی ایک آزمائش تھی۔ مرحومہ نہایت خوبصورت اور خوب سیرت بی بی تھیں اس لئے ان کی مفارقت کا آپ کو اور آپ کی والدہ کو بہت صدمہ ہوا۔ مرحومہ کے حسن وجمال کا ذکر تے ہوئے حضرت خلیفہ صاحب سے کہا کرتے تھے "حُسن کا یہ عالم تھا کہ آس پاس محلّہ کی عورتیں دیدار کے لئے آیا کرتی تھیں اور تعریفیں کرتی ہوئی جاتی تھیں۔ حضرت نے فرمایا کہ "وصال کے بعد میں نے طے کیا تھا کہ اب دوسری شادی نہیں کرونگا اور پوری زندگی مجرد یادالٰہی میں گزار دوں گا۔ مگر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اقدس پر میں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔"

بحکمِ حضور علیہ السلام آپ کی دُوسری شادی

آپ حضرت کا ارادہ نہیں تھا کہ دوسری شادی کریں مگر بحکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارادہ بدلنا پڑا۔ آپ کی والدہ ماجدہ کی بھی یہی خواہش تھی کہ آپ کے لئے پہلی جیسی ہی حسین اور نیک سیرت دلہن لائیں اس بار اپنے خاندان ہی میں جنابہ شریفن صاحبہ کو منتخب فرمایا۔ جو جناب شریف الدین صاحب کی صاحبزادی تھیں۔ یہ بھی دھابن ہی میں رہتے تھے اور وہاں کے اچھے تاجر تھے جب شریف الدین صاحب کو آپ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے رشتہ کا پیغام ملا تو بہت خوش ہوئے اور آپ جیسے ولی اللہ کو داماد بنانے کو خوش قسمتی جانا۔

جناب شوکت حسین صاحب فرماتے ہیں کہ آپ حضرت کی دوسری شادی ۲۴ ستمبر ۱۹۱۳ء کو دھابن میں خاندانی رسم ورواج کے مطابق انجام پائی۔ شادی خانہ آبادی کے کچھ دنوں بعد آپ حضرت اپنے اہل وعیال کے ساتھ آگرہ تشریف لائے جہاں آپ کا تبادلہ ہو گیا تھا۔

حضرت شاہ عظیم اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی آگرہ میں بحکم الٰہی تشریف آوری

شہر آگرہ کے جنوب میں ایک ویران اور غیر آباد جگہ تھی یہاں چند اونچے درخت کھڑے تھے۔ ان میں نیم کا ایک بڑا درخت بھی تھا۔ اسی نیم کے قریب ایک شکستہ نل تھا۔ یہاں کوئی آبادی نہیں تھی۔ بس ایک راہگزر تھی اور کچھ نہیں تھا۔ اس ویران مقام پر اچانک ایک درویش آپہنچے اور انھوں نے اسی نیم کے نیچے اپنا ڈیرا لگا دیا درویش کا زادِ راہ توکل خدا اور یادالٰہی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ ان کا بھی بس یہی حال تھا کہ جسم پر ایک تہبند

بندھا ہوا نہ کھانے پینے کا سامان نہ اوڑھنے بچھانے کا۔ ضرورت کی اور چیزوں کا کیا ذکر؟ آپ کا اس طرح یہاں وارد ہو جانا کسی کی سمجھ میں نہ آتا تھا چہرہ ایسا روشن اور پر نور کہ دل بے اختیار کھنچا چلا جائے۔ زلفیں دراز بکھری ہوئی چہرے کے نور سے جھل مل کرتی نظر آتی تھیں جسم مبارک خاک آلودہی رہتا تھا کہ درویشوں کے لئے اللہ کی زمین ہی مسند و قالین ہوتی ہے۔ مگر گرد آلود ہونے کے باوجود چہرہ کی تابانی میں فرق نہ آتا تھا۔ وہی چاند کی سی چمک دمک۔ ریش مبارک دراز تھی جو آپ کی شخصیت کے وقار کو ظاہر کرتی تھی۔ آنکھیں روشن اور ایسی پُر جلال کہ نظر سے نظر مل جائے تو تاب نگاہ نہ رہے۔ آواز میں رعب کا یہ عالم تھا کہ سننے والے کو رعشہ محسوس ہوتا۔ دنیا والوں سے بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ کسی کی قربت گوارا نہ تھی اگر کوئی قریب آنے کی ہمت کرتا تو برہم ہو جاتے اور اظہار غضب کرتے اور قریب آنے والا خوفزدہ ہو کر لوٹ آتا۔ بات جذب وحال رعب و وقار سے لبریز ہوتی۔ اردو زبان پنجابی لہجہ میں بولتے تھے عموماً حالتِ جذب طاری رہتی تھی مگر جذب وحال میں اس استغراق کے باوجود باہوش بھی رہتے تھے۔ بالکل بیخبر نہیں ہو جاتے تھے۔ آپ کا حال حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے عین مشابہ تھا۔

درویش نووارد کا اسم مبارک حضرت عظیم اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ خاندان سادات سے تعلق تھا آپ کے متعلق حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانا تھا کہ آپ کی کیفیت سالک مجذوب کی سی تھی۔ سالک مجذوب وہ ہوتا ہے جس کی روحانی زندگی کا آغاز مجاہدات و ریاضات سے ہوتا ہے۔ جب وہ مجاہدہ کی بھٹی میں تپ تپ کر سونے کی طرح کھرا ہو جاتا ہے تو اسے مدارج قرب اور کیفیات روحانی سے سرفراز کیا جاتا ہے جب وہ قرب الٰہی کی لطافتوں سے مانوس ہو جاتا ہے تو اس پر مشاہدات کا دروازہ کھل جاتا ہے اس کے قلب پر ظاہر کی پرچھائیں نہیں پڑتی اور انوار باطن سے روشن و مجلا رہتا ہے۔ اس مرتبہ پر فائز ہونے کے بعد وہ بذات خود تصرفات کا اہل قرار پاتا ہے۔ عمر بن محمد شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ "عوارف المعارف" میں فرماتے ہیں۔ ایسا شخص شیخ بننے کا اہل ہوتا ہے کیونکہ اس نے محبین کی راہ اختیار کی اور اللہ تعالیٰ کا محب بن گیا۔

حضرت عظیم اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی حال و مقام تھا۔ آپ سالک مجذوب تھے اور آپ کا تعلق سلسلہ چشتیہ صابریہ سے تھا اور آپ حضرت شیخ امداد اللہ مکی رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر خلفا میں سے ایک بزرگ حضرت شاہ عبدالمالک رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین اور خلیفہ تھے۔ حلقہ طریقت میں کامل و منتہی تھے اس لئے اپنے حال کو پوشیدہ رکھنے کے لئے یہ نہج اختیار کی تھی۔ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ سیالکوٹ میں حاجی پورہ کے رہنے والے تھے۔ جو مغربی پاکستان میں ہے۔ آپ کے بارے میں حضرت

کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے تھی کہ آپ طریقت میں منتہی تھے یعنی ولیٔ کامل جس نے اپنے کام کو ولایت کی انتہا تک پہنچا دیا ہو اور وصل حق سے مالا مال ہو۔

حضرت عظیم اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات

(۱) جناب الٰہی بخش صاحب حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ حضرت عظیم اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا ڈیرہ ان کے گھر سے قریب تھا۔ اتفاق سے الٰہی بخش کے بڑے بھائی سخت بیمار ہوگئے۔ ڈاکٹروں حکیموں نے جواب دے دیا۔ ان کے والد ہر طرف سے مایوس ہوگئے تو حضرت کو دعائے شفایابی کے لئے مریض کے پاس بلانا چاہا۔ الٰہی بخش صاحب کا بیان ہے کہ جب میں حضرت کو لینے کے لے پہنچا تو آپ مستغرق حال تھے اس لئے میں نے اونچی آواز سے اور اشاروں سے آپ کو بتایا کہ ہمارا مکان قریب ہے دعائے خیر کے لئے آپ تشریف لے چلیں۔ کچھ دیر میں آپ اُٹھ کھڑے ہوئے اور میرے پیچھے چلنے لگے۔ جب مریض کے بستر کے قریب آئے تو ایک نگاہ ڈالی اور فرمایا: "یہ سفید کپڑے پہننا چاہتا ہے"۔ بس یہ فرمایا اور اُلٹے پاؤں اپنے ڈیرے کی طرف واپس چلے گئے۔ گھر والوں نے آپ کی بات کا یہ مطلب لیا کہ مریض کو غسل کرا کے سفید کپڑے پہنانا چاہئیں۔ مگر جب انھوں نے ایسا کیا تو مرض کم ہونے کے بجائے اس قدر بڑھ گیا کہ وہ جانبر نہ ہو سکا۔ اور انتقال ہوگیا بعد انتقال جب غسل دے کر کفن پہنانے لگے تب انھیں آپ کے فرمانے کا صحیح مطلب سمجھ میں آیا کہ سفید کپڑے سے آپ کا اشارہ کفن کی طرف تھا۔ یعنی آپ اس ایک نظر میں جان گئے تھے کہ مریض کا انتقال ہونے والا ہے اور آپ نے اشارتاً اس بات سے گھر والوں کو آگاہ کر دیا تھا۔

(۲) جناب حاجی صنع علی صاحب جو حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدان قدیم میں سے ایک ہیں اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ "آپ کبھی بازار کی طرف بھی نکل آتے تھے لوگ جانتے تھے کہ آپ درویش کامل ہیں جب آپ آتے تو خاطر داری کے لئے سگریٹ جلا کر آپ کو پیش کرتے تھے آپ مسکرا کرے لیتے اور اسے ایک ہی کش میں پوری کر دیتے۔ اپنے حال میں اس قدر لمبا کش لیتے تھے کہ سگریٹ پوری جل کر راکھ ہو جاتی تھی۔ نہ ہی دھوئیں کا پتہ چلتا نہ آپ کے چہرہ مبارک پر اس کا کوئی اثر نظر آتا۔ اس طرح یکے بعد دیگرے لوگ آپ کو سگریٹ یا بیڑی پیش کرتے اور آپ ایک ایک کش میں سب کو ختم کرتے جاتے۔ یہ عجیب بات کسی اور کے بس کی نہیں تھی۔ اس کو بجز سوزِ عشق کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

(۳) جناب حاجی صنیع علی صاحب اور دیگر حضرات جنھوں نے یہ حقیقت اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے فرماتے ہیں کہ آپ جب تک وہاں مقیم رہے کسی نے بھی دن یا رات کسی وقت آپ کو بیت الخلاء کو یا پیشاب کے لئے جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حالانکہ آپ کا قیام یہاں پر چند برس تک رہا تھا۔

(۴) جناب صنیع علی صاحب راوی ہیں کہ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے چائے پانی کا بند وبست اپنی طرف سے بابو خاں کی دکان پر کرادیا تھا جو اسی محلہ میں واقع تھی اور ہر مہینہ کی پہلی تاریخ کو اس مد میں کچھ رقم پیشگی جمع کرا دیتے تھے۔ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے سختی سے تاکید کردی تھی کہ جب بھی آپ ان کی دکان پر تشریف لائیں تو جو طلب کریں دے دیا جائے۔ جب حضرت تشریف لاتے تو اکثر دور ہی سے پکارتے اور بابو خان فوراً آپ کے پاس چلے جاتے اور جو کچھ آپ کو درکار ہوتا حاضر کر دیتے۔ آپ سامان لے کر اپنے مقام پر تشریف لاتے اسی شکستہ نل سے پانی لے کر ڈبہ آگ پر رکھ دیتے اور اس میں چائے کی پتی اور گڑ ڈال دیتے کبھی تو تھوڑی ہی دیر میں ڈبہ اٹھا کر گرم پانی کو بے تکلف پی جاتے اور کبھی کافی دیر بعد جبکہ ڈبے میں پانی جوش مارنے لگتا۔ اسی طرح ہاتھوں سے جلتے ڈبہ کو اٹھا کر گرما گرم پی جاتے۔

(۵) کڑکڑاتے جاڑے ہوں کہ چلچلاتی گرمی آپ صرف ایک تہبند باندھے رہتے۔ آپ کی کیفیت جذب کا یہ عالم تھا کہ نہ تو سخت سے سخت سردی ستاتی تھی نہ گرمی تکلیف دیتی تھی ہر موسم آپ کے لئے یکساں تھا۔

اسی طرح آپ سے اور بھی کرامات ظاہر ہوئی ہیں جن کی تفصیل بخوف طوالت بیان کرنا ممکن نہیں۔

حضرت عظیم اللہ شاہ کے دربار اقدس کی شان

آپ راہِ طریقت کے منتہی تھے کہ اس راہ کے اختتام کے بعد ہی مقام نبوت کی ابتدا ہوتی ہے ایسے باعظمت اولیاء کرام بہت کم اور شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں۔ آپ کا مقام بلند یہ تھا کہ بے شمار اولیاء کرام کی پاکیزہ روحیں آپ کے دربار اقدس میں حاضر ہوتی تھیں۔ جناب حاجی صنیع علی صاحب اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت کبھی بھی دن یا رات میں سوتے نہیں تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم کئی بار یہ نظارہ دیکھ چکے ہیں کہ رات کے وقت تیل کی چار شمعیں آپ کے سامنے روشن ہیں اور نہایت سرخوشی کے عالم میں آپ ہاتھ سے اشارہ کرکے تیزی کے ساتھ فرماتے جاتے ہیں: "یہ روح آئی یہ گئی،،" "اِدھر آئی اُدھر گئی،،" یہ اولیائے کرام کی ارواح مقدسہ تھیں جو پروانہ وار اس شمع طریقت کے پاس چلی آتی تھیں۔

رات بھر یہی سلسلہ جاری رہتا تھا سبحان اللہ۔ ایسے بلند پایہ ولی کامل بہت کم ملتے ہیں۔

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ آپکی خدمتِ اقدس میں

اس وقت حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی محلہ لال کرتی کے تھانہ پر تعینات تھے جہاں سے حضرت عظیم اللہ شاہؒ کی قیام گاہ کچھ فاصلہ پر ہی تھی۔ اور آپ کا آنا جانا اکثر ادھر ہی سے ہوتا تھا۔ جب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اچانک یہاں آکر مقیم ہوتے ہوئے دیکھا تو دور ہی سے آپ کی درویشانہ حالت دیکھ کر بڑے متاثر ہوئے سیدھے گھر گئے اور والدہ ماجدہ سے گرم گرم روٹیاں پکوائیں۔ اور کھانا لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ حضرت کے ساتھ بڑی توفیق الٰہی تھی کہ جب بھی کسی درویش کو دیکھتے فوراً ہی ان کی خدمت میں کھانا لے کر پہنچ جاتے اللہ نے آپ کے دل میں درویشوں کی خدمت کا بڑا شوق ودیعت فرمایا تھا۔ اسی نعمت کی برکت تھی کہ آپ نے حضرت شاہ ابن حسن رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں اپنی جگہ بنالی تھی اور تقریباً بارہ برس تک آپ کی خدمت کرتے رہے اور آپ کی صحبت اقدس سے بار بار فیض یاب ہوتے رہے۔ اسی بے مثال فیض و برکت کا کرشمہ تھا کہ آپ نے دور ہی سے دیکھ کر حضرت شاہ عظیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی باکمال ہستی کو پہچان لیا اور فوراً ان کی خدمت کرنے کے لئے گھر کی راہ لی۔ بلاشبہ خدمت ہی سب سے بڑی عبادت ہے کہ اس کے برابر کوئی عبادت نہیں ہوسکتی۔ فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ "میں اس بات میں خوش ہوں کہ میری ساری عمر کی عبادت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دے دی جائے اور ان کی صرف ایک رات کی عبادت وہ عبادت جو آپ نے غار ثور میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کی تھی مجھے دے دی جائے۔ یہ متفقہ روایت ہے کہ اس رات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یار غار رسول نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال خدمت کی تھی۔ حضور کا سر مبارک آپ کی گود میں تھا اور آپ آرام فرما رہے تھے۔ اس اثنا میں ایک اژدہے نے آپ کے پاؤں کو ڈس لیا۔ مگر آپ نے اپنے پاؤں کو جنبش تک نہ دی اس خیال سے کہ میرے محبوب کے آرام میں خلل نہ ہو اور اژدہے کے ڈسنے کی تکلیف کو بڑے صبر و ہمت سے برداشت کرلیا یہی وہ ایک نیکی تھی جس کے لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ روتے تھے۔ یہی وہ صفت عظیم ہے جس کی بنا پر مرید بھی اپنے پیر و مرشد کی خدمت کرتے ہوئے پیر کامل بن جاتے ہیں۔ جیسے حضرت قطب الدین بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علاؤ الدین اور حضرت نظام الدین اولیاؒ جو اپنے پیروں کی خدمت کرنے سے پیر کامل بن گئے، اسی طرح حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے پیر و مرشد کی خدمت گزاری سے پیر بن گئے۔ سبحان اللہ۔

اب ہم اصل قصہ کی طرف لوٹتے ہیں جب حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کھانا لے کر حضرت عظیم اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے تو وہ آپ کو دیکھتے ہی جو منہ میں آیا کہنے لگے اور سخت غصہ کا اظہار کرنے لگے مگر حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ نہایت اطمینان سے آپ کے قریب جا کر بیٹھ گئے۔ اور آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا حضرت دُور ہی سے حاضرِ خدمت ہونے والے کو پہچان گئے تھے کہ یہ لَوٹنے والا نہیں ہے اس لئے جب آپ خدمت میں آکر بیٹھ گئے، تو غصّہ کو رفع دفع کیا۔ اب آپ کی نظر حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی پُرنور پیشانی پر پڑی تو آن کی آن میں سمجھ گئے کہ آپ اپنے زمانہ کے نکتہ داں ہوں گے۔ اور اولیاء کرام کے درمیان ستاروں میں چاند کی طرح ہوں گے اور بے شمار مخلوق خدا آپ سے فیض یاب ہوگی۔ یہ جانتے ہی آپ کا غصّہ خوشنودی میں بدل گیا۔ اور شاداں و فرحاں آپ کا پیش کیا ہوا کھانا کھانے لگے۔ یوں تو آپ کسی کو بھی اپنے قریب نہیں آنے دیتے تھے اور نہ کسی کا کھانا کھاتے تھے مگر حضرت کے بیٹھ جانے کے بعد نہ اُٹھانے کی کوشش کی نہ کھانا لَوٹایا۔ آپ جس مقصد کے لئے بحکمِ الٰہی تشریف لائے تھے اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر خوش ہوگئے مگر پھر بھی آپ نے بھید کی بات بھید میں ہی رکھی۔ اور جس کام کے لئے اللہ نے مامور فرمایا تھا اس کو شروع کر دیا۔ اور حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ پر ایسی توجہ فرمائی کہ آپ کا دل ان کی محبت سے بریز ہوگیا کہ اس محبت کے ہاتھوں آپ حضرت کی طرف کھچے چلے آتے تھے۔ اور قربِ حق کے جام پر جام نوش فرماتے تھے۔

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ اکثر حضرت قبلہ خلیفہ صاحب سے فرمایا کرتے تھے کہ "میں روز آپ کی خدمت اقدس میں کھانا لے جاتا تھا۔ جب میں کھانا آپ کی خدمت میں پیش کرتا تھا تو ان بڑے بڑے درختوں پر سے گلہریاں دوڑتی ہوئی آتی تھیں اور آپ کے ساتھ کھانے لگتی تھیں"۔ حضرت کا بیان ہے کہ آپ ان کو دیکھ کر مسکراتے اور فرماتے کہ "یہ تو بھئی اللہ میاں کے مہمان آگئے پہلے انھیں کھانے دو۔ اور کبھی کبھی ان گلہریوں کو پکڑ کر دور ہٹاتے مگر وہ فوراً ہی لَوٹ کر کھانے میں شریک ہو جاتیں۔

یہ گلہریاں انسان کو دور ہی سے دیکھ کر بھاگ جاتی ہیں مگر اللہ کے اس محبوب ولیٔ کامل کے پاس بے اختیار دوڑی چلی آتی تھیں اگرچہ آپ ان کو ہاتھ سے پکڑ کر ہٹاتے مگر یہ بے خوفی سے دوبارہ لپٹ آتیں۔ اصحاب طریقت میں یہ بات مشترک ہے کہ جو بہ اخلاص اللہ سے محبت کرتا ہے اس سے خدا کی ساری مخلوق

محبت کرتی ہے جس طرح بعض اولیاء کرام کی خدمت میں شیر ذخیرہ بھی روزانہ باادب حاضری دیا کرتے تھے۔

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کبھی آپ خوشی کے عالم میں ہوتے تو بچے ذرّہ ہی سے کھانا لاتے ہوئے دیکھ کر نہایت خوش ہو کر پکار اٹھتے تھے۔ "آ ذرّ اُمّتی، آ ذرّ اُمّتی"۔

پیرو مرشد کا گھر آ کر آپ کو مرید بنانا

حضرت سیدنا عظیم اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ بحکم ربی حضرت کی تربیت رُوحانی کے لئے ہی یہاں تشریف لائے تھے۔ اس لئے آپ خود اپنے کام کی تکمیل کے لئے حضرت کے گھر پہنچ گئے۔

ڈاکٹر سلطان صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت نے خود اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ "ایک مرتبہ پیرو مرشد میری قیام گاہ پر تشریف لائے اور آتے ہی ہنڈیا اور برتنوں کو اُٹھا اُٹھا کر زمین پر پھینکنا شروع کیا۔ اپنے گھر آپ کے تشریف لانے پر میں بہت خوش ہوا۔ اور آپ کی کمر مبارک کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر چمٹ گیا اب آپ زمین پر بیٹھ گئے اور عالم جوش میں فرمایا: "آ اُمّتی! میں تیرے ہی لئے آیا ہوں۔ میرے سامنے بیٹھ جا" چنانچہ میں فوراً کمر چھوڑ کر حضرت کے سامنے باادب بیٹھ گیا۔ اس وقت پیرو مرشد نے مجھے اپنے حلقہ ارادت میں لے کر سلسلہ چشتیہ صابریہ میں اپنا مرید بنا لیا۔

راہِ سلوک کی ابتدا

یوں تو حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی سے عبادت و ریاضت میں اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ مصروف رہا کرتے تھے اور حضرت شاہ ابن حسن رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض سے کئی بار مالا مال ہو چکے تھے۔ مگر جب آپ نے اپنے پیرو مُرشد سے بیعت کی تو آپ کی حالت میں بہت بڑا انقلاب آ گیا اور عشق الٰہی کا غلبہ بڑھ گیا۔ حضرت نے بہت سخت ریاضتیں شروع کیں۔ اور دن رات مصروف رہے۔

قبلۂ محترم حضرت خلیفہ صاحب اور ڈاکٹر سلطان صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت کامل شاہؒ اپنی ابتدائی ریاضتوں اور درود و وظائف کے بارے میں فرماتے تھے کہ "آنکھیں کان، ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضا ہی سے گناہ سرزد ہوتے ہیں مگر وہ استغفار پڑھنے سے پاک ہو جاتے ہیں"۔ اس کے علاوہ بھی اس کے بے انتہا فوائد و اسرار ہیں۔ اس لئے سلسلہ چشتیہ کے بزرگ مریدوں کو سب سے پہلے استغفار کا ورد بکثرت کراتے ہیں۔ اور پہلے ذکر جلی

زبان سے ادا کرنا، کراتے ہیں۔ اس طریقہ کے مطابق آپ بھی پہلے استغفار کا ذکر کرتے رہے۔

فنا فی شیخ ہونا

حضرت بلاشبہ "فنا فی شیخ" تھے آپ کو اپنے پیرو مرشد سے جس قدر محبت تھی اس کا بیان کرنا مشکل ہے حضرت فرماتے تھے کہ "ہم اپنے پیرِ و مرشد کی محبت میں فنا ہو جانے کے لئے" مراقبۂ شیخ "کرتے تھے اور دنوں تک اسی میں محو رہتے تھے یہاں تک کہ کمر جھک جاتی تھی اور ریڑھ کی ہڈی میں بہت درد ہونے لگتا تھا۔ یہ وہ مراقبہ ہے جس سے کہ سالک 'فنا فی شیخ' ہوتے ہیں۔ حضرت یہ مراقبہ ایک مدت تک کرتے رہے یہاں تک کہ آپ "فنا فی الشیخ" ہو گئے۔ اور آپ کا سینہ ان کے انوار و تجلیات سے روشن ہو گیا۔

ڈاکٹر سلطان صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت کبھی کبھی جبکہ آپ کو اپنے پیرو مرشد کی یاد آتی تھی فرمایا کرتے تھے "ہم اپنے پیر کی محبت میں بالکل والہ و شیدا تھے اور ان کی محبت میں یہ کہتے تھے کہ سب مر جائیں مگر ہمارا پیر زندہ رہے۔"

حضرت نے اور بھی متعدد ریاضتیں اور مراقبے کئے ہیں جن میں۔ مراقبۂ قبر، مراقبۂ یوم محشر، مراقبۂ موتو قبل ان تموتو، وغیرہ شامل ہیں۔ جن کی تفصیل کافی طویل ہے اور ان کو وہی سمجھ سکتا ہے۔ جو ان کا ریاض کرتا ہے۔

ذکر استغفار اور اس کے اسرار

قبلہ محترم حضرت خلیفہ صاحب اور ڈاکٹر سلطان صاحب سے حضرت نے فرمایا کہ: ہم نے شروع شروع میں اپنے پیرو مرشد کے حکم سے" وردِ استغفار" شروع کیا۔ ہم دن رات اسی میں مشغول رہتے تھے۔ استغفار کا بکثرت ورد کرنے والا درجۂ ولایت پر پہنچ جاتا ہے۔ اس ذکر کے دوران سالک کے دل میں نور جھلکنے لگتا ہے۔ کبھی تو وہ بالکل سفید ہوتا ہے کبھی ستاروں کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور کبھی چاند کی شکل میں اور کبھی برق کی صورت میں۔"

استغفار کے اسرار کی کوئی انتہا نہیں یہ دریائے اسرار الٰہی ہے جس کو اللہ ہی جانتا ہے یا وہ جسے اللہ دکھانا چاہے مگر ہر ایک سالک پر یکساں حال ظاہر نہیں ہوتا۔ کسی پر کچھ ظاہر ہوتا ہے تو کسی پر کچھ البتہ جو اس کو اپنے پیرو مرشد کی اجازت اور پورے خلوص و آداب کے ساتھ پڑھتا ہے۔ اسی قدر اسے صفائے

باطن حاصل ہوتی ہے۔ اسی لئے شیخ طریقت مرید کو سب سے پہلے اسی کا ورد کراتا ہے۔ اس ذکر کے پڑھنے والے کے مُنہ سے کبھی کبھی کالا کالا خون بہنے لگتا ہے۔ کبھی یہ بلغم کے ساتھ نکلتا ہے۔ اور کبھی اور طرح سے۔

حضرت فرماتے تھے" استغفار اور لا الہ الا اللہ کا ذکر کرنے سے ذاکر کی روح اللہ تعالیٰ کی طرف پرواز کرتی ہے اور درود شریف کا ذکر کرنے والے کی روح دربار رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جا پہنچتی ہے" چنانچہ حضرت کو بھی یہی تجربہ ہوا۔

جب حضرت استغفار کا ورد بکثرت کرتے تھے تو آپ کی حالت بہت زیادہ بدل جاتی تھی اور آخر میں تو یہ حال تھا کہ جذب وحال میں بے ہوش ہوجاتے تھے اور آپ کی روح عالم بالا میں کہاں سے کہاں پہنچ جاتی تھی۔ اور بکثرت الہامات ہونے لگے۔

درُود شریف کا ذکر اور اسکی ریاضتیں

قبلہ محترم حضرت خلیفہ صاحب سے فرماتے تھے کہ "اس دوران کبھی کبھی ہماری حالت ایسی ہوجاتی تھی کہ ہمیں آس پاس کا ہوش ہی نہیں رہتا تھا۔" ڈاکٹر سلطان صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت فرمایا کرتے تھے "ایک بار پیرومرشد اچانک میرے پاس آپہنچے اور جوش میں آکر فرمایا" تُو تو اللہ سے کلام کرے اور میں نمازیں پڑھوں" یہ آپ نے اس لئے فرمایا تھا کہ بہت زیادہ ذکر اذکار میں مشغول رہنے کی وجہ سے حضرت دیر تک بے ہوش ہوجایا کرتے تھے۔ اس کے بعد ہی پیرومرشد کی ہدایت پر حضرت نے درود شریف کا ورد شروع کیا اور برسوں تک اس ذکر کو کرتے رہے۔

آپ نے جس قدر ریاضتیں کی ہیں ان کی تفصیل بہت طویل ہے مگر یہاں ہم مختصراً حضرت کے الفاظ میں ان کو بیان کرتے ہیں جیسا کہ آپ نے قبلہ محترم حضرت خلیفہ صاحب اور دوسرے مریدوں سے فرمایا تھا۔

آپ فرماتے تھے "ہم ماں بیٹے دونوں اپنے گھر کا دروازہ بند کرکے ذکر اذکار میں کئی کئی دن تک مشغول رہتے تھے اور ہم میں یہ مسابقت رہتی تھی کہ کون دوسرے سے زیادہ پڑھتا ہے۔ یہاں تک کہ اٹھتے بیٹھتے بھی ایک ساتھ تھے۔ تین چار دن نہیں گزرتے تھے کہ تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ جاتا تھا۔ کتنا ہی مضبوط دھاگہ تسبیح میں ڈالیں بس تین چار دن میں ٹوٹ جاتا تھا۔"

حضرت نے اپنی ریاضتوں کے ابتدائی مراحل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ " شروع شروع میں نیند بہت

ستاتی تھی۔ اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے ہم ماں بیٹے دونوں نئی نئی تدبیریں کرتے تھے۔ جب سخت نیند کا سامنا کرنا پڑتا تو والدہ ماجدہ نیند سے نجات پانے کے لئے رسی تلاش کرکے لاتیں اس کا ایک سرا دیوار پر اپنے سر سے کچھ بلندی پر کیل سے باندھ دیتیں۔ دوسرا سرا اپنے بالوں میں مضبوطی سے باندھ لیتیں جب نیند کے غلبہ سے سر نیچے جھکتا تو رسی سے بندھے ہوئے بال کھنچتے تھے جس کی تکلیف سے نیند اڑ جاتی تھی۔ میں نے جب والدہ کو یہ کرتے دیکھا تو حیران رہ گیا چونکہ میں یہ ترکیب کر نہ سکتا تھا اس لئے کوئی اور تدبیر سوچنے لگا آخر میں نے گھر سے ایک ٹوٹی پھوٹی انگیٹھی تلاش کرکے نکالی اس میں آگ جلائی اور اسے اپنے بالکل قریب رکھ لیا۔ جب ذکر اذکار کے درمیان نیند کا غلبہ ہوتا اور میرا سر نیچے کو جھکتا تو آگ کی تپش سے نیند اڑ جاتی اس طرح ہم دونوں نیند کے غلبہ سے چھٹکارا پا لیتے۔ مدت تک ہم یہی کرتے رہے یہاں تک کہ نیند بالکل ہی اُڑ گئی اور دن رات مسلسل درود شریف کے ذکر میں گزرنے لگے۔ سبحان اللہ۔

حضرت نے فاقہ کشی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ہماری فاقہ کشی کا یہ حال تھا کہ کئی کئی وقت یونہی گزر جاتے تھے جب کبھی سخت بھوک لگتی تو کئی دنوں کی روٹی کے سوکھے ٹکڑے پانی میں بھگو کر کھا لیتے تھے"

حضرت نے فرمایا کہ "اس درمیان میں مجھے پرہیزگاری کا خیال آیا۔ اور میں نے والدہ ماجدہ سے کہا۔ "اے اماں! ہم جَو خرید کر لاتے ہیں اور میں نے یہ دیکھا ہے کہ اس پر بیلوں کی راس چلتی ہے تو بیل اس پر گوبر اور پیشاب بھی کر دیتے ہیں۔ اور اس جَو کا کچھ حصّہ ناپاک ہو جاتا ہے۔ یہ سُن کر والدہ ماجدہ بہت خوش ہوئیں اور آئندہ کے لئے طے کیا کہ جَو کو خریدنے کے بعد پہلے اسے پانی سے دھو کر پاک کیا جائے اور دھوپ میں خشک کرکے چکی میں پسوایا جائے اور پھر کام میں لایا جائے۔ مگر کچھ دنوں بعد دورانِ ریاضت مجھے ایک اور خیال آیا کہ ہم جب چکی میں آٹا پسواتے ہیں تو اس کے ساتھ دوسروں کا آٹا بھی مل جاتا ہے یہ ٹھیک نہیں ہے اس لئے میں نے والدہ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ میری بات سن کر بہت خوش ہوئیں۔ اور پھر یہ طے کیا گیا کہ آئندہ کے لئے ہم خود اپنے ہاتھ سے اپنے گھر میں جَو پیس لیا کریں گے۔"

جب کھانے پینے میں تقویٰ اور پرہیزگاری کا معاملہ بالکل درست ہو گیا تو اب ہمیں سوائے ذکر اذکار کے کسی بات کا ہوش نہ رہا۔ دن رات بغیر کھائے پئے ذکر اذکار میں گزر جاتے تھے۔ جب آٹھ دس دن گزر جاتے تو میں والدہ سے کہتا تھا "آج تو سالن سے روٹی کھانے کو جی چاہ رہا ہے" تو والدہ مٹی کے پیالے میں تھوڑا سا

پانی لے کر اس میں کچھ نمک ڈال دیتیں۔ ہلدی کی گرہ اس میں گھس کر پانی کا رنگ زرد کر دیتی تھیں۔ اسے ہم دونوں کھا لیتے تھے اور میں والدہ سے کہتا تھا۔" اماں آج تو نے سالن پکایا ہے "

یعنی کئی روز کی سخت بھوک کے بعد ذرا سی ہلدی ملے پانی میں بھی حضرت کو بہت زیادہ مزہ آتا تھا۔ حضرت نے فرمایا:۔ اس کے بعد تو یہ بھی ختم ہو گیا۔ ہم ماں بیٹے کو کھانے پینے کی قطعی حاجت رہتی تھی نہ فرصت۔ آٹھ دس روز بغیر کچھ کھائے پئے گذر جاتے تھے۔ اس اثنا میں جب میرا نفس کچھ کھانے پینے کی خواہش کرتا تو میں کہتا تھا۔ کوئی گوشت روٹی کھاتا ہے کوئی دال روٹی کھاتا ہے مگر ہم تو صرف صبر ہی کھاتے ہیں۔ آخر کار نیند اور بھوک سے ہم کو نجات مل گئی بے کھائے پئے دن رات گزر جاتے تھے۔ پیشاب پاخانے سے بھی فرصت تھی اور وضو بھی نہیں ٹوٹتا تھا۔"

درود شریف کی اس قدر ریاضتیں کرنے سے حضرت کی کایا پلٹ گئی اور آپ عشق رسول میں اس قدر ڈوب گئے کہ فنا فی الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہو گئے۔

مقامِ فنا فی الرّسول کی شان

طریقت میں یہ مقام بہت بڑا مقام ہے جو سالک فنا فی الرسول ہو جاتا ہے وہ بلا واسطہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض یاب ہوتا ہے۔ یہ مقام فنا فی شیخ کے بعد پیر و مرشد کی عنایت اور درود شریف اور وہ مراقبات جس میں سبز گنبد کے مکیں صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کیا جاتا ہے جب نصیب ہوتا ہے۔

جب سالک فنا فی الرسول ہو جاتا ہے تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنی توجہ خاص سے نوازتے ہیں اور پھر اسے عشق الہٰی سے لبریز جام پلائے جاتے ہیں جس سے کہ سالک ایک مختصر عرصے میں مقام فنا فی اللہ میں پہنچ جاتا ہے۔ جو فنا فی الرسول ہو جاتا ہے تو راہ سلوک کی باقی منازل سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت سے نہایت آسان ہو جاتی ہیں۔ فنا فی الرسول ہوئے بغیر بلند مقامات پر پہنچنا نہایت مشکل ہے۔ فنا فی الرسول سالک جب سوتا ہے تو اس دوران اس کی روح دربار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جا پہنچتی ہے۔ ایک مرتبہ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ رات کو کافی دیر تک بے ہوش رہے۔ والدہ ماجدہ

پریشان تھیں۔ حضرت کا جسم مبارک بالکل ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ (واضح رہے کہ جس کی روح دربار رسول اللہ میں پہنچتی ہے اس وقت اس کا جسم ٹھنڈا ہوتا ہے اور جب دربار خداوندی میں پہنچتی ہے اس وقت جسم گرم ہوتا ہے) آدھی رات کے بعد حضرت ہوش میں آئے تب سب کو اطمینان ہوا۔ حضرت کامل شاہ فنا فی الرسول تھے اور سرکار دو عالم کی خاص نظر عنایت تھی کہ آپ اس قدر بلند تر مقام پر پہنچ گئے۔ اس کی تفصیل ہم آگے باب میں دیں گے۔

پیر و مرشد کا حضرت کو خلافت عطا کرنا

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ تین چار سال تک اپنے پیر و مرشد کی خدمت کرتے رہے اور ان کی صحبت اقدس سے بے انتہا فیض یاب ہوتے رہے۔ یہ پیر و مرشد کی ولایت کا کمال تھا کہ اس مختصر عرصہ میں حضرت کو فنا فی الرسول کے مرتبہ پر پہنچا دیا اور مقبول بارگاہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنا دیا۔

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی دربار رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں باریابی کے بعد آپ کا فریضہ جس کے لئے آپ آئے تھے تکمیل پا چکا تھا۔ کیونکہ بقیہ مراتب ولایت طے کرانے کے لئے اب براہ راست سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد ہر گھڑی شامل حال تھی۔ اب ایک آخری کام رہ گیا تھا۔ کہ حضرت کو خرقہ خلافت عطا کر کے اپنا جانشین مقرر کر دیں۔

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے پیر و مرشد کے خلافت عطا کرنے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے جناب صنغ علی خاں صاحب سے فرمایا۔ "ایک بار میں ہمیشہ کی طرح پیر و مرشد کی خدمت میں کھانا لے کر حاضر ہوا آپ نے ذرا ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

"ارے اپنے پیر کو یہاں کھانا کھلاتے ہو؟"

میں سمجھ گیا کہ آپ کو یہاں کھانا پسند نہیں اور آپ کا ارادہ گھر آنے کا ہے۔ میں نے فوراً ہی عرض کیا۔" حضور پھر تو گھر ہی تشریف لے چلئے "۔ یہ سن کر آپ بہت خوش ہوئے اور میری دعوت قبول کر لی میں فوراً ہی گھر پہنچا اور والدہ ماجدہ کو سارا واقعہ بیان کیا مجھے اس بات کی بے انتہا خوشی تھی کہ آج پیر و مرشد گھر تشریف لانے والے ہیں تاکہ میں ان کی اچھی طرح خدمت کر سکوں مگر جب والدہ نے

بتایا کہ گھر میں سوائے آٹے، ہلدی اور نمک کے کچھ نہیں ہے تو میں حیران رہ گیا۔ یہ عجیب بات تھی کہ روزانہ تو ہمارا روزہ رہتا تھا اور آج گھر ہی کا روزہ تھا" حضرت نے فرمایا کہ "گھر میں دعوت کے لائق کچھ نہ ہونے کا مجھے بہت قلق تھا۔ مگر اب ہو بھی کیا سکتا تھا؟ میں نے والدہ سے کہا "جو کچھ بھی ہو تیار کرو" جب پیر و مرشد تشریف لائے تو میں نہایت ادب و تعظیم کے ساتھ آپ کو گھر میں لایا۔ آپ اندر داخل ہوئے تو ایک ہی نگاہ میں ویران گھر کا بخوبی جائزہ لے لیا۔ جب گھر میں کچھ بھی نظر نہ آیا تو (واضح رہے حضرت راہِ خدا میں سارا اسباب خانہ لُٹا چکے تھے) بہت ہی خوش ہوئے اور جب میں نے حضرت کی خدمت میں ہلدی اور نمک کی چٹنی پیش کی تو بے انتہا خوشی سے جھوم اُٹھے اور نہایت محبت و شفقت کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے بار بار فرمایا۔

"سُبحان اللہ! فقیر کے گھر میں یہی ہوتا ہے فقیر کے گھر میں یہی ہوتا ہے"

اس کے بعد عطائے خلافت کے سلسلہ میں حضرت نے فرمایا کہ "جو کچھ دینا تھا پیر و مرشد نے اسی وقت دے دیا" یعنی وہ فیض جو دربار رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یکے بعد دیگرے خلفا کے مبارک سینوں سے منتقل ہوتے ہوئے آپ کے سینۂ مبارک میں آیا تھا وہ سب اسی وقت آپ نے حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے سینۂ اقدس میں بھر دیا اور بے انتہا فیوض روحانی سے آپ کو مالا مال کر دیا۔

حضرت نے ارشاد فرمایا "پیر و مرشد نے مجھے اپنے سلسلۂ چشتیہ صابریہ کی خلافت عطا کی اور مجھے اپنا جانشین بنایا اور اپنے سلسلہ چشتیہ صابریہ کا ایک شجرہ بھی عطا کیا۔"

پیر و مرشد نے حضرت کو بحکم الٰہی یہ خلافت عطا کی تھی جو تمام خلافتوں میں عظیم المرتبہ خلافت ہے جس کا بیان انشاء اللہ آگے تفصیل سے کیا جائے گا۔

پیر و مرشد کا تشریف لے جانا

حضرت شاہ عظیم اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ دراصل بحکمِ الٰہی جس مقصد کے لئے آگرہ تشریف لائے تھے وہ پورا ہو چکا تھا۔ آپ کا وہ مقصدِ خاص حضرت کامل شاہؒ کو راہِ سلوک کی تربیت دے کر اپنا جانشین بنانا تھا۔ پیر و مرشد نے حضرت کو طریقت کے اس مقام پر پہنچا دیا تھا جہاں پہنچنے کے لئے ایک طویل عرصہ کی ضرورت تھی۔ اب جبکہ پیرِ و مرشد نے حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو مقبول سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنا دیا۔ فنا فی شیخ کے درجہ سے فنا فی رسول کے مرتبۂ اعلیٰ تک پہنچا دیا اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق تفویض کر دیا اور واپس جانے سے پہلے جو کچھ دینا تھا دے دیا اور اپنے تمام تر فیوض قلبی اور انوار روحانی سے حضرت کے قلب کو مالا مال کر دیا تو پیر و مرشد کا فریضۂ تکمیل کو پہنچ گیا اور جس طرح اچانک تشریف لائے تھے اسی طرح اچانک روپوش ہو گئے۔

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت قبلہ خلیفہ صاحب اور دوسرے مریدین سے اکثر فرماتے تھے کہ جب پیر و مرشد حضرت شاہ عظیم اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ میرے گھر تشریف لائے اور اپنے فیض سے بخوبی فیضیاب کر کے اپنی خلافت عطا کی اور اپنا جانشین بنا دیا تو بس دو یا تین دن کے بعد ہی یکا یک اپنے ڈیرہ سے روپوش ہو گئے اور کوئی پتہ نہ چلا کہ کہاں گئے "۔ مگر گمانِ اغلب یہ ہے کہ آپ اپنے وطن سیالکوٹ تشریف لے گئے تھے۔ حضرت اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "چونکہ آپ طریقت و ولایت میں منتہی تھے اور منتہی ولیٔ کامل ہوتا ہے اور اپنے بھید سے کسی کو آگاہ نہیں کرتا اس لئے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنا کام پردۂ اسرار میں سرانجام دے دیا اور پھر اچانک رخصت ہو گئے کہ آج تک آپ کا پتہ نہ چل سکا۔"

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ آپ کی روح اقدس کو ثواب پہنچانے کے لئے ہر طرح کا اہتمام کرتے تھے اور اپنے سلسلہ کے پیرانِ طریقت کی طرح جو ہر سال اپنے شیوخ کا عرس مناتے تھے آپ بھی اپنے گھر کھانا پکوا کر غربا میں تقسیم کرتے تھے۔ حضرت کو اپنے پیر و مرشد سے جس قدر محبت تھی وہ ناقابلِ بیان ہے یہ حضرت

ہی کی شان تھی کہ اپنے پیر و مرشد کی جدائی کا غم بھی برداشت کرتے رہے اور بڑی سعی و جہد کے ساتھ راہِ سلوک کی منازل طے کرتے رہے کہ تب و تاب فراق رہرو منزلِ عشق کو اور زیادہ تیز رو بنا دیتا ہے یہ حضرت ہی کا وصف خاص تھا کہ ایک مختصر سے عرصہ میں پیر و مرشد سے اس درجہ فیض یاب ہو گئے یہ بس آپ ہی کی شان تھی ورنہ بہت سوں نے اپنی پوری زندگی اس راہ میں صرف کر دی مگر اپنے کام کی تکمیل سے محروم ہی رہے۔

حضرت کے پیر و مرشد بظاہر آپ سے جدا ہو گئے تھے مگر حقیقت میں وہ ہر لمحہ ہر آن آپ کے ساتھ ہی تھے۔ قلب مبارک پیر و مرشد کے عشق سے لبریز ہو چکا تھا آپ فنا فی شیخ ہو چکے تھے، من و تو کا امتیاز باقی نہ رہا تھا کہ۔ ؎

من تو شدم تو من شدی
من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں
من دیگرم تو دیگری۔!

اس حالت جذب و کیف میں وصل و فراق جدائی و یکجائی سارے امتیازات مٹ جاتے ہیں اور محب و محبوب بہ اعتبار ظاہر علیحدہ بھی ہوں تو بہ اعتبار باطن یکجا بھی ہوتے ہیں کہ فاصلے قرب کے لئے رکاوٹ نہیں بنتے۔ اس لئے حضرت کو پیر و مرشد کی مدد سے ترقیٔ مراتب میں کوئی دشواری پیش نہ آئی اور آپ حضرت پہلے سے زیادہ ریاضتوں میں مصروف ہو گئے۔ درا صل روحانی رشتہ کبھی نہیں ٹوٹتا۔ پیر و مرشد اپنے مخلصین و محبین کے ساتھ ہی ہوتے ہیں اور قیامت میں بھی وہی بیڑہ پار کرا دیں گے (انشاء اللہ تعالےٰ)

حضرت کامل شاہؒ کا راہِ خدا میں گھر بار لٹانا

اس وقت حضرت کی تنخواہ بس یہی آٹھ نو روپیہ تھی پھر بھی دریائے سخاوت ہمیشہ آپ کے گھر سے جاری رہتا تھا جب بھی کوئی سائل کچھ مانگتا اسے عطا کرتے اور وہی عطا کر دیتے جو وہ طلب کرتا تھا آپ کی سخاوت کی تفصیل بڑی طویل ہے تاہم مختصراً یہاں کچھ عرض کیا جاتا ہے۔

جناب شوکت حسین صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت نے مسلسل پانچ سال تک اپنے گھر کا سارا سامان

فی سبیل اللہ غریب غربا میں لٹا دیا وہ اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت کی پہلی شادی کے جہیز کا سامان گھر میں موجود تھا اور جب پہلی بیوی کی وفات کے بعد دوسری شادی کی تو اس کا جہیز بھی گھر آ گیا اگرچہ یہ سب بہت زیادہ ملکیت نہ تھی مگر آپ سے دیکھا نہ گیا اور ایک بار حضرت نے گھر کا سارا سامان نکال کر باہر ڈھیر لگا دیا اور پڑوس میں جو حاجت مند غریب تھے انہیں بلا کر اکٹھا کیا اور ان سے فرمایا "جس کا جو جی چاہے لے جائے میں نے یہ سب راہ خدا میں دیدیا" بس پھر کیا پوچھنا تھا، سب کے سب ٹوٹ پڑے اور جس کے جو ہاتھ آیا وہ لے کر چلتا بنا اور ذرا سی دیر میں سارا سامان ختم ہو گیا۔ حضرت، والدہ ماجدہ اور نئی دلہن صرف بدن کے کپڑوں سے خالی گھر میں داخل ہوئے اور اللہ تعالٰی کا شکر بجا لائے۔

ایک اور دفعہ پورے گھر کو لٹانے کا واقعہ حضرت نے اپنے نورِ نظر جناب شبیر حسن سے فرمایا کہ: جب ہم نے غریبوں کو بلا کر اپنے گھر کا سارا سامان راہِ خدا میں لٹایا تو ان میں سے کچھ لوگ اس خیال سے گھر میں داخل ہوئے کہ شاید کچھ رکھا ہوگا مگر وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ جب گھر میں انھوں نے کچھ نہ پایا تو گھر کے چولھے کے پتھر ہٹا اٹھا کر چل دیئے۔"

ایک اور مرتبہ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت نے جناب سلیم صاحب سے فرمایا کہ "غریب مسکین لوگ ہمارے گھر کا سامان لے جا رہے تھے اور میں اور میری بیوی (شریفن صاحبہ) ایک کونے میں کھڑے یہ منظر دیکھ رہے تھے کہ میری نظر بیوی کے ہاتھوں پر پڑی میں نے دیکھا کہ وہ ہاتھوں میں چوڑیاں پہنے ہوئی ہیں جو معمولی قیمت کی تھیں۔ مگر میں نے ان سے کہا کہ یہ بھی دے دو۔ شریفن نے فوراً اپنے ہاتھوں سے چوڑیاں اتار کر ان غریبوں کو دے دیں اب ہمارے پاس سوائے پہنے ہوئے کپڑوں کے کچھ اور نہ رہا۔"

بس اسی طرح حضرت مسلسل پانچ سال تک اپنے گھر کا سارا سامان راہِ خدا میں لٹاتے رہے جس طرح آپ کی ریاضتیں بے مثال تھیں اسی طرح سخاوتیں بھی بے مثال تھیں۔

حضرت کامل شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی سخاوت کا ڈنکا آگرہ شہر کے علاوہ دور دور تک پہنچ گیا تھا اور سائل دور دور سے حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنا مدعا پیش کرتے تھے اور مالا مال ہو کر لوٹتے تھے کبھی کوئی سائل آپ کے گھر سے خالی ہاتھ نہیں گیا۔

علاوہ ازیں حضرت کا آخر وقت تک یہی معمول رہا کہ شام کو کھانے سے پہلے اگر کوئی سائل نہ آتا تو کئی کئی گھنٹے تک سائل کے انتظار میں بے کھائے بیٹھے رہتے، روزے سے بھی ہوتے تو سائل کا انتظار

کرتے رہتے۔ جب تک کسی فقیر یا غریب کو کھانا نہیں کھلا دیتے خود نہ کھاتے۔ کراچی پاکستان آنے کے بعد بھی آپ کا یہی معمول رہا۔ اکثر کئی میل تک جا کر فقیر کو کھانا کھلاتے تھے۔ خصوصاً آپ نے اپنے جاں نثار اور بہت ہی غریب مرید مخدوم شیخ جی کو یہ ہدایت فرما دی تھی کہ وہ روزانہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کھانا کھایا کرے۔

جناب شوکت حسین صاحب فرماتے ہیں کہ خاص طور سے ماہ رمضان المبارک میں آپ کا دریائے فیض بڑی روانی سے جاری رہتا تھا یہاں تک کہ کبھی کبھی حضرت اپنے پاس کچھ بھی نہیں رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت نے ایک مہینہ میں ستر روپے خیرات کر دیئے جبکہ آپ کی تنخواہ آٹھ نو روپیہ تھی گویا کہ حضرت اتنی سی تنخواہ میں گھر کے اخراجات پورے کرنے کے بعد بھی کچھ نہ کچھ بچا لیتے تھے اور اسے راہ خدا میں صرف کر دیتے تھے۔

جناب شوکت حسین صاحب اور ڈاکٹر سلطان صاحب وغیرہ فرماتے ہیں کہ حضرت کی سخاوت کی کوئی حد و انتہا نہ تھی۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "اگر سائل آجائے اور سخی کی جیب خالی بھی ہو تو جب وہ دینے کے لئے اپنے جیب میں ہاتھ ڈالتا ہے تو اللہ تعالےٰ اسے کچھ نہ کچھ ضرور دے دیتا ہے مگر بخیل کی جیب بھری ہوئی بھی ہو اور وہ اپنے جیب میں ہاتھ ڈالے تو اس کی جیب سے کچھ بھی نہیں نکلتا۔"

آخر عمر میں حضرتؒ بار بار یہ فرماتے تھے کہ "امام حسن رضی اللہ عنہ نے بھی کئی بار اپنا گھر راہ خدا میں لٹا دیا تھا۔" یہ کہہ کر آپ کچھ خاموشی اختیار فرماتے اور پھر فرماتے "ہم نے بھی کئی بار اپنا سب کچھ راہ خدا میں لٹا دیا مگر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑا تو اللہ تعالےٰ نے پھر ہمیں ان کے صدقہ میں سب کچھ دیدیا۔"

حضرت کو امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ سے بے انتہا محبت تھی۔ جب بھی ان حضرات کا ذکر آتا تو حضرت بہت ہی بے قرار ہو جاتے۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ حضرت نے اپنی زندگی امامین جلیلین کے نقش قدم پر گزاری اور انہیں کی طرح بار بار اپنا پورے کا پورا گھر راہ خدا میں لٹا دیا۔

آپ کی نظر میں دنیا اور اس کے مال کی حقیقت

حضرت کامل شاہ رحمتہ اللہ علیہ مسلسل پانچ سال تک اپنا سارا گھر بار لٹاتے رہے یہ ہمت و توفیق صرف اس لئے حضرت کو حاصل ہوئی کہ آپ کی نظروں میں دنیا کی کوئی حقیقت نہیں رہی تھی جس کو اللہ نے دولت کونین یعنی اپنے عشق و محبت سے مالا مال کر دیا ہو وہ دنیا کے مال و اسباب کو کیا خاطر میں لا سکتا ہے جس قدر عشق آپ کے قلب میں ودیعت ہوا تھا اسی قدر دنیا آپ کی نظروں میں حقیر و بے مایہ ہو چکی تھی۔

آپ کے بار بار راہ خدا میں اپنے گھر کو لٹاتے کا دور دور تک شہرہ ہو چکا تھا۔ آپ سے محبت کرنے والے ایک صاحب کو جب یہ معلوم ہوا تو انھوں نے اپنی بیگم صاحبہ کو حضرت کے گھر بھیجا کہ وہ گھر کا معائنہ کر کے بازار سے تمام ضروری چیزیں خرید کر پہنچا دیں اس واقعہ کی تفصیل جناب شوکت حسین صاحب نے اس طرح بیان کی ہے کہ ان بیگم صاحبہ نے جن کا نام اصغری بیگم تھا اپنے ملازم کو ساتھ لیا اور حضرت کے گھر آ پہنچیں۔ دیکھا کہ حضرت اور آپ کی والدہ ماجدہ ذکر اذکار میں مشغول ہیں اور جیسا کہ سنا تھا گھر میں کچھ بھی نہیں تھا۔ یہ دیکھ کر سخت حیران رہ گئیں اور ملازم کو لے کر بازار گئیں اور ضروری سامان لے کر حضرت کے گھر آئیں۔ جب انھوں نے گھر میں سامان اتارنا چاہا تو حضرت کی نظر ان پر پڑی سامان کو دیکھ کر حضرت بہت خفا ہوئے اور فرمایا "ہمیں ان سانپ بچھوؤں کی کوئی ضرورت نہیں فوراً یہاں سے لے جاؤ ہمارے پاس جو کچھ تھا ہم پہلے ہی نکال چکے ہیں اور تم پھر انہیں لے کر آئی ہو؟ ہمیں یہ سب کچھ نہیں چاہئے" وہ بیگم صاحبہ سمجھ گئیں کہ دنیا کا مال و اسباب آپ کی نظروں میں ہیچ ہو چکا ہے۔ چنانچہ وہ ملازم کے ساتھ سامان لے کر واپس چلی گئیں۔ سبحان اللہ۔

حضرت کی نظر میں دنیا کے مال و اسباب کی کوئی اہمیت ہی نہیں تھی بلکہ آپ اسے سانپ بچھو قرار دیتے تھے۔ آپ نے اپنے مبارک گھر کو دنیا کے مال ملکیت سے پاک ہی رکھا اور ہمیشہ آپ کا یہی طرز عمل رہا۔ جب بھی خدمت اقدس میں آپ کے خدام اور معتقد کھانے پینے کی چیزیں پیش کرتے تو اتباع سنت میں اسے قبول فرما لیتے مگر اکثر یہ ہوتا کہ ذرا سا چکھ کر فرماتے کہ "اسے اپنے بال بچوں میں تقسیم کر دو" اور کبھی کبھی یہ فرماتے کہ بھئی ہمارے لئے اللہ تعالےٰ اور اس کا رسول کافی ہے تم یہ تکلیف کیوں کرتے ہو۔؟

حضرت کے ان کلمات سے انصار مدینہ کا یہ واقعہ یاد آتا ہے کہ جب ایک غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت مہاجرین میں تقسیم فرما دیا تو انصار میں کچھ لوگوں نے اس بات کو محسوس کیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے انصار کو بلا کر ایک اثر انگیز تقریر کی اور اپنے اس عمل کی حکمت بتائی اور آخر میں فرمایا کہ "اے انصار کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ اور لوگ تو دنیا کا مال و متاع لے جائیں تم اللہ تعالےٰ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لے جاؤ" یہ سن کر انصار کے جوان اور بوڑھے بے اختیار بول اٹھے۔ "ہمارے لئے اللہ اور اللہ تعالےٰ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کافی ہے۔" حضرت بھی انصار کی طرح محبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے کہ آپ کی زبان مبارک سے بھی اکثر وہی کلمات ادا ہوئے تھے جو انصار کی زبان سے ادا ہوئے تھے۔ ریاضت کے عرصہ میں خلافت کو حاصل کئے ہوئے بھی کئی سال ہو چکے تھے مگر آپ کسی سے کوئی تحفہ قبول نہیں فرماتے تھے۔ جناب خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ شروع شروع میں آپ کبھی کسی سے کوئی تحفہ نہیں لیتے تھے مگر بعد میں جب کچھ نہ کچھ قبول کرنے لگے تو فرمایا کرتے تھے: "حضور علیہ السلام کا دامن پکڑا ہے اس لئے ایسا کرنا پڑتا ہے"۔ یعنی اتباع سنت کی خاطر اپنے جاں نثاروں سے ہدیتاً کھانے پینے کی چیز قبول فرما لیتے تھے۔

آپ کی خدمت اقدس میں عوام و خواص حاضر ہوتے رہتے تھے ان آنے والوں میں حکام اور متمول افراد بھی ہوتے تھے۔ اور اپنے اپنے مقصد کے لئے آپ سے دعا کراتے تھے۔ جب کسی کا کام پورا ہو جاتا تو وہ قیمتی تحائف لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا اور نذر قبول کرنے کی درخواست کرتا اس بات پر حضرت بہت ہی ناراض ہوتے اور فرماتے "بھئی جو اللہ کو منظور تھا وہ ہو گیا مجھے ان چیزوں سے کیا مطلب"۔ پھر آپ ان تحائف کو اسی وقت لوٹا دیتے۔

آپ کا یہ عمل اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھا کہ مسجد نبوی میں اطراف و جوانب سے اموال آتے اور ان کا ڈھیر لگ جاتا مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہ سب کا سب لوگوں میں تقسیم فرما دیتے اور وہاں سے اٹھتے تو کپڑے جھاڑ کر اٹھتے اس میں سے تنکا برابر چیز بھی آپ کے گھر میں نہ جاتی حضرت کے شہزادے جناب محمد شبیر حسن صاحب اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ کراچی لالوکھیت میں حضرت مقیم تھے۔ ایک سرکاری افسر حاضر ہوئے اور آتے ہی انہوں نے حضرت کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ حضرت نے ان کو اس سے روک دیا اور وجہ معلوم کی ان صاحب نے عرض کیا کہ "حضور میرے خلاف ایک

شخص نے جھوٹا مقدمہ قائم کر دیا ہے اور اب میری نوکری جانے کا خطرہ ہے۔ براہِ کرم میرے لئے دعا فرمائیں کہ میرا کام بن جائے اس مقدمہ کا بس اب فیصلہ ہونے ہی والا ہے۔" حضرت نے کچھ دیر سکوت فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا "تم جاؤ جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا سو ہو گا۔" جب وہ شخص زیادہ اصرار کرنے لگا تو آپ نے اسے صبر کی تلقین فرمائی وہ یہ سمجھا کہ شاید حضرت نے کوئی توجہ نہیں دی اور وہ چلا گیا۔ مگر مقدمہ کا فیصلہ آخر کار اسی کے حق میں ہو گیا۔ اس کامیابی پر وہ بہت سی چیزیں خرید کر تحفتاً پیش کرنے کے لئے حاضرِ خدمت ہوا۔ اس وقت اتفاق سے حضرت کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ اس وقت افسر نے جیسے آپ کو دیکھا فوراً آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اور بار بار عرض کرنے لگا کہ حضور آپ ہی نے کرم فرمایا ورنہ میں کہیں کا نہ رہتا براہِ کرم یہ حقیر تحفہ ضرور قبول فرما لیجئے۔ شہزادہ میاں جو خود اس وقت حاضر تھے فرماتے ہیں کہ حضرت نے اسے تسلی دی کہ اللہ کو جو کچھ منظور تھا سو ہوا۔ ہمیں ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے مگر وہ کہاں ماننے والا تھا وہ برابر یہی کہتا رہا کہ حضور براہِ کرم یہ تحفہ قبول فرمالیں۔ جب وہ نہ مانا تو حضرت بہت ہی سعا ہوئے اور فرمایا "تم یہ سب لے جاؤ ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ورنہ ہم ابھی اسی وقت غریب بچوں کو بلا کر تقسیم کر دیتے ہیں"۔ آخر کار ان صاحب کو اپنے ہدیوں تحفوں کے ساتھ لوٹنا ہی پڑا۔

حضرت جب کسی کے ہاں کسی خاص موقع پر دعوت میں جاتے تو بس کا کرایہ بھی خود ہی ادا کرتے جب دعوت سے لوٹنے لگتے تو میزبان کے بچوں کو روپے تقسیم فرماتے۔

شہزادہ میاں فرماتے ہیں کہ کراچی کے کمشنر جناب نقوی صاحب (مرحوم) اکثر حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے تھے اگرچہ وہ مذہباً شیعہ تھے مگر حضرت سے بہت زیادہ عقیدت رکھتے تھے۔ ایک بار وہ حضرت سے بار بار یہ فرماتے رہے کہ حضور ہم سے کچھ خدمت لیجئے۔ مگر حضرت نے ان سے یہی فرمایا کہ "ہمارے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ کافی ہے"۔ شہزادہ میاں فرماتے ہیں کہ ایک بار پھر وہ آئے تو زور دیکر یہ فرماتے رہے اور اصرار کرتے رہے کہ حضور آپ کی عمر تو بڑی ہو چکی اگر آپ اپنے لئے کچھ طلب نہیں کرتے تو کم از کم اپنے فرزند کے لئے تو حکم کیجئے کہ ان کے لئے میں کوئی زمین الاٹ کرا دوں۔ مگر حضرت نے ان کا یہ معروضہ بھی قبول نہیں فرمایا۔

ان واقعات سے بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا کہ حضرت کی نگاہ میں دنیا اور اس کے مال و اسباب کی کیا حقیقت تھی؟ ہم نے اپنی آنکھوں سے حضرت کا یہ عمل دیکھا ہے جس پر آپ آخر عمر تک قائم رہے

اور زندگی بھر آپ حالت فقر میں رہے اور اپنے پیچھے گھر والوں کے لئے بھی اسی کو چھوڑ گئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی فقر کے لئے ارشاد فرمایا کہ "الفقر فخری" فقر میرے لئے باعث فخر ہے۔ فقر کی ضد غنا ہے، غنا دنیاداری کے لئے عزت و فخر کا سبب ہوتا ہے مگر اللہ والوں کا غنا یہی فقر ہے جو محض بے سروسامانی کا نام نہیں بلکہ دنیا اور اس کے اموال سے سچی بے نیازی کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی خاطر دنیا سے بے نیاز ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنا بنا لیتا ہے براہ راست اس کی حاجت روائی فرماتا ہے اور اس کو دنیا کا محتاج نہیں رہنے دیتا۔

اذان حقیقی اور اس کے اسرار

جس طرح مقربین بارگاہ الٰہی کی نماز خاص کیفیات رکھتی ہیں اسی طرح ان کی اذانیں بھی خاص وصف رکھتی ہیں۔ عام لوگوں کی اور ان مقربین خاص کی اذانوں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ عام شخص اگر فرائض موذن ادا کرتا ہے اور اذان دیتا ہے تو اس کی آواز ایک مقررہ حد سے آگے نہیں جا سکتی مگر جب ایک اللہ تعالیٰ کا عاشق اور محبوب بندہ عشق الٰہی سے سرشار ہو کر اذان پڑھتا ہے تو اس کی یہ آواز آسمانوں سے ہوتی ہوئی عرش اعظم سے جا ٹکراتی ہے۔ جب ملائکہ عالم ملکوت میں یہ آواز سنتے ہیں تو مضطرب ہو جاتے ہیں کہ یہ کس عاشق الٰہی کی پکار ہے؟

اللہ تعالیٰ کے عاشق بندے یہ اذان اس زبان سے پکارتے ہیں جس کے متعلق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث قدسی میں فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی بندہ فرائض اور واجبات کے علاوہ نفلی عبادتوں سے میرا قرب ڈھونڈتا ہے تو میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کام کرتا ہے میں اس کے پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے میں اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بات کرتا ہے۔"

یہی وہ زبان پاک ہے جس سے اولیاء کرام اذان دیتے ہیں۔ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی اذانیں بھی ایسی ہی موثر تھیں۔ حضرت نے فرائض و واجبات کے علاوہ نفل عبادات میں دن رات مشغول رہ کر اللہ تعالیٰ کے قرب کا وہ درجہ حاصل کر لیا تھا جس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ قبلہ محترم حضرت خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت کی اذانیں اسرار الٰہی سے بھرپور ہوتی تھیں جن میں سے بعض اسرار کی طرف آپ دوران گفتگو

کبھی کبھی اشارہ فرماتے تھے۔ ایک بار حضرت نے مجھ سے اپنی پراسرار اذانوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ "میں جب اذان دیتا تھا تو اس کی آواز آسمانوں میں خود سنتا تھا" سبحان اللہ ایسی اذانیں تو ایسی زبان پاک سے ادا ہو سکتی ہیں جس کا ذکر حدیث قدسی میں آیا ہے۔

حضرت خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ "حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اذان دینی بند کر دی تھیں تب بھی میں اپنی اذانوں کی آواز اسی طرح آسمانوں میں سنا کرتا تھا" سبحان اللہ

یہ ایک اسرار ہے جو اولیاء کرام پر نہایت ہی پوشیدہ طور پر ظاہر ہوتا ہے اسے ان کے سوا کوئی اور نہیں جانتا اور نہ عام لوگ عقل ناقص سے اس کی حقیقت کو پا سکتے ہیں۔

"نکتۂ خاص مگو کہ مجلس عام است اینجا"

نماز اور اس کی پابندی

جب تک فرائض، واجبات و سنن باقاعدگی سے ادا نہ کئے جائیں تب تک نفل ریاضت بے سود ہے اس لئے تمام بزرگان دین ہمیشہ فرائض اور واجبات و سنن نہایت اخلاص اور باقاعدگی کے ساتھ ادا کرنے کے بعد نفلی عبادات کو انجام دیتے ہیں۔ حضرت کامل شاہ رحمتہ اللہ علیہ بھی اپنی پوری زندگی میں اسکا خیال رکھتے تھے اور بالخصوص فرض نماز پابندی سے باجماعت ادا کرتے تھے۔

جناب شوکت حسین صاحب فرماتے ہیں کہ میں حضرت کے ساتھ پولیس کی ملازمت میں تھا جب حضرت کی ڈیوٹی لال کرتی کے محلہ میں تھی آپ مسلسل نو برس تک اذان سے پہلے مسجد میں حاضر ہو جاتے تھے اور خود اذان دیتے تھے اور پانچوں وقت کی نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت رات بھر ذکر اذکار میں مصروف رہتے تھے اس کے باوجود نماز فجر باجماعت ادا کرنے کے لئے اذان کے وقت سے پہلے مسجد پہنچ جاتے تھے اور خود ہی اذان دیتے تھے پھر نماز فجر کے بعد بھی ذکر اذکار میں مشغول رہتے تھے۔ جب سورج سوا نیزے پر آجاتا تب نماز اشراق ادا کرتے تھے اس پر آپ زندگی بھر عمل کرتے رہے۔

آپ کے شہزادے حافظ شبیر حسن صاحب فرماتے ہیں کہ والد بزرگوار نے ایک بار فرمایا کہ ایک مرتبہ آپ بعد نماز فجر ذکر اذکار میں مشغول تھے اس درمیان میں آپ کے صاحبزادے وصال فرما گئے۔ آپکے پڑوسی نے آکر اس بات کی خبر دی حضرت نے "اناللہ" پڑھنے کے بعد فرمایا "تم چلو ہم نماز اشراق پڑھکر آتے ہیں" جب

نماز اشراق کا وقت ہو گیا تو آپ نے نماز ادا کی اس کے بعد گھر تشریف لے گئے اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ آپ نماز اشراق کی کس درجہ پابندی فرماتے تھے۔ یہی وہ نماز ہے جس کے متعلق حدیث پاک میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ۔" جو شخص بعد نماز فجر اس جگہ بیٹھ کر ذکر اذکار میں مصروف رہے اور جب سورج طلوع ہو کر سوا نیزے پر پہنچ جائے تب نماز اشراق ادا کرے تو اس کے لئے ایک حج ایک عمرے کا ثواب ہے"۔ سبحان اللہ۔

جب نماز چاشت، کا وقت ہوتا تب آپ نماز چاشت ادا کرتے تھے۔ ظہر اور عصر کے بعد جب مغرب کی نماز ادا کر لیتے تو اس کے بعد نماز صلوٰۃ الاوابین ادا کرتے تھے اس طرح نماز عشاء کے بعد تقریباً آدھی رات بعد نماز تہجد خاص طور سے ادا کرتے تھے۔ حدیث پاک میں ان سب نمازوں کی بے انتہا فضیلت، بیان کی گئی ہے۔

جناب شرکت حسین صاحب فرماتے کہ جب دوبارہ حضرت کی ڈیوٹی محلہ لال کرتی کے تھانہ پر ہوئی تو مسلسل سات برس تک پانچوں وقت کی اذانیں دیتے رہے اور باجماعت نماز ادا کرتے رہے آپ فرماتے ہیں کہ محکمہ پولیس کے تمام افسران حضرت کی بزرگی اور نیک نفسی سے واقف تھے اور آپکی بے انتہا عزت کرتے تھے اس لئے آپ کو نماز با جماعت ادا کرنے سے کوئی نہیں روکتا تھا کئی بار ایسا بھی ہوا کہ بڑے بڑے افسر معائنہ کے لئے آئے ہوئے تھے اور ہم سب سے گفتگو کر رہے تھے مگر جب بھی نماز کا وقت آجاتا آپ کسی کی پروا کئے بغیر فوراً مسجد کی طرف چلے جاتے تھے۔

نماز میں حالت خوف

قبلہ محترم حضرت خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت خاص طور سے نماز فجر ہمیشہ با جماعت ہی ادا فرماتے تھے"۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگرچہ میں اگرچہ جاڑے کا موسم بہت سخت ہوتا تھا مگر اس موسم میں بھی آپ پسینہ پسینہ ہو جاتے اور آپ کی حالت بہت زیادہ بدل جاتی تھی۔ جب میں کنگھر کی مسجد میں فرائض امامت انجام دیتا تھا اور آپ کی ڈیوٹی اسی محلہ میں لگ جاتی تھی تو آپ فجر کی نماز کے لئے ضرور آتے تھے"۔ خلیفہ صاحب فرماتے ہیں" جیسے ہی میں نماز شروع کرتا حضرت پر اکثر حالت خوف طاری ہو جاتی تھی پورا جسم لرزنے لگتا اور بے اختیار چیخیں نکل جاتیں میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ کر نماز پوری کرتا تھا۔ حالت خوف طاری ہو جانے کی وجہ سے حضرت پسینہ سے تر بہ تر ہو جاتے تھے۔ جاڑے کے موسم کی وجہ سے مسجد میں ہاتھ کے پنکھے نہیں ہوتے تھے اس لئے میں اپنے کرتے کے دامن سے ہوا کیا کرتا تھا۔ کچھ دیر بعد جب آپ

کی حالت سنبھل جاتی تو آپ بہ مشکل کھڑے ہوتے تھے میں اکثر اٹھنے میں حضرت کو سہارا دیتا تھا اور آپ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے مسجد سے باہر تشریف لے جاتے اور چپ چاپ بغیر بات کئے چلے جاتے۔"

یہ حالت اللہ تعالیٰ کے خاص الخاص محبوب بندوں کی ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ سے بے انتہا قرب میں پہنچ جاتے ہیں، اس حال میں ان پر کبھی تو تجلیٔ جمال کی شعاعیں پڑتی ہیں اور وہ ان کے جلوۂ معبودیت میں اسقدر ڈوب جاتے ہیں کہ انھیں اور کسی کا تو کیا اپنا بھی ہوش نہیں رہتا یہ عالم حیرت ہوتا ہے اور جب رب العالمین کی شان جلال نماز میں جلوہ گر ہوتی ہے تو طالبین حق پر اس کے سطوت و دبدبہ کو دیکھ کر خوف طاری ہو جاتا ہے اسے عالم خشیت کہتے ہیں دو حالتوں میں ایک محویت خاص ہوتی ہے اور اس بے خودی میں ماسوا کی خبر ہوتی ہے نہ احساس جیسا کہ ایک مرتبہ دوران جہاد امیر المومنین سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں ایک تیر لگ گیا اور اس قدر پیوست ہو گیا کہ نکالنا مشکل تھا۔ آخر آپ نماز پڑھنے میں مشغول ہو گئے اور صحابہ کرام نے تیر کھینچ کر نکال لیا... خون اس قدر نکلا کہ مصلّے تر بتر ہو گیا۔ جب آپ نے نماز ختم کی اور مصلّے کو خون میں تر بتر دیکھا تو پوچھا "یہ خون کیسا ہے"؟ جب آپ کو بتایا گیا تو آپ کو خبر ہوئی۔ دوران نماز میں وہ عالم محویت تھا کہ تیر نکالنے کی سخت تکلیف کا کوئی احساس تک نہیں ہوا۔ سبحان اللہ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

محو نماز ہو گئے وہ کچھ نہ رہی انھیں خبر
تیر علیؓ کے پاؤں سے کھنچ بھی گیا نماز میں

جب تجلیٔ جلال کی شعاعیں خدا رسیدہ بندوں پر پڑتی ہیں تو وہ حالت خوف سے کانپنے لگتے ہیں اور بے اختیار چیخ نکل جاتی ہے اور اکثر بے ہوش ہو جاتے ہیں۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ پر یہ عالم طاری ہوتا تھا تو جسم مبارک پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے اور وہ پیرہن سے باہر نکل آتے تھے۔ یہی حال حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا تھا کہ دوران نماز جسم مبارک بری طرح لرزنے لگتا تھا اور زبان سے چیخیں نکل جاتی تھیں۔ سبحان اللہ

نمازِ حقیقی اور اس کے اسرار

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی نماز بھی نماز حقیقی ہوتی تھی جو اللہ تعالیٰ کے خاص الخاص محبوب بندوں کی ہوا کرتی ہے جس کا ذکر حضرت نے خود اپنی زبان مبارک سے کیا۔

قبلۂ محترم حضرت خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت نے اپنی پراسرار نمازوں کا ذکر کرتے ہوئے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ———— "جب ہم نماز میں سجدے میں جاتے ہیں تو زمین خود اُٹھ کر چہرے سے لگ جاتی ہے"۔ ایک بار آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا "نیت کر کے نماز شروع کی ایک رکعت ہوگئی کچھ بھی نظر نہ آیا دوسری بھی شروع کی۔ قیام رکوع سجود ہوگئے التحیات بھی پڑھ لی مگر کچھ نظر نہ آیا مگر جب ایک طرف سلام پھیر کر دوسری طرف سلام پھیرا تو بس اسی درمیان میں میرے رب نے مجھے کیا کچھ دکھایا"۔ سبحان اللہ۔

یہ قادر قیوم کی قدرت کے کمالات ہیں جو وہ اپنے محبوب اور خاص بندوں کو دکھا دیتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بعید تر فاصلے طے کر کے ساتوں آسمانوں کے اوپر عرش اعظم پر جا پہنچے اور جب واپس اپنے گھر تشریف لائے تو دروازے کی کنڈی جو جاتے وقت کھولی تھی ہل رہی تھی۔ بس ان چند لمحوں میں آپ نے افلاک کی سیر کرلی۔

حضرت کی نمازیں سبھی نماز حقیقی ہوتی تھیں ، اسرار الٰہی سے بھرپور ہوتی تھیں جن کا ادراک قیاس و گمان سے بالاتر ہے کہ ——" گاہے بہ آہے رسیدند"۔

خطابات کا عطا ہونا

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو دربار رسولؐ سے جو خطابات ملے ان کا ذکر کرنے سے پہلے مختصراً بیان کرتے ہیں کہ خطابات انبیاءؑ اور اولیاء کرام کو کیسے اور کہاں ملتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ کا خطاب عطا فرمایا جبکہ وہ تمام آزمائشوں میں ثابت قدم رہے، حضرت موسٰی علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ کلام فرما کر انھیں "کلیم اللہ" کا خطاب عطا فرمایا، حضرت آدم علیہ کو "خلیفۃ اللہ" کا خطاب عطا کیا اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کو "روح اللہ" کا خطاب عطا کیا ان کا ذکر قرآن پاک میں جگہ جگہ آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب و محبوب فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے بڑا "حبیب اللہ" کا خطاب عطا فرمایا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ "میری امت کے علما انبیاء بنی اسرائیل کے مانند ہونگے"۔ جس طرح انبیاءؑ علیہم السلام بنی اسرائیل کو اللہ کی طرف سے خطابات ملے تو اولیاء امت کو بھی اللہ

کی طرف سے اور دربارِ رسول سے خطابات عطا ہوئے اور کبھی ان کے شیوخ نے بھی ان کو خطاب دیئے۔

پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوث اعظم کو "محبوب سبحانی" کا بے مثال خطاب عطا ہوا۔ حضرت طیفور بن عیسیٰ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو "سلطان العارفین" کا خطاب ملا۔ حضرت بسطامی رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ "جب میں بچہ تھا (یعنی راہ سلوک کے ابتدائی مراحل میں تھے) ایک رات بسطام سے باہر نکلا چاند روشن تھا اور لوگ آرام کر رہے تھے۔ میں نے ایک درگاہ دیکھی (جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دکھائی گئی تھی) جس کے مقابلے میں ۱۸ ہزار عالم مانند ذرہ دکھائی دیتے تھے۔ یہ دیکھ کر میرے تن بدن میں آگ لگ گئی کہ درگاہ خالی تھی اور ایک عجب کیفیت مجھ پر طاری ہوگئی۔ میں نے کہا "اے خداوند تیری درگاہ ایسی عظیم الشان اور ایسی خالی تیرے کام ایسے حیرت انگیز اور پوشیدہ"؟ ہاتف نے آواز دی ۔" درگاہ اس لئے خالی نہیں کہ کوئی آتا نہیں ـــــ اور نہ اس لئے کہ ہم کسی کو بلانا نہیں چاہتے۔ دراصل ہم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ ہر ناشائستہ اس درگاہ سے منسوب ہو۔" میں نے ارادہ کیا کہ سب لوگوں کی سفارش کروں مگر پھر میرے دل میں آیا کہ مقام شفاعت تو حضور علیہ السلام کے لئے ہی ہے۔ چنانچہ میں نے حضور علیہ السلام کے ادب کو ملحوظ رکھا۔ پھر مجھے مخاطب کر کے کہا گیا کہ "یہ ایک ادب جس کا تم نے لحاظ رکھا اس کے عوض ہم نے تمہارا نام بلند کر دیا۔ تجھ کو اے بایزید لوگ قیامت تک "سلطان العارفین" کہتے رہیں گے" (تذکرۃ الاولیا)

دربارِ خداوندی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کا جو مقام و اجر ہے اس واقعہ سے ان کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح دربارِ رسول سے کئی اولیاء کاملین کو خطابات عطا کئے گئے جیسا کہ حضرت خواجہ حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ کہ جب آپ اپنے پیر و مرشد کے ساتھ دربارِ رسول میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کو "معین الدین" (مددگار دین) کا بے مثل خطاب ملا۔ اور حکم ہوا کہ ـــ "اے معین الدین! تمہارا کام تکمیل کو پہنچ گیا۔ اب تم ہند جاؤ اور وہاں کے بت پرستوں کو دین کا پیغام پہنچاؤ، تائید خداوندی تمہارے ساتھ ہے۔"

شیوخ عظام کی بارگاہوں سے بھی اولیاء کرام کو خطابات عطا کئے گئے ہیں جیسے فرد الافراد قطب کلیر سیدنا حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد رحمۃ اللہ علیہ کہ آپ اپنے پیر و مرشد کے حکم سے بارہ برس تک لنگر کا کھانا لوگوں کو کھلاتے رہے اور خود نے نہیں کھایا۔ جب ان کے پیر و مرشد قطب الاقطاب سیدنا بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کو اس بات کا علم ہوا تو پوچھا "تم نے اتنے برسوں تک کھانا کیوں نہیں کھایا؟" تو آپ نے

عرض کیا "حضور کھلانے کا حکم تھا نہ کہ کھلنے کا" یہ سن کر دریائے رحمت باوا صاحب جوش میں آ گیا اور آپ کھڑے ہوگئے آپ کو سینۂ مبارک سے لگایا اور بار بار فرمانے لگے ــــ "صابر۔ صابر علاؤ الدین صابر" یہ خطاب خواہ دربار رسولؐ سے ملیں یا پیرو مرشد کی طرف سے درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتے ہیں۔

اس وضاحت کے بعد اب ہم حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو دربار رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جو خطاب عطا ہوئے ان کا مختصر حال بیان کرتے ہیں جس طرح کہ آپ نے اپنے جاں نثاروں سے بیان فرمایا تھا۔

دربار رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عامل شاہ کے خطاب کا عطا ہونا

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو سب سے پہلا خطاب جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے ملا وہ عامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ یعنی شریعت پر صحیح معنوں میں عمل کرنے والوں کے بادشاہ" بھلا جسے خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اتنا بڑا خطاب عطا کریں اس کی قدر ومنزلت کا کیا کہنا۔ ظاہر ہے کہ حضرت کامل شاہ رحمتہ اللہ علیہ شریعت پر پورے اخلاص و پابندی سے عمل کرتے تھے۔

دراصل شریعت ہی وہ واحد راہ ہے جس پر چل کر سالک طریقت کے مقام اعلیٰ تک پہنچ جاتا ہے جو منزل حقیقت کا دروازہ ہے۔ شریعت پر عمل کئے بغیر کوئی بھی طریقت پر نہیں پہنچ سکتا نہ حقیقت کو پا سکتا ہے۔ شریعت کے علاوہ جو کوئی دوسرا راستہ چلے وہ ہرگز ولی اللہ نہیں ہو سکتا۔

سلطان الاولیا عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت شیخ احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "جس کو اللہ کی تلاش ہو اسے چاہئے کہ حضور پر نور کی اتباع کرے یہی راستہ ہے معرفت الٰہی حاصل کرنے کا" سبحان اللہ

ہم حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع شریعت کا ذکر کر چکے ہیں۔ جیسے اذانیں دینا اور نماز با جماعت ادا کرنا وغیرہ۔ جب حضرت نے شریعت پر فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق پورا پورا عمل کیا تب آپ کو دربار رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب عطا کیا گیا اس بات کا ذکر حضرت نے اپنے مریدوں سے جن میں ڈاکٹر سلطان صاحب وغیرہ شامل ہیں فرمایا تھا۔

مسجد کی تعمیر اور دینی خدمات

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا اہارن تبادلہ ہوا تو آپ مع اہل و عیال وہاں تشریف لے گئے۔ اہارن

میں غریب لوگ آباد تھے جن میں بڑی تعداد تیلیوں کی تھی جو بہت غریب تھے۔ اس چھوٹے سے گاؤں میں نہ تو کوئی مسجد تھی اور نہ کوئی تعلیم گاہ۔ اسلئے یہاں کے مسلمان اور ان کے بچے عبادت سے اور دینی تعلیم سے محروم تھے چونکہ حضرت برسوں سے ہمیشہ نماز باجماعت پڑھنے کے عادی تھے اس لئے جب آپ نے یہاں کوئی مسجد نہ پائی تو آپ کو بہت رنج ہوا۔ اور اس سے بڑھ کر یہ دکھ ہوا کہ یہاں کے مسلمان نماز اور عبادات سے محروم ہیں۔ ان کا یہ حال آپ سے دیکھا نہ گیا اور آپ کو جلد از جلد مسجد تعمیر کرنے کی فکر ہوئی۔

جناب شوکت حسین صاحب جو اس وقت آپ کے ساتھ تھے فرماتے ہیں کہ حضرت نے مسجد کی تعمیر کے لئے بڑی کوشش کی۔ آخر کار آپ نے یہاں کے امیر نواب اعتماد علی خاں اور ان کے بیٹے لطافت علی خاں اور کرامت علی خاں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ یہاں ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کرائی جائے تاکہ یہاں کے مسلمان باجماعت نماز پڑھ سکیں۔ یہ حضرات آپ کی بزرگی سے واقف تھے اس لئے وہ خوشی سے تیار ہو گئے اور مسجد کے تمام اخراجات اپنے ذمہ لے لئے۔

شوکت حسین صاحب فرماتے ہیں کہ آپ نے بذات خود اپنے دست مبارک سے زمین پر لکیریں کھینچ کر نقشہ بنایا اور مزدوروں کو بلوا کر اپنے مبارک ہاتھوں سے مسجد کی بنیاد ڈالی۔ جب مسجد کی تعمیر شروع ہو گئی تو حضرت باوجود اس کے کہ ریاضتوں کی وجہ سے بہت نحیف ہو گئے تھے روزہ کی حالت میں تھے مگر ایک ادنیٰ مزدور کی طرح اپنے کاندھے پر پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے اور مسجد کی دیواریں اٹھاتے تھے۔

مسجد نبوی کی بنیاد بھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس مدینہ طیبہ میں اپنے ہاتھ سے ڈالی تھی۔ حضرت نے بھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس محبوب سنت کو نہایت ہی ذوق وشوق سے ادا کیا۔

جناب شوکت حسین صاحب فرماتے ہیں آپ نے اس مسجد کی تعمیر میں جس طرح جان توڑ محنت کی اس کا بیان کرنا مشکل ہے۔ مزدور تو اجرت کے لئے محنت کرتے تھے مگر آپ کے دل میں تو عشق الٰہی کی سچی لگن تھی اور آپ اپنے اس معبودِ حقیقی کی چاہ میں اس مشقت کے کام کو انجام دیتے تھے۔

کچھ دنوں میں جب مسجد کی تعمیر مکمل ہو گئی تو حضرت نے یہاں کے مسلمان بھائیوں کو نماز پڑھنے کی تلقین کی اور انھیں مسجد میں بلا کر نماز پڑھنے کا طریقہ سکھایا اور نماز کے فضائل بیان کئے۔ جب لوگ کثیر تعداد میں جمع ہو گئے اور نماز کا وقت آیا تو حضرت نے اس مسجد میں سب سے پہلی اذان دی۔ یہ گاؤں عرصہ دراز

سے دینِ اسلام کے ایک بہت بڑے رکن سے محروم تھا آپ نے اس رکن عظیم کو قائم فرمایا اور پھر اللہ کے فضل سے یہاں نماز باجماعت ہونے لگی۔

جناب شوکت حسین صاحب فرماتے ہیں کہ جب مسجد کا کام مکمل ہو گیا تو نمازیوں کے لئے وضو کے بندوبست کا مسئلہ پیش آیا پانی کے لئے حضرتؒ نے مسجد کے قریب خود کنواں کھودنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر گاؤں کے مسلمانوں کے دل میں بھی جذبۂ ایماں موجزن ہو گیا اور وہ سب آپ کے ساتھ اس کام میں لگ گئے اور بہت ہی کم عرصہ میں کنواں بھی کھد گیا۔ آپ یہ سب کچھ اپنے معبود حقیقی کو راضی کرنے کے لئے کر رہے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی فضل فرمایا اور کنویں سے بہت ہی میٹھا پانی نکلا جس سے یہاں کے باشندوں اور دوسرے بیشمار لوگوں کو بے حد فائدہ پہنچتا رہا۔ یہ کنواں اب بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسجد کے ساتھ اسی طرح موجود ہے اور مخلوق خدا اس سے سیراب ہو رہی ہے۔

یہ ایک خیر جاریہ تھا جو آپ کے ہاتھوں سرانجام پایا کہ جب تک خلق خدا اس سے فائدہ اٹھاتی رہے گی اس کا ثواب حضرت کو اور ان تمام لوگوں کو جو اس میں شریک تھے پہنچتا رہے گا۔

مسجد میں تعلیم گاہ کا انتظام

اللہ تعالیٰ نے حضرت کے دل کو علم کی محبت سے مالا مال کر دیا تھا۔ اس لئے آپ سے یہ دیکھا نہ گیا کہ یہاں کے مسلمان بھائی اور ان کے بچے دین کی تعلیم سے محروم رہیں اس لئے آپ کو ایسے شخص کی تلاش ہوئی جو فرائض امامت کے علاوہ دینی تعلیم بھی دے سکے۔ آخر آپ نے حافظ امیرالدین صاحب کو اس کام کے لئے مقرر فرمایا اور گاؤں والوں کو علم دین حاصل کرنے اور اپنے بچوں کو بھی تعلیم دلانے کی ترغیب دی۔ لوگ بہت غریب تھے آپ کو اس کا احساس تھا اس لئے بچوں سے کوئی فیس نہیں لی جاتی تھی۔

جناب شوکت حسین صاحب فرماتے ہیں کہ جب آپ کی ترغیب پر گاؤں کی بڑی عمر والے اشخاص داڑھی مونچھیں رکھے پڑھنے کے لئے حاضر ہو گئے تو ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگے اور بڑی ندامت اور جھجک محسوس کرنے لگے۔ ان کی ندامت کو دور کرنے کے لئے حضرت خود حافظ صاحب کے سامنے بیٹھ گئے اور سبق لینا شروع کیا اس جوش و ولولہ کو دیکھ کر ان کی بھی ہمت بندھی اور ساتھ بیٹھ کر پڑھنا شروع کر دیا۔ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس نے اس سے پہلے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی ہو۔ اس لئے سب کو الف۔ بے سے سبق شروع کرایا گیا

ان کے شوق کو قائم رکھنے کے لئے آپ ان کو حصول علم کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ آپ نے خود اپنے پیسوں سے سپارے منگوا کر بھی تقسیم کئے آپ روزانہ تعلیم دین اور نمازوں کے مسائل کو سمجھاتے رہتے تھے

جناب شوکت حسین صاحب فرماتے ہیں میں بھی انھیں میں سے ایک تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کی اس مخلصانہ خدمت کو اپنی کرم نوازی سے ایسے قبول فرمایا کہ ان بالکل ان پڑھ لوگوں میں سے کئی ایک مختصر عرصہ میں حافظ قرآن پاک بن گئے۔ اس درسگاہ میں گاؤں کے علاوہ اطراف واکناف کی بستیوں کے لوگ بھی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آنے لگے اور دین کی تعلیم سے مالامال ہوتے رہے۔

ختمِ قرآن پاک اور وجد

حضرت کا پیدائشی مقام مہابن تھا جہاں اس وقت کوئی دینی درسگاہ نہیں تھی۔ اس لئے آپ بچپن میں قرآن پاک کی تعلیم حاصل نہ کر سکے تھے مگر آپ کو تعلیم دین کی ایسی رغبت تھی کہ اب موقع ملا تو آپ نے اپنی قائم کردہ درسگاہ میں قرآن پاک پڑھنا شروع کر دیا جس طرح آپ دینی خدمات میں سب سے آگے تھے اسی طرح کچھ ہی عرصہ میں امام مسجد حافظ منیر الدین صاحب سے کلام پاک پڑھنا سیکھ لیا۔

جناب شوکت حسین صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت کو کلام پاک کی تلاوت سے جس قدر محبت تھی اس کا ذکر مشکل ہے۔ جب حضرت نے ناظرہ کلام پاک ختم کیا اس وقت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ درس گاہ میں جو مسجد کے صحن میں قائم تھی کثیر تعداد میں بچے اور لوگ جمع تھے۔ حضرت اپنے استاد کے لئے ایک جوڑا کپڑے اور بچوں کے لئے مٹھائی ساتھ لائے تھے اور بے حد خوش اور مسرور نظر آرہے تھے۔ جب سورۂ اخلاص پڑھنی شروع کی تو مارے خوشی کے جھوم اُٹھے اور سورۂ اخلاص کا ختم ہونا ہی تھا کہ آپ حالت وجد میں کھڑے ہو گئے اور اپنے استاد کو جو بھاری بھرکم آدمی تھے اپنے نحیف ولاغر بازوؤں پر اُٹھا لیا اور سر سے اُونچا اُٹھا کر حالت وجد میں مسجد کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک رقص کرتے رہے۔

جناب شوکت حسین صاحب فرماتے ہیں کہ یہ منظر دیکھ کر ہم لوگ حیران رہ گئے کہ کہاں تنے لحیم شحیم اور قد آور استاد اور کہاں حضرت کا دبلا پتلا جسم۔ مگر حالت وجد میں یہ حال تھا کہ اپنے استاد کو چھوٹے بچہ کی طرح اٹھائے اِدھر اُدھر رقص کر رہے تھے۔ کچھ دیر بعد جب آپ اپنی اصلی حالت میں آئے تو آپ کا چہرہ چاند کی طرح روشن تھا۔ استاد کو کپڑے کا جوڑا اور کچھ نقد روپیہ ہدیۃً پیش کیا اور ایک بار پھر اپنے سینہ سے لگایا۔ آپ کی اس خوشی کو دیکھ کر سب جوشِ مسرت میں جھوم اُٹھے۔ آپ نے خود اپنے ہاتھوں سے سب کو شیرینی

تقسیم فرمائی۔

اندھیرے میں تلاوتِ کلامِ پاک

تلاوت کلام پاک سے آپ کو بہت عشق تھا۔ آپ کے شہزادے حافظ محمد شبیر حسن فرماتے ہیں کہ "حضرت اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "کبھی کبھی ہماری ڈیوٹی رات کی ہوتی تو ہم اپنے ساتھ کلام پاک بھی لے جایا کرتے تھے اور جب بھی موقع ملتا تلاوت میں مصروف ہو جاتے۔ کبھی کبھی رات کو ڈیوٹی ریلوے اسٹیشن پر لگتی تھی تو میں مال گاڑی کے کسی ٹوٹے ہوئے ڈبہ میں جا بیٹھتا اور کلام پاک کی تلاوت میں مصروف ہو جاتا تھا۔" جب آپ سے یہ پوچھا گیا کہ۔ "حضور رات کو مال گاڑی کے ڈبہ میں روشنی کا انتظام تو ہوتا نہیں تو کیا آپ اندھیرے میں تلاوت فرماتے تھے"۔ اس پر حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ۔" اللہ تعالیٰ کرم فرماتا تھا اور ہم اندھیرے میں بھی تلاوت کرتے تھے"۔ سبحان اللہ۔ گویا آپ اندھیرے میں بھی اس طرح پڑھ لیتے تھے جس طرح روشنی میں پڑھتے تھے۔

ایک اور واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے شہزادہ مسان صاحب فرماتے ہیں کہ والد بزرگوار اکثر فرمایا کرتے تھے۔ "کبھی رات کو ہماری ڈیوٹی آبادی سے باہر بھی لگ جاتی تھی جہاں پولیس والے خیمے لگا کر رہتے تھے اور ان کا انتظام سرکاری طور پر ہوتا تھا ہم خیمہ سے باہر بیٹھ کر کلام پاک پڑھا کرتے تھے"۔ آپ سے پوچھا گیا "حضور باہر اتنی روشنی کہاں سے آتی تھی جو آپ دیر تک پڑھتے رہتے تھے"۔ اس پر آپ نے مسکرا کر فرمایا "اللہ میاں کرم کرتے تھے۔ کچھ روشنی آنکھوں میں تھی باقی اللہ دیدیتا تھا"۔

ایسے ہی ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے جناب سلیم صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا۔" اہارن میں ایک مرتبہ رات کو چراغ جلانے کے لئے تیل ختم ہو گیا تھا مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے چراغ بغیر تیل کے جلتا رہا اور ہم اس کی روشنی میں کلام پاک کی تلاوت کرتے رہے"۔ سبحان اللہ

آپ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ۔ "حضرت رات کو کلام پاک لے کر ریل کے ڈبوں میں بیٹھ جاتے تھے اور تلاوت میں مصروف ہو جاتے تھے پولیس والے آپ کی تلاش میں نکلتے جب آپ کو تلاوت کرتا ہوا دیکھتے تو کہتے "آپ یہاں تلاوت میں مصروف ہیں وہاں آپ کی ڈیوٹی کون دے گا"۔ حضرت فرماتے "جس کی ڈیوٹی میں دیتا ہوں وہی میری ڈیوٹی دیگا"۔ یہ سن کر وہ خاموش ہو جاتے۔

حضرت قبلہ خلیفہ صاحب جو حافظ کلام پاک ہونے کے علاوہ بہت اچھے قاری بھی ہیں فرماتے ہیں کہ

"حضرت کو کلام پاک سے بے انتہا محبت تھی ہم جب بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے آپ تلاوت کے لئے فرمائش کرتے۔ جب تک ہم پڑھتے رہتے آپ بڑے ذوق وشوق سے سنتے رہتے۔"

آپ فرماتے ہیں کہ "جب کبھی آپ کی ڈیوٹی دور دور گاؤں میں لگتی تو میں ایک دفعہ ضرور آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا مجھے دیکھ کر خوش ہو جاتے اور فوراً تلاوت کرنے کے لئے کہتے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا کہ کھانا تیار کرنے کے لئے گوشت سبزی اور جو کچھ بھی مسالہ ہوتا ایک ساتھ برتن میں ڈال کر اسے چولہے پر چڑھا دیتے اور تلاوت کرنے کے لئے کہتے۔ جب ہم تلاوت کرتے تو نہایت ذوق وشوق سے سنتے رہتے اکثر آپ کی کیفیت دگرگوں ہو جاتی تلاوت جتنی دیر ہوتی رہتی خواہ کم ہو یا زیادہ وقت تک آپ پر محویت طاری رہتی اس قدر ڈوب جاتے کہ کچھ ہوش ہی نہیں رہتا۔ جب تلاوت ختم ہوتی تب آپ چولھے پر سے برتن اتارتے اور ہم کو بھی اپنے ساتھ بٹھا کر کھلاتے۔

آپ فرماتے ہیں تلاوت کچھ دیر تک ہو یا زیادہ دیر تک اس درمیان میں آپ برتن کی کوئی خبر نہ لیتے تھے مگر آپ کی یہ کرامت ہی تھی کہ جب برتن چولھے سے اتارتے تو پکا پکایا تیار ہوتا اور پھر اس قدر لذیذ کھانا ہوتا کہ ہم نے اپنی عمر میں ایسا کبھی نہیں کھایا یہ بس حضرت کی کلام پاک سے محبت کا کرشمہ تھا۔

اسی طرح کا واقعہ حضرت رابعہ بصری رحمت اللہ علیہ کا ہے۔ حضرت خواجہ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ "تذکرۃ الاولیا" میں لکھتے ہیں کہ "حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نماز عصر کے وقت حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گیا۔ آپ کچھ پکانا چاہتی تھیں اور دیگ میں گوشت ڈال دیا تھا۔ جب گفتگو کی تو فرمایا "یہ بات ہانڈی پکانے سے اچھی ہے۔" اور اپنی ہانڈی کو ویسے ہی چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ ہم نے نماز شام ادا کی پھر آپ روٹی کا ایک خشک ٹکڑا اور ایک کوزہ پانی کا لائیں اور دیگ کے پاس گئیں تاکہ اس میں سے جو پکا ہوا ہے نکالیں حق تعالیٰ کی قدرت سے دیگ جوش مار رہی تھی۔ آپ نے گوشت پیالے میں نکالا اور ہم نے اُسے کھایا وہ ایسا طعام تھا کہ ہم نے کبھی نہیں کھایا۔

جناب شاکر حسین صاحب جو حضرت کے داماد ہوتے ہیں ایسا ہی واقعہ بیان کرتے ہیں کہ "حضرت برتن میں مصالحہ وغیرہ سب ایک ساتھ ڈال کر چولھے پر چڑھا دیتے اور جب اس کا خیال آتا تو اسے اتار کر جو بھی اس وقت حاضر ہوتا ساتھ بٹھا کر کھلاتے۔ ہم نے حضرت کے ہاتھ کا پکایا ہوا یہ کھانا کئی بار کھایا جو اس قدر لذیذ تھا کہ بیان کرنا مشکل ہے۔ آپ کے مریدین اور عقیدت مند بھی اسی طرح کے کئی واقعات بیان کرتے ہیں۔

خدمت خلق اور خادم شاہ کا خطاب

اہارن میں مسجد کی تعمیر کنوئیں کی کھدائی اور مدرسہ کے قیام کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ سلیم صاحب فرماتے ہیں کہ جب حضرت کی ڈیوٹی آگرہ کے قریب شمس آباد میں ہوئی تو آپ نے دیکھا کہ وہاں ایک بہت بڑی جامع مسجد ہے مگر نہایت بوسیدہ ہو چکی ہے۔ وہاں کے لوگ اتنی بڑی مسجد کی از سر نو تعمیر کی ہمت نہیں کر پاتے تھے۔ مسجد اتنی بوسیدہ ہو چکی تھی کہ اس کے شہید ہونے کا اندیشہ تھا آپ نے اللہ کا نام لے کر اس مسجد کی تعمیر کا عزم کر لیا اور مسلمانوں کو جمع کر کے نہایت پر جوش اور ولولہ انگیز خطاب فرمایا اور ان کو مسجد کی تعمیر کے لئے ترغیب دی آپ کی اثر انگیز بات سے مسلمانوں کے قلب متاثر ہو گئے اور جذبہ ایمانی جوش میں آگیا اور کار نیک کے لئے سب تیار ہو گئے۔ تعمیری کام کا آغاز حضرت نے بذات خود اپنے ہاتھ سے کیا اور دور دور سے مٹی کاندھوں پر اٹھا کر لانی شروع کر دی۔ تمام حاضرین بھی بڑے ولولہ اور جوش سے آپ کے ساتھ شریک ہو گئے۔ سلیم صاحب کہتے ہیں مٹی اٹھانے سے آپ کا جسم مبارک گرد آلود ہو گیا اور آپ برابر جوش و خروش سے محنت کرتے رہے اور اللہ نے برکت دی اور بہت جلد جامع مسجد پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت اور عالی شان بن گئی جسے دیکھنے کے لئے زائرین دور دور سے آتے تھے۔ یہ مسجد بفضل الٰہی اب بھی اسی جگہ قائم ہے اور بے شمار مسلمان اس میں پانچوں وقت کی نماز ادا کرتے ہیں۔

اسی طرح آگرہ میں بھی ایک مسجد جو حجرے والی مسجد کے نام سے مشہور تھی بہت کمزور ہو چکی تھی اور وہاں باجماعت نماز بھی بند ہو گئی تھی کبھی کبھی کوئی نماز پڑھنے آجاتا تھا۔ حضرت نے اس مسجد میں سخت ریاضتیں کی تھیں۔ اور کئی چلے کھینچے تھے یہاں بھی حضرت نے مقامی مسلمانوں کو جمع کر کے مسجد تعمیر کرائی پیش امام کو مقرر کیا اور خود اذان دی اور نماز باجماعت کا آغاز کرا دیا۔ یہ مسجد بھی اللہ کے فضل سے موجود ہے اور آپ کی اس خدمت کی یادگار ہے۔

پاکستان آنے کے بعد کراچی کے مضافات میں لانڈھی میں حضرت کے بے شمار مریدین بس گئے تھے وہاں ایک بڑی جامع مسجد کی تعمیر کا منصوبہ بنایا گیا جب مسجد کی بنیاد رکھنے کا موقع آیا تو حضرت کو وہاں لے جایا گیا اور مسجد کی حدود جو لکیروں سے زمین پر کھینچی گئی تھیں آپ کو دکھائی گئیں حضرت بہت خوش ہوئے اور دیر تک اس نقشہ کو دیکھتے رہے۔ اس وقت حضرت آخر عمر کے مرحلے میں تھے پھر بھی خدمت دین کا وہی جوش و ولولہ

تھا مگر اس وقت حضرت اپنے جاں نثار مریدوں کے درمیان تشریف فرما تھے وہ آپ کے لئے کس طرح اس زحمت کو گوارا کر سکتے تھے کہ کندھے پر آپ مٹی اور پتھر ڈھو کر لائیں اور تعمیری کاموں کی مشقت اٹھائیں آپ کے مرید ہر خدمت کے لئے کمربستہ تھے اس لئے آپ نے نہایت عاجزی اور انکسار کے ساتھ معبودِ حقیقی کی بارگاہ بندہ نواز کی طرف دست دعا اٹھائے اور مسجد کی تعمیر و تکمیل کے لئے دیر تک دعا فرماتے رہے۔ جناب حاجی قادر بخش صاحب جو حضرت کو یہاں لائے تھے فرماتے ہیں کہ جب بھی لانڈھی میں رہنے والے مریدوں میں سے کوئی حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا تھا آپ اس سے مسجد کی تعمیر کے بارے میں دریافت فرماتے اور دعائیں مانگتے تھے کہ اللہ تعالیٰ بڑا مہربان ہے وہ اپنے فضل و کرم سے اس کام کو پورا کر دیگا۔ آخر کار اللہ نے آپ کی دعاؤں کو قبول فرما لیا اور یہ مسجد جو لانڈھی کی مسجدوں میں سب سے بڑی ہے حضرت کے وصال کے بعد اب تکمیل کے قریب ہے۔ اس مسجد کا نام "محمدی مسجد" ہے یا تنی وسیع ہے کہ کئی ہزار نمازی بیک وقت نماز پڑھ سکتے ہیں اس خوبصورت اور عالی شان مسجد میں کاریگروں نے نقش و نگار کا جو کام کیا ہے وہ لائق تحسین و تعریف ہے حضرت ولایت کے مرتبہ بلند پر فائز تھے مگر پھر بھی انکسار اس درجہ تھا اور خدمت خلق کا یہ شوق و ذوق تھا کہ مسجد میں صفائی خود کرتے اپنے ہاتھوں سے جھاڑو دیتے اور نمازیوں کے جوتے تک سیدھے کرتے تھے۔

حضرت کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے خادم شاہ کا خطاب عطا ہوا تھا اس کا سبب حضرت بیان کرتے تھے کہ "ہم مسجد میں دیگر خدمات کے علاوہ نمازیوں کے جوتے پھیر کر رکھ دیا کرتے تھے کہ انھیں پہننے میں سہولت ہو۔ اسی وقت حضور علیہ السلام نے ہمیں خادم شاہ کا خطاب عطا فرمایا۔" پہلے آپ کو بارگاہ رسالت سے عامل شاہ کا خطاب ملا تھا یہ دوسرا خطاب خادم شاہ کا تھا جو عطا ہوا تھا جس کا ذکر حضرت نے قبلۂ محترم حضرت خلیفہ صاحب کے علاوہ دوسرے مریدین سے بھی کیا تھا۔

ان خدمات کے دوران اپنی باطنی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ "کبھی کبھی ہماری حالت ایسی ہو جایا کرتی تھی کہ ہم اپنی نگاہوں کو نیچی کر لیا کرتے تھے اس موقع پر کسی کی تاب نہیں ہوتی تھی کہ ہماری آنکھوں سے آنکھیں ملا سکے"۔ یہ کیفیت خاص اولیائے کرام پر بعض اوقات طاری ہوتی ہے اس وقت وہ ایسا ہی کیا کرتے ہیں کیونکہ اگر کسی کی نظر ان کی نظر سے مل جائے تو ہیبت نظارہ کی تاب نہ لا کر اسی وقت وہ جاں بحق ہو جائے۔

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ریاضتیں

آپ بچپن ہی سے عبادت و ریاضت کے شائق تھے۔ چنانچہ اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ جو بہت بڑی ولی اللہ تھیں عبادات و نوافل ادا کرتے تھے۔ اسی زمانے میں آپ حضرت شاہ ابن حسن رحمۃ اللہ علیہ سے فیضیاب ہوئے۔ جب آپ نے اپنے پیر و مرشد ولیٔ کامل سیدنا حضرت شاہ عظیم اللہ شاہؒ سے بیعت کرلی تو آپ کے حالات میں ایک عظیم انقلاب آگیا۔ اس زمانہ میں آپ نے بہت سخت ریاضتیں کی جن کے نتیجہ میں آپ نے فنائی شیخ کا مرتبہ پایا۔ پھر درود شریف اور دوسرے مراقبوں کی ریاضت کی اور فنائی الرسول کے درجۂ اعلیٰ پر پہنچ گئے۔ اس مقام عالی پر پہنچنے کے بعد پیر و مرشد نے آپ کو حضور علیہ السلام کے سپرد کردیا اور خود رخصت ہوگئے۔ اس کے بعد بحکم حضور علیہ السلام حضرت برسوں تک سخت عبادت و ریاضت میں مشغول رہے ان ریاضتوں کا ذکر ہم مختصراً بیان کرتے ہیں جس طرح کہ آپ نے اپنے جاں نثار مریدوں سے وقتاً فوقتاً اس کا تذکرہ فرمایا۔ یہ تمام معلومات پوری تحقیق کے بعد قلم بند کی گئی ہیں۔

حضرت پولیس میں ملازم تھے۔ آپ کی ڈیوٹی جگہ جگہ بدلتی رہتی تھی اس لئے آپ کی ریاضتوں کا یہ سلسلہ مختلف مقامات پر جاری رہا۔ ہم ہر مقام کی ریاضتوں کو علیحدہ علیحدہ بیان کریں گے اور اس دوران جو کرامات آپ سے ظاہر ہوئیں ان کو بھی تحریر کریں گے۔

حضرت کی چلّہ کشی

یوں تو آپ دن رات عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے مگر کبھی کبھی آبادی چھوڑ کر تنہائی میں کئی کئی دن تک ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔

قبلۂ محترم حضرت خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی حضرت کسی کو خبر کئے بغیر چپ چاپ نکل جاتے اور آگرہ میں ایک بوسیدہ اور خستہ مسجد میں جو حجرے والی مسجد کہلاتی تھی جا بیٹھتے اور مسلسل عبادات و ریاضات میں مشغول رہتے۔ اس مسجد میں آپ چالیس دن چلّوں میں گزارتے اور سخت ریاضتیں کرتے چلّہ کے دوران آپ کسی کو بھی اپنے پاس آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے تاکہ آپ کے کام میں خلل نہ پڑے۔

اگرچہ کئی برسوں سے بیٹھے بیٹھے نہایت سخت ریاضتوں کو انجام دینے کی بنا پر جسم نہایت نحیف ہو چکا

تھا مگر پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ آپ حضرت نے خود فرمایا کہ "کئی بار رات کو غسل جنابت کی حاجت ہو جاتی اگرچہ نہایت ہی سخت جاڑے کا موسم ہوتا مگر ہم سیدھے نل پر چلے جاتے اور اس وقت بالکل ٹھنڈے پانی میں بھی غسل کر لیتے"۔

حضرت خلیفہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک بار آپ نے مجھ سے فرمایا "میں ایک دفعہ چلّہ کے دوران سخت نفس کشی میں مصروف تھا کہ میرے نفس نے مجھ پر نہایت ہی خوفناک صورت میں حملہ کیا۔ جب اس نے حملہ کیا تو میں نے بھی اس کی خوب خبر لینی شروع کی اور خوب اس کی پٹائی کی۔ اس آویزش کے دوران میرا نفس نہایت غرور سے کہنے لگا۔ میرا نام "نفس الدین" ہے" (یعنی میں دین نفسانیت کا علم بردار ہوں اور تمہارے دین کا دشمن ہوں) اس پر میں نے بھی اس کو اپنا نام بتایا کہ میں بھی یہ ہوں۔ پھر اس نے مجھے مغلوب کرنے کے لئے پورا زور لگا دیا مگر اس کی کچھ چل نہ سکی اور میں نے اسے اپنے قابو میں کر لیا" سبحان اللہ۔

خدا اور بندہ کے درمیان اگر کوئی حائل ہے تو وہ یہی نفس امارہ ہے جو تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ جب تک سالک اپنے نفس امارہ پر قابو پا کر اس کا تزکیہ نہیں کرتا اس وقت تک وہ قرب الٰہی کے راستہ پر چل نہیں سکتا تزکیہ کا مطلب یہ ہے کہ سالک نفس امارہ کی ہوا و ہوس کا زور توڑنے کے لئے نفس لوامہ کی خصوصیات پیدا کرے۔ نفس لوامہ ایک محتسب کا فرض انجام دیتا ہے۔ وہ ترغیبات شیطانی کی گرفت کرتا ہے اور سالک کو نفس امارہ کے مکروفریب سے آگاہ کرتا رہتا ہے اور اس طرح وہ نفس امارہ کو کمزور کرتے کرتے اسے پوری طرح مغلوب کر دیتا ہے اور سالک کا قلب تمام آلائشوں اور کدورتوں سے پاک ہو جاتا ہے اور سالک کے اندر نفس مطمئنہ کی خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں۔ نفس مطمئنہ سے مراد قلب پر سکینت الٰہی کا نزول ہے۔ یہ سکینت اور طمانیت قلب سالک کو ہر طرح کے اضطراب و انتشار سے نجات دیدیتی ہے

آرزوؤں کی ہماہمی خواہشوں کی تگ و دو تمناؤں کی شوراشوری سب کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ آرزو اور خواہش کے فنا ہو جانے کے بعد اسباب آرزو یعنی دنیا اور اس کی ترغیبات بھی بے قیمت ہو جاتی ہیں۔ دنیا سے بے نیازی اور سامان دنیا سے بے رغبتی کی جو مثالیں اولیائے کرام کے حالات میں ملتی ہیں وہ اسی سکینت الٰہی کا کرشمہ ہے آرزوؤں کے خاتمے سے مراد یہ نہیں ہے کہ سالک کے دل میں آرزو بالکل ہی مر جاتی ہے نہیں بلکہ وہ موجود رہتی ہے مگر اس کا مقصود و مطلوب اب کچھ اور رہتا ہے رضائے الٰہی اور قرب الٰہی کی آرزو ہوتی ہے جو سالک کو راہ طریقت و سلوک کی منازل اعلیٰ تک کشاں کشاں لئے چلی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی رضا اور اللہ کی رضا ایک ہو جاتی

ہے اور کوئی دوری باقی نہیں رہتی۔ یہی کمال ولایت ہے۔ بہر حال جبتک نفس امارہ مغلوب نہیں ہوتا اور نفس لوامہ ترقی کر کے نفس مطمئنہ میں بدل نہیں جاتا تب تک سالک ولی اللہ یا داصل حق نہیں ہو سکتا۔

مجھ حقیر کی نظر سے تصوف کی ایک کتاب گزری ہے جس میں لکھا ہے کہ "جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو پہلے عالم ارواح میں سب سے سوال کیا" میں تمہارا کون ہوں؟ سب نے جواب دیا کہ تو ہمارا رب ہے۔ مگر یہ ظالم نفس اپنے غرور میں ڈوبا رہا اور اس نے جواب دیا" اس میں شک نہیں کہ تو رب ہے مگر میں بھی کچھ ہوں"۔ اس پر اللہ نے ملائکہ کو حکم دیا کہ اسے جہنم میں ڈالدو اور ملائکہ نے اسے جہنم میں ڈال دیا۔ ستر برس تک یہ ظالم نفس آتش جہنم میں جلتا رہا۔ اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے پاس بلایا اور سوال فرمایا کہ بتا میں تمہارا کون ہوں تو یہ نفس امارہ جو آتش جہنم میں جل کر بالکل سیاہ و خاک ہو چکا تھا اپنے غرور سے باز نہ آیا اور جواب میں کہا کہ آخر میں بھی تو کچھ ہوں۔ یہ سن کر اللہ تعالیٰ نے پھر ملائکہ سے کہا کہ اسے جہنم میں بھوک کی گھاٹی میں ڈال دو"۔ جب ملائکہ نے اسے جہنم میں بھوک کی گھاٹی میں ڈال دیا تو وہ بھوک کی شدت برداشت نہ کر سکا اور چلا اٹھا" اے مولا بے شک تو میرا رب ہے"۔

اس مثال کا فائدہ ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ نفس کو قابو میں لانے کی ایک بڑی تدبیر یہی ہے کہ اسے فاقہ کشی سے مغلوب کر دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اولیائے کرام اور سالکان طریقت نفس کو بھوک پیاس سے کمزور کرتے ہیں اور ذکر اذکار سے اپنے آپ کو تقویت پہنچاتے ہیں۔ حضرت نے بھی بھوک پیاس کی سخت ریاضتیں کیں اور نفس مطمئنہ کے اوصاف سے مالا مال ہو گئے۔

حضرت کی آہرن میں ریاضتیں

آہرن میں حضرت نے گھنٹہ گھر کے پاس قیام فرمایا تھا اور بہت زیادہ ریاضتوں میں مشغول رہتے تھے۔ آپ کا معمول یہ تھا کہ دن کو تو دینی خدمات میں مصروف رہتے اور رات ذکر اذکار میں گزارتے تھے۔

جناب شوکت حسین صاحب جو اس وقت آپ کے ساتھ رہتے تھے بیان کرتے ہیں کہ حضرت اور آپ کی والدہ ماجدہ دونوں نماز عشا سے فجر تک ذکر اذکار میں مشغول رہتے تھے۔ ایک بار کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ چھوٹو میاں جو حضرت کے پہلے مرید تھے، ذکر اذکار میں ساتھ ہی بیٹھ جاتے تھے۔ کھانے پینے کا گھر میں کوئی سامان نہیں رہا تو حضرت نے چھوٹو میاں سے ایک پیسہ کی مونگ پھلیاں منگائیں اور تینوں عبادت گزار مسلسل تین

دن اور تین راتیں اسی سے کام چلاتے رہے۔ اس ایک پیسہ کی مونگ پھلی اور پانی کے علاوہ گھر میں کچھ بھی نہ تھا۔
حضرت فرمایا کرتے تھے کہ "جب نیند کا غلبہ زیادہ ہوتا تو ہم کھڑے ہو جاتے۔ رسی کا ایک ٹکڑا گھر کی چھت سے بندھا ہوا تھا اسے تھام کر رات رات بھر ذکر اذکار میں مشغول رہتے تھے جب اونگھ آجاتی اور اس کا سرا ہاتھ سے چھوٹ جاتا تو ہم کلائی کو اس کے سرے سے باندھ کر کھڑے ہو جاتے اور نیند کے غلبہ میں جھونک سی آجاتی تو اسی رسی سے لٹک کر رہ جاتے تھے اور جھٹکے سے نیند اڑ جاتی اور ہم اپنے کام میں مشغول رہتے تھے۔

ریاضت کے دوران آگ کا نہ جلانا

جناب سلیم صاحب فرماتے ہیں کہ آہرن کی ریاضتوں کے متعلق حضرت نے فرمایا کہ "ریاضت کے دوران بھوک اور نیند سے بچنے کے لئے طرح طرح کی ترکیبیں کرنی پڑتی تھیں کئی بار ہم نیند سے بچنے کے لئے چولھے کی آگ کے قریب ہو کر بیٹھ جاتے تھے جس کی تپش سے نیند اڑ جاتی تھی۔ اس پر بھی نیند غالب آجاتی تو ہم چولھے کی جلتی آگ میں اپنا ہاتھ ڈال دیتے تھے۔ تاکہ نیند اڑ جائے اور ہم اپنے کام میں مشغول رہیں مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت تھی کہ باوجود ہاتھ کو بار بار آگ میں ڈالنے کے آگ ہاتھ کو جلاتی نہ تھی۔ جب نیند کے غلبہ میں ہاتھ خود بخود آگ میں جا پڑتے تو بھی ان پر آگ کا اثر نہ ہوتا تھا۔

ریاضت کے دوران سانپوں کا نہ ڈسنا

اہرن کو اگر سانپوں کی بستی کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ یہاں سانپ بکثرت پائے جاتے تھے اور روزانہ سانپوں کے ڈسنے کی خبریں آتی رہتی تھیں اور لوگ ہمیشہ سانپوں کو دفع کرنے میں مصروف رہتے تھے۔ اگر سانپ نظر آجاتا تو اسے ختم کئے بغیر نہ رہتے۔ اس طرح روزانہ کتنے ہی سانپ مارے جاتے تھے مگر اطراف میں جنگل ہونے کی وجہ سے ان کی تعداد میں کمی نہیں ہوتی تھی۔ حضرت اور آپ کی والدہ ماجدہ راتوں کو مصروف عبادت رہتے تھے اس لئے سانپوں سے کئی بار سامنا ہوتا رہا تھا۔ حضرت نے جناب حافظ محمد بشیر حسن صاحب اور سلیم صاحب وغیرہ سے فرمایا کہ "ہم ذکر اذکار میں مشغول رہتے تھے اور سانپ ہمارے آس پاس پھرتے رہتے تھے کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ وہ ہماری پشت پر بھی چڑھ جاتے تھے اور خود بخود اتر کر چلے جاتے تھے کبھی ہم ان کو ہاتھ سے پکڑ کر زمین پر پھینک دیتے تھے نہ ہم ان کو ستاتے

تھے اور نہ وہ ہمیں کوئی تکلیف پہنچاتے تھے۔"

ایک عجیب واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا "کہ ایک بار میں اپنے کام میں مشغول تھا۔ میرے قریب کچھ فاصلہ پر میری اہلیہ چارپائی پر سو رہی تھیں۔ یکایک چھت سے ایک بہت بڑا سانپ ان کے اوپر گرا اور وہ چونک پڑیں بے خیالی میں سانپ کو جھٹک کر پھینک دیا، سانپ سیدھا میری گود میں آگرا۔ وہ یہ دیکھ کر بہت گھبرائیں مگر مجھے سانپ کے گرنے سے ذرا بھی خوف و ہراس نہ ہوا۔ میں بدستور اپنے ذکر اذکار میں مشغول رہا اور وہ سانپ اپنے آپ میری گود سے نکل کر چلا گیا۔ یہ دیکھ کر میری اہلیہ بہت حیران ہوئیں اور پوچھا "حضور بھلا یہ کیا بات ہے کہ سانپ نے آپ کو نہیں ڈسا جبکہ وہ انسان کا بہت بڑا دشمن ہے"۔ میں نے کہا یہ ایمان کی قوت ہے۔ اس نے کہا "حضور ایمان کیا چیز ہے"؟ تو میں نے کہا "کبھی دیکھ لینا"۔ آخر ایک وقت وہ آیا کہ آپ کی اہلیہ نے ایمان کا کمال دیکھ لیا جس کی تفصیل انشاء اللہ ان کے وصال کے باب میں آئے گی۔

ذرا سا چھونے سے اسٹیشن کی عمارت لرزنے لگی

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی جہاں کہیں ڈیوٹی ہوتی وہاں ہمیشہ دن رات ذکر اذکار میں مشغول رہتے دراصل ریاضت ہی وہ کام ہے جو بندہ کو خدا سے ملاتا ہے جب بندہ اپنے نفس کو ریاضتوں کے ذریعہ تمام آلودگیوں سے پاک کر لیتا ہے تو اس کی حالت اس بندہ کی ہوتی ہے جس کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی میں فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو بندہ اپنے فرائض و واجبات ادا کرنے کے بعد نفل عبادت سے میری قربت حاصل کرتا ہے تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے میں اس کے پیر بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے جس چیز کا وہ مجھ سے سوال کرتا ہے میں اس کو ضرور دیتا ہوں جس سے وہ پناہ مانگتا ہے میں اسے پناہ دیتا ہوں"۔

حضرت برسہا برس کی ریاضتوں کے بعد اس وصف کو پا چکے تھے آپ نے حضرت قبلہ خلیفہ صاحب شہزادے میاں ڈاکٹر سلطان، سلیم صاحب وغیرہ سے ایک عجیب واقعہ بیان فرمایا "کہ رات میری ڈیوٹی آگرہ کے ریلوے اسٹیشن پر تھی رات کافی گزر چکی تھی میں پہرہ دے رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ اپنے کام میں بھی مشغول تھا

اس درمیان میں نے اپنی انگلی سے اسٹیشن کی عمارت کو جو بہت بڑی تھی ذرا سا چھوا۔ میرا یہ چھونا تھا کہ پورے کی پوری عمارت لرز اٹھی جو لوگ وہاں موجود تھے اور سو رہے تھے وہ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا "میں قسم تو نہیں کھاتا مگر تم یہی سمجھو کہ میں قسم کھا کر کہہ رہا ہوں کہ اگر میں اپنی انگلی سے ذرا سا زور دے کر دبا تا تو یہ عمارت پارہ پارہ ہو جاتی"۔ سبحان اللہ۔ آپ کی اس کرامت سے ایک دو نہیں سینکڑوں ہزاروں آدمی واقف ہیں۔

صبر جمیل اور صابر شاہ کا خطاب

عبادت و ریاضت کا سوز وہ تاثیر رکھتا ہے کہ سرکش و ظالم نفس جو جہنم کی آگ سے بھی باز نہ آیا عاجز ہو کر فرمانبردار ہو جاتا ہے۔ یہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں کتنے ہی لوگ ہیں جو اس راہ میں آزمائشوں اور سختیوں کی تاب نہ لا کر حکمت الٰہی پر معترض ہو گئے اور اللہ پر تہمت لگانے لگے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "فقر و فاقہ کفر کے قریب کر دیتا ہے"۔ غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ "فتوح الغیب" میں فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندہ کو اس کی قوت ایمانی کے مطابق ہی بلائیں ڈالتا ہے یعنی جس شخص کا ایمان جتنا زیادہ اور قوی ہوتا ہے اس کے لئے بلا و آزمائش بھی اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے رسول کی بلا نبی کی بلا سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ رسول کے ایمان کی قوت زیادہ ہوتی ہے۔ نبی کی بلا ابدال کی بلا سے بڑی ہے کیونکہ نبی کا ایمان ابدال کے ایمان سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔ ابدال کی بلا ولی کی بلا سے زیادہ بڑی ہوتی ہے۔ غرض ہر شخص اپنے ایمان و یقین کے مطابق ہی آزمائش و بلا سے دوچار ہوتا ہے جیسا کہ فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "ہم گروہ انبیا بلحاظ بلا کے اور لوگوں سے سخت تر ہیں"۔ انبیا علیہم السلام اولیائے کرام اور سادات عظام کو اللہ تعالیٰ درجہ بدرجہ آزمائشوں اور بلاؤں سے اسی لئے دوچار کرتا ہے کہ ان کے اندر مقاومت حق پیدا ہو اور وہ اللہ کی طرف زیادہ رجوع اور متوجہ رہیں اور مشاہدہ حق سے غافل نہ رہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ انھیں دوست رکھتا ہے اور وہ اہل محبت اور محبوب خدا ہوتے ہیں اور دوست اپنے دوست سے کبھی دور رہنا پسند نہیں کرتا"۔

حضرت کو بھی زندگی بھر موقع بہ موقع کئی آزمائشوں سے آزمایا گیا جس کا اندازہ قارئین کو اس سوانح حیات کے مطالعہ سے ہوگا۔ آزمائشوں میں پورا اترنے کے لئے قوت برداشت اور حوصلہ کی ضرورت ہوتی ہے اور ریاضتوں کا

یہی فائدہ ہے کہ وہ سالک اور دل کے اندر قوت برداشت کو مضبوط کر دیتی ہے اور اس کے حوصلوں کو بلند رکھتی ہے۔ حضرت نے بھی بڑی ریاضتیں کی تھیں اور ان میں بڑی مشقت اٹھائی تھی، بھوکے پیاسے ریاضتوں میں مسلسل مشغول رہنے سے لاغر و نحیف ہو گئے تھے حالانکہ بچپن میں آپ کی صحت بہت اچھی تھی۔ آپ کے اس حال کو دیکھ کر لوگ حیران رہ جاتے تھے۔

آپ کے چچازاد بھائی جناب شوکت حسین صاحب جو ایک مدت تک حضرت کے ساتھ پولیس کی ملازمت میں تھے فرماتے ہیں کہ حضرت نے مسلسل ۲۰ سے ۲۲ برس تک روزے رکھے۔ علاوہ ان دنوں کے جن کے لئے حضور علیہ السلام نے ممانعت فرمائی ہے۔ ایک بار حضرت نے بے خیالی میں عید کا روزہ بھی رکھ لیا جس کے لئے حضور علیہ السلام نے ممانعت فرمائی ہے۔ جب آپ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے روزہ چھوڑ دیا۔ یہی اتباع رسول کی شان ہے کہ جب کوئی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو جائے تو آدمی فوراً بے چون و چرا اس کی تعمیل کرے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روکیں اس سے رک جائے خواہ وہ بظاہر کتنا ہی نیک اور بھلا کام معلوم ہو اور جس کے کرنے کا حکم دیں اس کی تعمیل کرے خواہ وہ بظاہر کتنا ہی مذموم معلوم ہوتا ہو۔ کیونکہ خیر کسی عمل میں نہیں بلکہ حکم رسولؐ کی اطاعت و عمل کرنے میں ہے۔

حضور علیہ السلام کی بارگاہ سے حضرت کو صابر شاہ کا خطاب آپ کے صبر و استقامت کی وجہ سے عطا ہوا تھا۔ شہزادے میاں حافظ محمد شبیر حسن اور ڈاکٹر سلطان صاحب وغیرہ سے آپ نے فرمایا کہ "جب ہم نے بہت محنت کی اور بھوک پیاس کی بہت ریاضتیں کیں تو ان ریاضتوں کے دوران مجھے حضور علیہ السلام کے دربار اقدس سے صابر شاہ کا خطاب ملا"۔ سبحان اللہ۔ عامل شاہ اور خادم شاہ کے بعد یہ تیسرا خطاب تھا جو عطا ہوا اور یہ وہ بڑا خطاب ہے جو چند ہی اولیاء کرام کو عطا ہوا ہے۔ اس خطاب کو حاصل کرنے والوں میں فرد الافراد سیدنا حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر شاہ کلیری رحمۃ اللہ علیہ ایک ہیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ طریقت کے کس بلند مقام پر فائز تھے۔ سبحان اللہ۔

اس مقام اعلیٰ کے باوجود حضرت برابر ریاضتوں میں مشغول رہے اور آپ پر عشق الٰہی کا غلبہ برابر بڑھتا رہا۔

بندہ برائے بندگی   بے بندگی زندگی شرمندگی

مقامِ فنا اور دنیا سے کنارہ کشی

برسوں سے حالت فقر میں رہنے کے سبب اہل و عیال رشتے دار سب یکے بعد دیگرے آپ سے کنارہ کش ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ سسرال والوں نے آپ کی اہلیہ کو بھی اپنے پاس بلا لیا۔ جو اولاد ہوئی تھی وہ بچپن کی عمر میں ہی انتقال کر گئی تھی۔ اب گھر میں حضرت کے اور آپ کی والدہ ماجدہ کے علاوہ کوئی نہیں رہا۔ قطع تعلقات کا یہ مرحلہ راہ درویشی میں منجانب اللہ تعالیٰ ہوتا ہے کہ سارے بندھن ٹوٹ جائیں اور ایک ہی تعلق باللہ کا رشتہ باقی رہ جائے اور بندہ سب سے بیزار ہو کر اپنے رب کی معیت کے لئے یکسو ہو جائے۔

ریاضتیں کرتے کرتے چالیس برس ہو گئے تھے۔ اس عمر میں ذوق بندگی پختہ ہو جاتا ہے اور طاعت دوفا سالک کا مزاج بن جاتی ہے۔ اس عمر میں حضرت کا قلب مبارک بھی عشق الٰہی سے یوں لبریز ہو گیا کہ اب اللہ کے سوا غیر کے لئے ذرا سی گنجائش بھی نہ رہی کیونکہ وحدہٗ لاشریک کا عشق غیور اسی قلب میں قرار پاتا ہے جس میں اس کے سوا کوئی اور نہ ہو۔ آپ کا بھی یہی حال تھا غیر اللہ کی کوئی پروا رہی تھی نہ اس کے سوا کسی اور کا خیال۔

اب جو یکسوی نصیب ہوئی تو پورا وقت عبادات و ریاضات میں گزرنے لگا یہ معمول تھا کہ گھر کا دروازہ بند کر کے دونوں ماں بیٹے ذکر اذکار میں دن رات مشغول رہتے اور کئی کئی دن تک آپ گھر سے نہ نکلتے مگر تھانہ چوکی والے تلاش کرتے ہوئے آ پہنچتے اور حضرت کو مجبور کر کے اپنے ساتھ ڈیوٹی پر لے جاتے ان کی یہ مداخلت طبیعت پر بڑی گراں گزرتی تھی۔ آخر تنگ آ کر دونوں ماں بیٹوں نے طے کیا کہ آبادی چھوڑ کر کسی ویرانہ کو جا بسائیں جہاں کسی خلل اندازی کا خطرہ ہی نہ رہے ؎

"رہئے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو
ہم نفس کوئی نہ ہو اور ہم زبان کوئی نہ ہو"

اس قرارداد کے مطابق حضرت اور آپ کی والدہ ماجدہ دونوں گھر بار چھوڑ کر پوشیدہ طریقہ پر عشق الٰہی میں جنگل کی طرف نکل گئے۔ سبحان اللہ۔

یہ واقعہ ۱۹۲۰ء کے لگ بھگ کا ہے جبکہ آپ آگرہ میں مقیم تھے۔ حضرت نے خود اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر سلطان صاحب سے فرمایا کہ :-

"ہم ماں بیٹے دونوں جنگل کی طرف چل دیئے۔ چلتے چلتے دور ایک ایسی جگہ جا پہنچے جہاں مٹی سے بنے ہوئے

چھوٹے چھوٹے چند مکان تھے۔ ہم کو اس بات کی فکر تھی کہ ہمیں کوئی دیکھنے نہ پائے تاکہ ہمارے کام میں کسی طرح کی مداخلت نہ ہو۔ وہیں قریب ایک شکستہ اور غیر آباد مکان نظر آیا ہم دونوں اس میں چپکے سے داخل ہو گئے اور ٹوٹے پھوٹے دروازوں کو اچھی طرح بند کر دیا۔ اب ہم کو اطمینان ہو گیا کہ کوئی ہماری مصروفیت میں خلل انداز نہ ہو سکے گا۔ اب ہم دونوں نے اطمینان سے اپنا کام شروع کر دیا اور کئی دن اسی طرح ذکر اذکار میں گزر گئے ہمیں نہ کھانے کا ہوش تھا نہ پینے کا۔ دن رات ہم یادِ الٰہی میں لگے رہے یہاں تک کہ ہم کو بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کا ہوش نہ رہا۔" سبحان اللہ۔

مقامِ فنا میں جب سالک پہنچ جاتا ہے تو اس کا یہی حال ہوتا ہے کہ اس کی ذات فنا فی اللہ ہو جاتی ہے۔ سیدنا حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ فتوح الغیب میں مراتب فنا کے باب میں فرماتے ہیں کہ "جب بندہ مخلوق، خواہش، نفس، ارادہ اور دنیا و آخرت تمام آرزوں سے فنا ہو جاتا ہے اور اللہ کے سوا اس کو کچھ اور مطلوب نہیں رہتا اور سب کچھ اس کے دل سے خارج ہو جاتا ہے تو وہ اللہ رب العزت تک پہنچ جاتا ہے" سبحان اللہ

آپ حضرت کا بھی یہی حال تھا۔ آپ کو اللہ کے سوا غیر کا کچھ ہوش نہ رہا تھا۔ ذکر اذکار میں یہ حالت ہوئی کہ بیٹھنے کی طاقت نہ رہی اور وہیں بیٹھے بیٹھے گر پڑے مگر ذکر الٰہی رکا نہیں۔ قلب مبارک کی ہر دھڑکن اللہ اللہ کر رہی تھی اور جسم کے رونگٹے رونگٹے سے ذکر الٰہی جاری تھا۔ سبحان اللہ کسی عارف نے اس حالت فنا کا کیا ہی خوب نقشہ کھینچا ہے ؎

اللہ اللہ اتنا کہے   اللہ رہے اور آپ نہ رہے

آگے جو کچھ پیش آیا حضرت نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا!

ایک مدت کے بعد چند پولیس والے اس گاؤں آ پہنچے ۔ گاؤں والوں میں سے کسی نے ہمیں آتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ جب کئی دن تک ہم کو باہر نکلتے نہ دیکھا تو وہ حیران رہ گیا اور سب کو اس بات کی خبر کر دی چنانچہ جب پولیس والے آئے تو انھوں نے ہمارے متعلق ان کو بتایا۔ یہ پولیس والے آگرہ ہی کے تھے وہ فوراً سمجھ گئے کہ یہاں ہمارے سوا اور کوئی نہیں ہو گا۔ چنانچہ وہ اور گاؤں والے سب مل کر اس گھر پر آ پہنچے اور دروازے پر آ کر آوازیں دینے لگے۔ ہم کو نہ اتنی فرصت تھی اور نہ ہوش کہ ان کو جواب دیں۔ جب انھیں کوئی جواب نہ ملا تو انھوں نے دروازے کو جو پہلے ہی شکستہ تھا اکھاڑ ڈالا اور اندر داخل ہو گئے جب انھوں نے مجھے حالتِ بے خودی میں زمین پر پڑا پایا تو حیران رہ گئے۔ میرے جسم میں ہڈیوں پر کھال کے سوا کچھ نہ رہا تھا میرا یہ حال دیکھ کر پہلے تو ان کو گمان ہوا

کہ شاید میرا خاتمہ ہوگیا مگر جب نبض پر ہاتھ رکھا تو کچھ اطمینان ہوا کہ زندگی کی کچھ رمق باقی ہے فوراً مجھے اٹھا کر شہر کی طرف روانہ ہوگئے انھیں ڈر تھا کہ کہیں میں انتقال نہ کر جاؤں۔ والدہ ماجدہ کی حالت میری جیسی نہ تھی وہ بھی ساتھ ہی ساتھ چل رہی تھیں جب شہر میں داخل ہوئے تو والدہ ماجدہ چپ چاپ اپنے گھر کی طرف چلی گئیں اور مجھے وہ پولیس والے جیسے تیسے اٹھا کر پولیس تھانے لے گئے وہاں مجھے دیکھنے کے لئے بہت سے لوگ جمع ہوگئے۔ کئی دن سے کھانا نہ کھانے کی وجہ سے میرے منہ سے بو آرہی تھی ان لوگوں نے میرا منہ سونگھ کر یہ کہا کہ شاید انھوں نے شراب پی لی ہے اس لئے یہ حالت ہوگئی ہے (نعوذ باللہ) کوئی میری اس حالت بے خودی کو دیکھ کر کہتا تھا۔" یہ تو کسی پر عاشق ہوگئے کہ یہ حال بن گیا" حضرت نے مسکرا کر جناب خلیفہ صاحب سے فرمایا کہ" ہم ان کی ساری گفتگو سن رہے تھے مگر اپنے کام ذکر اذکار میں مشغول تھے۔ آخر کار مجھے سرکاری اسپتال لے جانے کا حکم ہوا اور مجھے چارپائی پر ڈال کر وہاں پہنچایا گیا۔"

اسپتال کے مُردہ گھر میں داخلہ

اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے کو جس قدر بلند مرتبہ دیتا ہے اسے اتنے ہی سخت امتحان سے گزارتا ہے آپ کو جس قدر آزمایا گیا وہ ناقابل بیان ہے۔ یہ آپ ہی کی شان تھی کہ اس قدر سخت آزمائش میں ثابت قدم رہے ورنہ اس مقام فنا کی آزمائشوں میں کتنوں ہی کے قدم اکھڑ گئے۔ ہم ان آزمائشوں کا تذکرہ کرنے سے پہلے چند جملے مقام فنا کی توضیح کے لئے تحریر کرتے ہیں۔ حضرت علی بن عثمان ہجویری داتا گنج بخشؒ" کشف المحجوب" میں فنا کا ذکر کرتے ہوئے مثال بیان کرتے ہیں کہ" جب لوہے کو آگ میں ڈالا جائے تو اس کے غلبہ سے لوہے کی صفت ویسی ہو جاتی ہے۔" یعنے بندہ سب سے فنا ہو کر اللہ تعالیٰ کے اس درجہ قریب ہو جاتا ہے کہ اس کی صفت ویسی ہی ہو جاتی ہے جیسی لوہے کی آگ میں۔ یہی مقام فنا ہے یہ وہ بلند مقام ہے جہاں سلطان العارفین سیدنا حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کی زبان اقدس سے" سبحانی ما اعظم شانی" کا کلمہ نکل گیا اور جب حسین بن حلاج منصور رحمتہ اللہ علیہ اس مقام پر پہنچے تو ان کی زبان سے" انا الحق" کے الفاظ جاری ہوگئے۔ آپ کا بھی یہی حال ہوگیا تھا مگر آپ نے اپنی زبان کو جنبش نہیں دی کیونکہ حضرت کو اس بات کا احساس تھا کہ لوگ حقیقت تک پہنچ نہیں پاتے اور شیطان کے دھوکہ میں آجاتے ہیں اور پھر اللہ کے ولی پر طعنہ زنی کرنے لگتے ہیں

علاوہ ازیں آپ نہیں چاہتے تھے کہ آپ کا حال کسی پر کھلے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا کہ "ہم سب کچھ سن رہے تھے مگر ہم اپنے کام (یعنی ذکرِ خداوندی) میں مشغول تھے"۔

آخر کار آپ حضرتؒ نے اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ "چارپائی پر ڈال کر میری زندہ لاش اسپتال پہنچائی گئی۔ وہاں جب ڈاکٹروں نے میری یہ حالت دیکھی تو وہ بھی سخت حیران ہوئے ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ مجھے کیا بیماری ہے اور یہ سمجھ کر کہ بس اب میں کچھ دیر میں مر جاؤں گا مجھے مردہ گھر میں پہنچانے کی ہدایت کر دی جہاں مرے ہوئے انسانوں کی لاشوں کو رکھا جاتا ہے یہ کہہ کر ڈاکٹر چلے گئے۔ اس وقت میں بھی بچنے سے قطعی ناامید ہو گیا تھا۔ بمشکل آنکھ کھول کر دیکھا تو قریب ایک چوکیدار کھڑا ہوا تھا اشارے سے اسے وصیت کی کہ مر جانے کے بعد مجھے کفن پہنا کر دفن کر دینا۔ ڈاکٹروں کی ہدایت کے مطابق اسی چارپائی پر میری زندہ لاش کو مردہ گھر میں بھیج دیا گیا"

حضرتؒ نے جناب سلیم صاحب وغیرہ سے فرمایا کہ "چھ دن اور چھ راتیں میں اسی حالت میں بغیر کچھ کھائے پیئے مردہ گھر میں پڑا رہا"

فنا فی ذکر کی گونج

طویل عرصہ تک مسلسل ذکرِ خفی (یعنی دل سے) ذکر کرنے کی وجہ سے حضرتؒ کا قلب مبارک خود بخود ذکر کرنے لگا تھا۔ دل پورے جسم کا بادشاہ ہے۔ وہ جب ذکر کرنے لگا تو جسم کے رونگٹے رونگٹے سے ذکر جاری ہو گیا اور جسم کا ذرہ ذرہ یادِ الٰہی میں لگ گیا اس حالت کو کہ سالک ذکرِ مجسم بن جائے طریقت کی اصطلاح میں "فنا فی الذکر" کہتے ہیں۔

حضرتؒ نے بیان فرمایا "جب میری زندہ لاش کو مردہ گھر میں بند کر دیا گیا تو ڈاکٹر کھڑکی کے شیشہ سے مجھے جھانک جھانک کر دیکھتے رہتے تھے کہ میرا سانس بند ہو جائے تو لاش اہل و عیال کے سپرد کر دی جائے مگر انھوں نے اندر سے ایک گونج کی سی آواز سنی تو حیران رہ گئے۔ انھیں کسی طرح یہ سمجھ میں آ ہی نہیں رہا تھا کہ یہ آواز کہاں سے آتی ہے۔ وہ یکے بعد دیگرے کھڑکی اور دروازے کے پاس کان لگا کر یہ گونج سنتے تھے اور حیران ہو جاتے تھے"۔

یہ آواز دراصل حضرتؒ کے قلب مبارک اور جسم کے سراپا ذکر کی تھی۔

مقامِ بقا اور مرتبہ ابدالیت پر فائز ہونا

مقام فنا کے بعد مقام بقا کی ابتدا ہوتی ہے۔ شیخ الشیوخ حضرت عمر بن محمد شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ۔ عوارف المعارف میں فرماتے ہیں کہ" مقام فنا کے پیچھے پیچھے مقام بقا ہے۔ جب بندہ فنا فی اللہ ہو کر مقبول بارگاہ الٰہی ہو جاتا ہے تو پھر وہ مقام بقا میں پہنچ جاتا ہے اور بہ حکم خداوندی مقام فنا میں جو کچھ اس سے علیحدہ کر دیا گیا تھا اور لے لیا گیا تھا وہ سب کچھ" مقام بقا" میں اسے لوٹا دیا جاتا ہے۔ محبوب سبحانی سیدنا حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ" فتوح الغیب" میں فرماتے ہیں کہ" بس اس بات میں ہر ولی کا ایسا حال ہے کہ اس کے فنا ہو جانے کے بعد (مقام بقا میں) اس کی جانب اس کے حصے اور حظوظ حفظ حدود شرع کے ساتھ لوٹائے جاتے ہیں"۔

حضرت کامل شاہؒ کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ جب آپ فنا فی اللہ ہو کر مقام بقا میں پہنچے تو حکم ربی ہوا کہ" سسرال جاؤ" (یعنی اپنی اہلیہ کو گھر لے آؤ)

اس مقام بقا اور درجہ ابدالیت پر فائز ہو جانے کی حقیقت کو آپ نے اشارتاً بیان کیا۔ حضرت خلیفہ صاحب اور جناب سلطان صاحب وغیرہ سے آپ نے فرمایا کہ" میں چھ دن اور چھ راتیں اس مردہ گھر میں چاروں طرف سے بالکل بند تھا پڑا رہا۔ اس کے بعد اچانک نہ جانے کہاں سے ایک بھونرا آ کر میری چارپائی کے اوپر اڑنے لگا۔ اس کی آواز سن کر میں نے آنکھیں کھول دیں اور اسے دیکھنے لگا (اس بھونرے کے راز کو آپ نے راز ہی میں رکھا، اگرچہ اس کی حقیقت سے آپ بخوبی واقف تھے) اس کے بعد کا واقعہ بیان کرتے ہوئے آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا" بس ایک ہی لمحے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہزاروں احکام آتے اور جاتے تھے"۔ سبحان اللہ

دراصل یہ احکام حضرت کو مقامِ بقا میں درجہ ابدالیت پر فائز کرنے کے بعد جاری کیے گئے جس کا تفصیل سے ذکر ہم آگے بیان کریں گے۔

حضرت خلیفہ صاحب ڈاکٹر سلطان صاحب اور سلیم صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت نے مردہ خانے کے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا" مجھے حکم ہوا کہ چنے بھوننے والے کو ایک دھیلا دیدینا وہ چنے بھی دیگا اور دس روپے بھی اس سے لے لینا" حضرت نے فرمایا" پھر مجھے حکم ہوا کہ دس روپے لے کر سسرال چلے جانا"۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ جو کچھ آپ سے مقام فنا میں لے لیا گیا تھا وہ اب لوٹا دیا گیا۔

حضرت نے جناب خلیفہ صاحب کو یہ بھی بتایا کہ" جس وقت آپ اس آزمائش میں تھے اور بھی کئی اولیاء

اللہ روئے زمین پر مقام فنا کی آزمائش میں تھے۔ ان میں سے اتنے کامیاب اور اتنے ناکام ہوئے" حضرت نے ان سب کی تعداد اور مقامات کے نام بھی جناب خلیفہ صاحب کو بتائے تھے مگر وہ اس وقت آپ کو یاد نہیں رہے۔

جناب سلیم صاحب سے حضرت نے فرمایا "جب میں کامیاب ہوگیا تو میں از خود ہوش و حواس میں آگیا اور آہستہ آہستہ اس چارپائی پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ جب ڈاکٹروں نے (ایک قریب المرگ آدمی کو جس کے بچنے کی انھیں کوئی امید نہ تھی اس طرح بیٹھا ہوا) دیکھا تو وہ سخت حیران رہ گئے۔ انھوں نے مجھے مردہ گھر سے باہر نکلوایا۔ باہر آنے کے بعد میں نے پہلے اپنی والدہ ماجدہ کو بلوایا اور ان کو اپنی کامیابی کی خبر سنائی وہ یہ سن کر بے انتہا خوش ہوئیں اس کے بعد میں اس چوکیدار کا سہارا لے کر جسے میں نے آخری وصیت کی تھی آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا اسپتال سے باہر آگیا۔ باہر آنے کے بعد جب میں نے اس چنے والے کو دیکھا تو اپنی خالی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دھیلا دیدیا جو اُسے دیدیا تو اس نے مجھے چنے دیئے اور دس روپے بھی دیئے یہ چنے میں نے کھائے اتنے دنوں کے بعد یہ تھوڑے سے دانے تھے جو میرے حلق سے اترے۔ گھر پہنچ کر میں نے والدہ صاحبہ کو بتایا کہ "مجھے سسرال جاکر اپنی اہلیہ کو لے آنے کا حکم ہوا ہے"۔ اس پر والدہ ماجدہ بہت خوش ہوئیں میں نے غسل کر کے کپڑے پہنے اور سسرال چلا گیا"۔

حضرت نے سلسلۂ گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ "مجھے رہ رہ کر اس بات کا خیال آتا تھا کہ میرے جسم میں ہڈیوں اور کھال کے سوا کچھ بھی نہیں رہا ہے۔ میری یہ حالت دیکھ کر وہ لوگ نہ جانے کیا خیال کریں مگر چونکہ حکم ربی تھا اس لئے میں سسرال پہنچ گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو میری ساس نے آکر دروازہ پر میرا استقبال کیا۔ میں نے اس سے کہا کہ میں اپنی اہلیہ کو لینے آیا ہوں۔ وہ مجھے اندر لے گئیں اور چارپائی پر بٹھایا وہاں چند لوگ اور بھی تھے۔ جب کھانے کا وقت آیا تو مجھے بھی کھانا کھانے کے لئے بٹھایا گیا۔ میں تو کسی کے گھر کا کھانا کھاتا نہیں تھا اس لئے میں دسترخوان پر بغیر کچھ کھائے یونہی بیٹھا رہا جبکہ وہ سب کھانا کھا رہے تھے۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا "اگرچہ ہم نے ایک نوالہ بھی نہیں کھایا، مگر وہ سب یہی سمجھتے رہے کہ ہم نے خوب پیٹ بھر کر کھایا ہے"۔ آپ نے اس واقعہ کو ختم کرتے ہوئے فرمایا "اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ارادوں سے خوب واقف ہے اور وہی ان کی لاج رکھتا ہے"۔ سبحان اللہ۔

واضح رہے اس وقت پرہیزگاری اور احتیاط کی وجہ سے آپ کسی کے گھر کا کھانا نہیں کھاتے تھے۔ مگر یہ ایسا نازک موقع تھا کہ اگر آپ کھانے سے انکار کر دیتے تو سسرال والے نہ جانے کیا خیال کرتے۔ اس لئے حضرت اپنے رب پر

بھروسہ کرکے بغیر کھائے پئے یونہی ان کے ساتھ بیٹھے رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جو دل کے بھیدوں اور نیتوں سے واقف ہے۔ اپنے وفاشعار بندے کی لاج رکھ لی کہ اس کی پرہیزگاری بھی قائم رہی اور میزبانوں کو بھی گمان رہا کہ آپ کھانے میں شریک رہے۔ اور خوب پیٹ بھر کر کھایا ہے۔

حضرت نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔" جب میری واپسی کا وقت آگیا تو سسرال والوں نے بغیر کچھ کہے چپ چاپ میری اہلیہ کو میرے ساتھ بھیج دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سسرال جانے کا حکم دیا تھا آپ نے اس کی تعمیل کردی بقیہ کام اللہ نے سنبھال لیا کہ سسرال والوں کے دل اس طرح پھیر دیئے کہ اگر ان کو کوئی خفگی یا شکایت تھی بھی تو وہ اس کو درمیان میں نہ لائے اور آپ کی اہلیہ کو ہنسی خوشی آپ کے ساتھ کردیا۔

قبلہ محترم حضرت خلیفہ صاحب سے حضرت نے فرمایا کہ" جب ہم نے اللہ کے رسول کا دامن پکڑا تو ان کے صدقے میں دنیا بھی ملی۔" یعنے آپ مقام فنا میں ثابت قدم رہے اور اللہ کے لئے سب کچھ ترک کردیا اور دنیا سے اور ترغیبات دنیا سے کنارہ کش ہوگئے تو اللہ نے اس کے صلہ میں آپ کو اپنا لیا کہ ایک مرتبہ بلند پر آپ کو فائز کیا اور پھر مقام بقا میں لوٹا کر آپ کو وہ سب کچھ عطا فرمادیا جو مقام فنا میں آپ سے لیا گیا تھا۔ سبحان اللہ۔

معراج حضرت کامل شاہ رحمت اللہ علیہ

دیدار خداوندی اور بلا واسطہ گفتگو

یوں تو اولیاءِ کرام کو ہر لمحہ قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے مگر خاص خاص اوقات میں ان کو خصوصی باریابی سے بھی نوازا جاتا ہے، یہ اعزاز صرف اولیائے کاملین سے خاص ہے جب وہ ماسوا اللہ سے منقطع ہو کر فنافی اللہ ہو جاتے ہیں اور مقام بقا کے درجۂ بلند پر پہنچ جاتے ہیں تو ہاتف غیبی ان سے سوال کرتا ہے۔ "تم کیا چاہتے ہو؟" جو وہ مانگتے ہیں ان کو وہی عطا ہوتا ہے یہ بڑا نازک موقع ہوتا ہے۔ اگر کوئی کسی حجابِ باطن کے سبب ذاتِ خداوندی کے ماسوا کو طلب کر بیٹھتا ہے تو اسے وہی عطا کر دیا جاتا ہے۔ مگر تمام اولیائے کاملین کی یہی خصوصیت رہی ہے کہ وہ اس وقت بے اختیار پکار اٹھتے ہیں۔" چہ می پرسی کہ چہ میخواہی، مطلوبم توئی مقصودم توئی۔" (مجھ سے پوچھتے ہو کہ کیا چاہتے ہو! میرا مطلوب میرا مقصود تو آپ ہی ہیں) وہ اللہ سے اللہ ہی کو مانگتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ ان کا ہو جاتا ہے تو وہ ساری کائنات کے مختار بن جاتے ہیں۔

حضرت کامل شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے بھی چالیس سال کی عمر تک ذکر اذکار اور ریاضتوں میں اپنے "انا" کو مٹا دیا اور فنافی اللہ ہو گئے تو آپ کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا گیا سارے حجابات اٹھا دیئے گئے۔ آپ پر اٹھارہ ہزار عالم روشن ہو گئے، کائنات اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ آپ کے سامنے تھی مگر، نگاہوں میں تو ایک اور ہی جلوہ سمایا ہوا تھا کسی طرف توجہ نہ کی اور سوال مجسم بنے ہوئے معبود حقیقی کے در پر پڑے رہے یہاں تک کہ آپ سے بھی یہی سوال کیا گیا کہ "کیا چاہتے ہو؟" ــــ مدتوں سے اسی پرسش کا انتظار تھا کہ رب اعلیٰ یہ سوال کرے۔ اب جو پوچھا گیا تو دریائے عشق جوش میں آگیا۔ بھلا جو طالب صادق

چالیس برس تک اپنے معبودِ حقیقی کی چاہت میں خونِ جگر پی پی کر خود کو فنا کر چکا ہو اس کے اشتیاق کا کیا کہنا، حضرت نے خود فرمایا۔

"میں نے اپنے معبودِ حقیقی سے بس اسی کا سوال کیا اور میرے رب نے میرے لئے اپنی بارگاہِ عالی کے سارے دروازے کھول دیئے اور میں وصلِ حق سے مالا مال ہو گیا۔" سبحان اللہ

برسوں سے جو معبودِ حقیقی کی طلب میں تڑپ رہا تھا امتحان و آزمائش کے سخت مرحلوں سے پامردی سے گزر تا رہا تھا اور انتہائے خلوص کے ساتھ راہِ وفا پر ثابت قدم رہا تھا۔ آخر وہ اپنے مقصود و مطلوب کو پا ہی گیا۔ یہ وہ مرتبۂ بلند ہے جس سے بڑھ کر کوئی مرتبہ نہیں اور یہ وہ نعمت خاص ہے جس کے برابر کوئی نعمت نہیں نہ جنت نہ کوئی اور شے۔

حضرت کامل شاہ رحمت اللہ علیہ اپنی معراج کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "جب میں نے اپنے رب سے اسی کا سوال کیا تو دریائے رحمت جوش میں آگیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے قربِ خاص سے نوازا جس کا بیان محال و مشکل ہے۔ اس بے انتہا مقامِ قرب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار سے مالا مال فرمایا اور میں نے اپنے دل کی آنکھوں سے اپنے معبودِ حقیقی کا دیدار کیا۔" سبحان اللہ۔

واضح رہے کہ اولیاء اللہ دیدارِ خداوندی چشمِ باطن سے کرتے ہیں، ذاتِ باری تعالیٰ کو جسمانی آنکھوں سے اگر کسی نے دیکھا ہے تو وہ صرف محبوبِ کبریا سرکارِ دو عالم ﷺ کی ذات صفات ہے آپ نے شبِ معراج میں اپنی آنکھوں سے معبودِ حقیقی کا دیدار کیا سوائے حضور علیہ السلام کے یہ مقام اس جہاں میں کسی کو بھی نصیب نہ ہوا۔ اولیاء اللہ اپنے رب کو باطن کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ یہ مرتبہ بھی اللہ تعالیٰ صرف اپنے محبوب بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ اس مرتبہ تک پہنچنا ہر ایک کا کام نہیں۔

ایک حدیثِ پاک کے آخر میں آیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے آگے ستّر ہزار حجاباتِ نور ہیں (ہر حجاب کا فاصلہ پانچ سو برس کی راہ کے برابر ہے اور ہر حجاب کا حجم بھی اتنا ہی ہے) اگر اللہ تعالیٰ انہیں اپنے آگے سے ہٹا دے تو جلالِ خداوندی کا یہ عالم ہے کہ سوائے اس کے جو کچھ بھی ہے سب جل کر خاک ہو جائے۔"

ربِ اعلیٰ کا بس یہ فضلِ خاص ہے کہ وہ اپنے وفا شعار فنا فی اللہ طالبانِ حق کو ایسی استطاعت عطا فرما دیتا ہے کہ وہ اس کے دیدار سے سرشار ہو کر بھی ہوش میں رہتے ہیں یہی حال حضرت کامل شاہ رحمت اللہ علیہ کا تھا۔

حضرت نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بے انتہا مقام قرب پر سرفراز کر کے مجھ سے بلا واسطہ گفتگو فرمائی اس وقت میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی اور نہ تھا۔"

حضرت رح نے فرمایا کہ "میں ماسوا اللہ سب سے قطعی دست بردار ہو کر فنافی اللہ ہو گیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی بقا سے باقی کر دیا اور مجھے اپنی رضا سے نوازا۔"

آپ نے فرمایا "آخر میں اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے اختیارات سے نوازا اور پھر کچھ عہد و پیمان ہوئے۔ اس کے بعد مجھے اپنا وقت پورا کرنے کے لیئے لوٹا دیا گیا اب میں اللہ تعالیٰ کا لوٹایا ہوا ہوں میرا فعل بظاہر تو مجھ سے ہے مگر دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے میں تو درمیان میں ترجمان ہوں"۔ سبحان اللہ یہ شان مقام بقا کی ہے جسے ہم باقی باللہ کہتے ہیں۔ جو ولی کامل باقی باللہ ہوتا ہے وہ خود مختار ہوتا ہے اگرچہ اس کی خود مختاری اللہ اور اللہ کے رسول صلعم کے تابع ہوتی ہے۔ یہ بارگاہِ خداوندی کا سب سے بڑا اعزاز و انعام ہے۔

حضرت کامل شاہ رحمت اللہ علیہ کو جو اختیارات تفویض کیئے گئے ان کا بیان تفصیل سے انشاء اللہ آگے آئے گا۔

عالم بالا کی سیر

جب آپ نے اپنے رب سے اسی کا سوال کیا تو رب العزت نے ۱۸ ہزار عالم آپ پر روشن کر دیئے اور ان کے دروازے کھول دیئے گئے۔ حضرت نے جناب خلیفہ صاحب اور جناب شوکت حسین صاحب سے فرمایا کہ " ہم نے عالم بالا میں اللہ تعالیٰ کی نہایت مبین عجیب و غریب قدرتوں کا مشاہدہ کیا اور حیرت انگیز کمالات دیکھے"۔ آپ نے فرمایا کہ " ہم نے جنت دیکھی اور اس کی سیر کی اور اللہ نے اپنے بندگان خاص کے لیئے جو درجات و مقامات تیار کیئے ہیں انہیں دیکھا (جنت میں انبیاء و اولیاء کرام کے مقامات کی سیر کا ذکر آئے گا) آپ نے فرمایا کہ "میں نے جہنم بھی دیکھا اور اس کی سیر کی ہم نے لوح محفوظ دیکھی جس میں اللہ نے جو کچھ ہوا ہے اور ہونے والا ہے سب کچھ لکھ دیا ہے وہ قلم بھی دیکھا جس نے لوح محفوظ پر لکھا ہے، پل صراط کو بھی دیکھا جس پر سے قیامت کے دن ہر ایک کو گزرنا ہے"۔ آپ رح نے کہکشاں کا بھی ذکر فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی دوسری نشانیوں کا بھی ذکر فرمایا جن کی تفصیل بہت ہی طویل ہے۔

مقام حضور علیہ السّلام و انبیا علیہم السّلام کی سیر

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معراج کے واقعات بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفہ صاحب اور جناب شوکت حسین صاحب سے فرمایا کہ " جنت میں انبیاء علیہم السّلام کے بلند شان والے مقامات کی سیر کی۔ اللہ نے انھیں بہت عالی شان مراتب عطا کئے ہیں"۔ سبحان اللہ۔

ہم یہاں اس کی وضاحت کر دیتے ہیں کہ ولیِ کامل مقامات انبیاء علیہم السّلام کی سیر کر سکتا ہے جیسا کہ سلطان الاولیاء حضرت شیخ احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

" ولیِ کامل مقامات انبیاء علیہم السّلام کی سیر تو کر سکتا ہے مگر ٹھہر نہیں سکتا"۔ (بنیان المشید)

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

" خود حضور علیہ السّلام نے ہمیں اپنا وہ بلند شان والا مقام دکھایا جو تمام انبیاء علیہم السّلام کے مقامات سے نہایت ہی بلند اور عظیم الشان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا بلند شان والا، مقام اور کسی کو بھی عطا نہیں فرمایا"۔ سبحان اللہ۔

یہ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا کرم تھا۔

شیخ فرید الدین عطار رح تذکرۃ الاولیاء میں معراج حضرت بایزید بسطامی رح کے باب میں لکھتے ہیں کہ حضرت بایزید بسطامی رح نے فرمایا کہ " ہر پیغمبر کی رُوح کو سلام کیا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک تک پہنچا تو وہاں سو ہزار دریائے آتش اور بے شمار نورانی حجاب پہنے ہوئے دیکھے اگر پہلے دریا میں قدم رکھتا تو جل جاتا اور اپنے آپ کو فنا کر دیتا آخر کار دہشت وہیبت سے بیہوش ہو گیا کچھ نہ رہا۔ ہر چند چاہا کہ حضور علیہ السّلام کے خیمہ کی طناب ہی دیکھ لوں مگر طاقت نہیں رہی کہ آپ کے خیمہ تک پہنچ سکتا حالانکہ حق تک پہنچ گیا تھا"۔ شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ " ہر شخص اپنی رسائی کے مطابق حق تعالیٰ تک پہنچ جاتا ہے کیونکہ حق تعالیٰ ہر ایک کے ساتھ ہے لیکن حضور علیہ السلام صدر خاص میں تشریف رکھتے ہیں جیسا کہ ابو تراب رحمۃ اللہ علیہ کا مرید حق تعالےٰ کو دیکھتا تھا لیکن حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھنے کی اس میں تاب نہ تھی"۔

اس حکایت کے بیان کرنے کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ مقام

حضور علیہ السلام کو نہ دیکھ سکے یہ آپ نے نہیں فرمایا کہ مجھے دکھایا نہیں گیا آپ نے تو مقام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے مثال عظمت کا ذکر کیا ہے۔

خود حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے جناب خلیفہ صاحب سے فرمایا ہے کہ "جب کوئی اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں فنا ہو جاتا ہے تو خود حضور علیہ السلام انھیں اپنا مقام دکھاتے ہیں۔" سبحان اللہ۔

اب اس میں کسی شک وشبہ کی کیا گنجائش ہے کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہ انہوں نے خربوزہ صرف اس وجہ سے نہیں کھایا کہ آپ کو یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خربوزہ کس طرح کھایا ہے؟ طریقۂ رسول کا علم نہ ہونے کے سبب آپ نے عمر بھر خربوزہ نہیں کھایا۔ سبحان اللہ۔

اولیاء کاملین کی شان ومراتب سے تو اللہ تعالیٰ ہی بخوبی واقف ہے یا وہ جنھیں اللہ تعالیٰ نے اس کا علم عطا فرمایا ہو۔ ہمارے وہم وگمان ان کے مراتب و مدارج کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

مقام سیدنا حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ

اور مقام حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی سیر

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معراج کے بیان میں مقامات انبیاء علیہم السلام کے بعد مقامات اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کا بھی ذکر فرمایا۔ ان سب کے تذکرہ میں آپ نے بالخصوص غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ اور سیدنا حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مقامات کا ذکر فرمایا۔ حضرت خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:-

"وہاں ہم نے حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بلند شان و مرتبہ والے مقام کو دیکھا اللہ تعالیٰ نے بہت بلند شان عطا فرمائی ہے اور آپ کا مقام بہت ہی بلند ہے۔" اللہ تعالیٰ آپ کے مقام کو اور بھی بلند کرے۔ آمین۔

اس کے بعد حضرت نے سیدنا حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے مقام کا ذکر فرمایا جو آپ کے سلسلۂ طریقت چشتیہ صابریہ کے امام طریقت ہیں۔ آپ نے فرمایا۔
"ہم نے وہاں حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کا بھی بہت بلند شان والا مقام دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت بلند شان عطا کی ہے اور آپ کا مقام نہایت بلند شان والا ہے"۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مقام کو اور بھی بلند کرے۔ آمین

حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق ایک بار مجھ سے آپ نے فرمایا کہ "دربار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی شان بہت بلند ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے بہت ہی محبت فرماتے ہیں"۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "اوروں کو تو جو وہ مانگتے ہیں انھیں عطا کیا جاتا ہے مگر حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے تو خود حضور علیہ السلام یہ فرماتے ہیں کہ "کہو! تم کیا چاہتے ہو"؟ سبحان اللہ۔

ایک مرتبہ حضرت کامل شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس ناچیز کو حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ دربار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر کیا اور ہم نے وہاں آپ کی اس منزلت وشان کا نظارہ دیکھا۔

جب ہم نے حضرت سے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے مرتبہ ومقام کے متعلق سوال کیا تو آپ نے مُسکرا کر فرمایا " آپ حضور علیہ السلام کے لاڈلے ہیں آپ کی شان بہت بڑی ہے اور اللہ تعالیٰ نے کئی ولیوں کی ولایت اکیلے آپ ہی کو بخشی ہے۔ سبحان اللہ یہ خانوادۂ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پُر نور شمعیں ہیں جو ولایت وطریقت کے طاق ومحراب ہیں اپنے اپنے جلوۂ خاص کے ساتھ روشن ہیں۔ ان سب کا مقام اپنا اپنا ہے مگر سب اسی نورعلیٰ نور سے روشن ہیں جس کی تجلی اور ضیاء نے عالم کون ومکاں کو جگمگا دیا ہے جو سراج منیر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے انعکاس سے نفوس قدسیہ اولیاء کاملین کی قلب وروح کو منور وروشن رکھتا ہے اور وہ رہروان راہ معرفت وطریقت کو ضلالت، شیاطین وظلمات نفس کی تاریکیوں میں روشنی دکھاتے راہ راست پر قائم رکھتے ہیں اور منزل مقصود تک پہنچا دیتے ہیں۔

مقامِ بقاء میں

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تفویض اختیارات

شیخ الشیوخ سیدنا حضرت عمر بن محمدؒ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ "عوارف المعارف" میں فنا و بقا کے باب میں فرماتے ہیں کہ "بقا بھی فنا کے پیچھے پیچھے ہوتی ہے۔" باقی باللہ کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ (اس فنا کے بعد) جب اللہ تعالیٰ کسی کے اختیارات کو بحال کردے اور اسے اپنے کاموں میں تصرف کرنے کے لئے خودمختار بنا دے کہ جیسا چاہے ویسا کرے اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی اجازت کا منتظر نہ ہو تو یہ شخص باقی باللہ کہلاتا ہے۔" سبحان اللہ۔

محبوب سبحانی سیدی و محبوبی سیدنا حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ "فتوح الغیب" میں فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض صحیفوں میں فرمایا ہے کہ

> اے بنی آدم! میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں جس شے سے کہہ دیتا ہوں کہ "ہو جا" پس وہ ہو جاتی ہے تو بھی مجھ میں فنا ہو کر جس شے کو کہہ دے گا کہ "ہو جا" پس وہ ہو جائے گی۔"

اور بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے بے شمار انبیا، اولیا اور خاصان بنی آدم کو ایسا ہی بنایا ہے۔ سبحان اللہ! اس درجہ پر فائز ہونے والے ولی کامل "قُم بِاِذنِ اللہ" کہنے کے بجائے "قُم بِاِذنی" کہہ دیتے ہیں اور ویسا ہی ہو جاتا ہے۔

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی فنا کے بعد مقامِ بقا پر فائز تھے اور باقی باللہ تھے۔ آپ نے خود فرمایا تھا کہ "اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے اختیارات دے دیئے گئے۔" حضرت کو یہ اختیارات تفویض تو ہو گئے تھے مگر آپ ان اختیارات کو استعمال نہیں کرتے تھے۔ البتہ بعض دفعہ ایسے معاملات پیش آئے کہ حضرت کا دریائے رحمت جوش میں آ گیا لہٰذا آپ نے ان اختیارات سے کام لیا۔ بظاہر تو یہ معاملات

حضرت سے ہی ظاہر ہوئے مگر دراصل یہ سب اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تحت ہی تھا کیونکہ اولیاء اللہ ہرگز اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرتے اور یہ اختیارات کا عطا کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی بادشاہ اپنے محبوب و معتمد کو اپنی بادشاہت میں تصرف کا اختیار دیدے۔

ہم یہاں مختصراً چند ایسی کرامات کا ذکر کرتے ہیں جن میں حضرت نے ان اختیارات سے کام لیا۔

ڈاکٹر سلطان صاحب جو حضرت کے خاص مریدوں میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ ان کے صاحبزادے محمد اشتیاق صاحب کو نہایت خطرناک بخار (گردن توڑ بخار) ہوگیا۔ اور چند ہی دن میں ان کی حالت بہت خراب ہوگئی۔ کتنے ہی ڈاکٹروں اور حکیموں سے علاج کرایا مگر کچھ بھی فائدہ نہ ہوا اور "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" یہاں تک کہ لڑکا درد کی تاب نہ لاکر بے ہوش ہو جاتا تھا اور ہم سب گھر والے اس کی طرف سے ناامید ہوگئے۔ آخر علاج کے لئے اسے سول ہسپتال لے گئے۔ وہاں بھی ڈاکٹروں نے اپنی تمام کوششیں کرلیں مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔"

حضرت کے سامنے سلطان صاحب نے لڑکے کی اس حالت کا ذکر کیا تھا اس وقت آپ خاموش رہے تھے مگر جب معاملہ حد سے بڑھ گیا اور سول ہسپتال میں علاج کرانے سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوا تو حضرت نے جناب مقصود احمد صاحب کو جو آپ کے داماد ہوتے ہیں ساتھ لیا اور سول ہسپتال تشریف لے گئے وہاں جس وقت آپ تشریف لائے تھے محمد اشتیاق کی حالت بہت خراب ہوگئی تھی اور وہ بے ہوش تھا اور سب یہی سمجھے بیٹھے تھے کہ بس اب یہ چلا بچنے کا نہیں۔ حضرت نے آتے ہی محمد اشتیاق پر ایک نظر ڈالی۔ وہ بستر پر بے ہوش پڑا تھا آپ نے فرمایا۔ "محمد اشتیاق بولو استغفر اللہ" مگر وہ بے ہوش ہی رہا۔ اس کے بعد آپ کے چہرہ پرانوار پر جلال جھلکنے لگا اور آپ نے جوش میں آکر فرمایا۔ "محمد اشتیاق بول دو استغفر اللہ" بس یہ فرمانا تھا کہ بیمار نے آنکھیں کھول دیں اور استغفر اللہ پڑھنے لگا اور بالکل صحت یاب ہوگیا۔ سبحان اللہ۔

پہلے پہل تو حضرت نے یوں ہی فرمایا تھا کہ محمد اشتیاق استغفر اللہ پڑھو۔ مگر جب وہ ہوش میں نہ آیا تو آپ نے حکم دیا کہ "بول دو" پھر ویسا ہی ہوا جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا۔ یہ وہی تصرف تھا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا تھا۔

محمد اشتیاق اللہ کے فضل سے حیات ہیں اور لالوکھیت کراچی میں ہولی فیملی میڈیکل اسٹور

پر کام کرتے ہیں جس کا جی چاہے دریافت کر سکتے ہیں۔ اسی طرح ڈاکٹر سلطان اور حضرت کے داماد مقصود احمد صاحب بھی بفضل خدا حیات ہیں اور لالو کھیت میں سندھی ہوٹل کے پاس مقیم ہیں جہاں حضرت قیام فرماتے تھے۔

حضرت خلیفہ صاحب ایک اپنا چشم دید واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ عبدالکریم ولد سلیمان، عمر ۴۴ سال جو حال" کتیانہ میمن ایسوسی ایشن کے" انڈسٹریل ہوم میں ملازم ہیں ان کو بچپن سے ہی ایک ایسا خطرناک دورہ پڑتا تھا کہ ان کی حالت کسی سے دیکھی نہ جاتی تھی۔ ان کے جسم کی تمام رگیں بری طرح کھنیچ جاتی تھیں اور وہ زمین پر اپنے ہاتھ پاؤں اس طرح مارتے تھے کہ بس خدا بچائے۔ کئی کئی آدمی انھیں پکڑتے پکڑتے تھک جاتے تھے خود عبدالکریم کا بیان ہے کہ انھوں نے اس کا بہت علاج کرایا اور برسوں تک علاج کرتے رہے کئی ڈاکٹروں اور حکیموں کو دکھایا، بمبئی، مدراس، سیلون نہ جانے کہاں کہاں اس مرض کی دوا کرائی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا نہ ہی کسی کی سمجھ میں آیا کہ یہ بیماری کیا ہے۔

حضرت خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ آخری بار ان پر ایسا سخت دورہ پڑا کہ وہ بے ہوش ہو گئے مٹھیاں بند ہو گئیں اور بتیسی جم گئی۔ سب یہی سمجھ رہے تھے کہ بس عبدالکریم کچھ دیر کا مہمان ہے اس وقت ان کے ایک رشتہ دار اسماعیل جمال وہاں موجود تھے آخر کار حضرت خلیفہ صاحب نے ان کو حضرتِ والا کو بلانے کا مشورہ دیا۔ عبدالکریم کے چھوٹے بھائی کو خوب سمجھا کر بھیجا گیا کہ وہ حضرت کو عبدالکریم کی حالت سے آگاہ کرے اور یہاں لے آئے۔ وہ جب حضرت کے پاس پہنچا تو پہلے تو حضرت نے ناراضگی کا اظہار کیا مگر کچھ دیر بعد آنے کے لئے تیار ہو گئے۔ جب آپ وہاں تشریف لائے تو آپ کا چہرہ ایسا پر جلال ہو گیا تھا کہ کسی کو نظر اٹھانے کی تاب نہ تھی آپ آتے ہی عبدالکریم کے بستر کے پاس گئے اور نہایت ہی جوش میں کہنے لگے " عبدالکریم۔ عبدالکریم " مگر وہ بے ہوش رہا تو اس کو اپنی بغل میں اُٹھا کر گھر کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک چلنے لگے اور فرمانے لگے

" عبدالکریم کہو میرا رب حق ہے "

آپ بار بار ایسا فرماتے رہے اور عبدالکریم جو بالکل بے ہوش تھا ہوش میں آگیا اور اسی طرح کہنے لگا۔ اور اسی وقت بالکل صحت یاب ہو گیا۔ آپ نے اس کو موت کے منہ سے بچا کر اس لاعلاج بیماری سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نجات دیدی۔

یہ ایسے واقعات ہیں جن میں آپ نے اپنی زبان مبارک سے کام لیا مگر عام طور سے حضرت کا یہی طریقہ تھا کہ جب کوئی ایسا معاملہ پیش آتا تو حضرت بیمار کی طرف ایک نظر ڈالتے اور اپنے قلب کو اس طرح جنبش دیتے تھے جو کسی کی سمجھ میں نہ آتا تھا اور وہ کام بن جاتا اور انجام پا جاتا تھا چنانچہ خلیفہ صاحب ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ کے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر خطرناک داد تھا جس کے علاج میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی ہم نے اپنی آنکھوں سے اس داد کو دیکھا تھا۔ آخر آپ نے اس پر تیزاب بھی لگایا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ایک بار جب حضرت کی خدمت میں حاضر تھے تو آپ کی نظر اس پر پڑی۔ ذرا غور سے دیکھا بس اس کے چند ہی دن بعد درد جاتا رہا اور داد کا نشان تک نہ رہا۔

اسی طرح آپ نہایت پوشیدہ طریقے پر کام کو انجام دیدیتے تھے اور لوگوں کو معلوم بھی نہیں ہوتا تھا کہ ان کا کام کیسے بن گیا سبحان اللہ دراصل اولیاء کاملین کا یہی حال ہوتا ہے۔

روحانی سلطنت، غوث، قطب اور ابدال کا بیان

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ درجۂ ابدال پر فائز تھے اس کے ذکر سے پہلے ہم روحانی سلطنت پر کچھ روشنی ڈالتے ہیں جس سے یہ سمجھ میں آجائے گا کہ طریقت میں مقام ابدالیت کتنا بڑا درجہ ہے۔

اللہ تعالےٰ نے اس عالم اسفل کو پیدا کیا تو اس کی حفاظت کے لئے بھی انتظامات کئے جنھیں دو طریقوں سے انجام دیا جاتا ہے ایک تو ظاہری انتظامات ہیں دوسرے باطنی۔ اللہ تعالےٰ نے روئے زمین پر کئی حکومتیں قائم کی ہیں۔ حکومتوں کو چلانے کے لئے حاکم مقرر کئے ان کو ہم صدر بادشاہ اور گورنر جنرل وغیرہ کے نام سے جانتے ہیں۔ یہ حاکم حکومت کے معاملات کے لئے کئی ایک ادارے بناتے ہیں جیسے اسمبلی، جمہوریت کے ادارے، انتظامی محکمے وغیرہ۔ یہ حکام ظاہری انتظامات کرتے اور لوگوں کے اجسام پر حکومت کرتے ہیں

نظم عالم کے لئے اس ظاہری حکومت کے علاوہ اللہ تعالےٰ نے ایک ایسی حکومت کا بھی نظام قائم کیا ہے جسے باطنی حکومت کہتے ہیں۔ باطنی حکومت کے کارپرداز ہی اصل حاکم ہوتے ہیں۔ یہی لوگوں کے قلوب پر حکومت کرتے ہیں تمام ظاہری حکومتیں بھی ان ہی کے قبضے میں ہوتی ہیں اور یہ ان کے سربراہوں کے قلوب پر بھی حکمراں رہتے ہیں ان کی کچھ اور ہی شان ہوتی ہے۔ یہی حضرات روحانی سلطنت کے کارگزار ہیں جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے تا قیامت رہنے والی ہے۔ قیامت ہرگز اس وقت تک نہیں

آئے گی جب تک یہ روحانی سلطنت قائم رہے گی اور اس کے کارفرماؤں میں سے ایک بھی روئے زمین پر موجود رہے گا۔ ظاہری سلطنتیں اور حکومتیں بدلتی رہتی ہیں اور بکثرت ہوتی ہیں مگر روحانی سلطنت ایک ہی ہوتی ہے اور برابر قائم رہتی ہے اس کے افراد روئے زمین کے چپّہ چپّہ پر پھیلے ہوئے ہیں پہلے اس فریضہ کو انبیائے کرام انجام دیتے تھے مگر جب اللہ تعالےٰ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم کردی تب سے یہ فریضہ آپ کی اُمّت کے اولیاء کرام جو وارثین انبیا ہیں بحکم الٰہی انجام دیتے ہیں۔

رُوحانی سلطنت کے انہی ذمہ دار افراد کو ہم غوث، قطب، ابدال، اختیار، نقابہ، اوتاد، نجبا، اخیار وغیرہ کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ ان کا ذکر احادیث میں بھی آیا ہے جن کا حوالہ طوالت کا باعث ہوگا اگر کوئی ان کا حال تفصیل سے جاننا چاہے تو تصوف کی بے شمار کتابیں ہیں جن کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ ان میں سے ایک بہت مشہور کتاب "اَحْسَنُ الْاَقْوَالِ فِی اَحْوَالِ الْاَبْدَال" ہے جس میں احادیث اور قرآن پاک سے ثبوت دیئے گئے ہیں۔ اسی کتاب سے ہم یہاں چند احادیث پیش کرتے ہیں جن سے یہ بے شک وشبہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ روحانی سلطنت روئے زمین پر ہمیشہ رہنے والی ہے اور اسی کے ذریعہ مخلوق خدا کو فائدے پہنچتے ہیں۔

۱۔ **حدیث**:۔ مکحول رحمۃ اللہ علیہ ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں۔ فرمایا کہ "انبیا علیہم السلام "اوتادالارض" تھے۔ جب نبوت کا سلسلہ ختم ہوا تو امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک گروہ کو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا جن کو "ابدال" کہتے ہیں۔ انھوں نے نماز، روزے، تسبیح کی کثرت سے لوگوں پر فضیلت حاصل نہیں کی بلکہ حسن خلق، سچی پرہیزگاری اور نیک نیتی سے، تمام اہل اسلام کے لئے سلامتی قلب سے اور خوشنودی رب کی خاطر، نصیحت سے، صبر وتحمل، عقل وتواضع سے۔ بغیر ذلت کے وہ انبیاء علیہم السلام کے خلفا ہیں اور ایک ایسا گروہ ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے اپنے لئے اپنے علم میں خاص طور پر منتخب فرمالیا اور پسند فرمالیا اور وہ چالیس صدیق ہیں"

ایسی ہی ایک اور حدیث ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔

۲۔ **حدیث**:۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا "میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپؐ نے فرمایا "ابدال شام میں ہیں اور وہ چالیس مرد ہیں جب ان میں سے کسی کا انتقال ہوجاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کی جگہ دوسرے کو بدل دیتا ہے ان کے ذریعہ سے مینہ دیا جاتا ہے اور ان سے اعداء پر مدد دی جاتی ہے اور ان کی مدد سے زمین والوں کی بلا دُور ہوتی ہے یہی اہل بیتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور امان ہیں اس امت کی۔ اگر وہ مرجائیں تو زمین خراب اور دنیا تباہ ہوجائے یہی ہے قول اللہ تبارک وتعالیٰ کا کہ اگر اللہ بعض کو بعض سے دفع نہ کرے تو زمین برباد ہوجائے۔"

ایک اور حدیث ہے :-

۳۔ حدیث :- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ" ابدال چالیس ہیں جب ان میں سے کوئی انتقال کرجاتا ہے تو دوسرا ابدلا جاتا ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا سب وفات پاجائیں گے۔ بائیس شام کے ملک میں ہیں اور اٹھارہ ملک عراق میں ہیں۔

ایک اور حدیث حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

۴۔ حدیث :- حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ" تین چیزیں جس میں ہوں وہ ابدال (کے گروہ) سے ہے — ۱۔ رضا بہ قضا — ۲۔ محرومات الہی سے صبر۔ ۳۔ اللہ تعالےٰ کی ذات کی خاطر غصہ۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے۔

۵۔ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ" بہترین امت سے ہر قرن میں پانچ سو آدمی ہیں اور چالیس ابدال، یعنی ان میں سے کم نہیں ہوتے جب ابدال سے کوئی مرتا ہے تو پانچ سو سے ایک ابدال میں بھرتی ہوتا ہے۔" عرض کیا گیا" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ان کے اعمال بتائیے۔" فرمایا" جو ان پر ظلم کرے اس کو معاف کرتے ہیں جو ان کے ساتھ برائی کرے اس سے احسان کرتے ہیں۔ اور اللہ کے دوست ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کی یاری اور مدد کرتے ہیں"

ان تمام احادیث سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ روحانی سلطنت کے افراد ابدال ہوتے ہیں۔ ان کی

برکت سے خلقِ خدا کو تمام فائدے پہنچتے ہیں اور روئے زمین انہی کی برکت سے قائم ہے حدیثوں اور کتابوں میں ان کی تعداد مختلف بتائی گئی ہے۔ ان حدیثوں میں ابدالوں ہی کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ غوث اور قطب سب ابدالوں میں ہی سے ہوتے ہیں اور یہ ثابت ہے کہ روحانی سلطنت کے نظام میں بلند تر مقام غوث، قطب اور ابدال کا ہے۔

غوث

غوث جسے قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں ہر زمانہ میں ایک ہی ہوتا ہے۔ جب اس کا وصال ہو جاتا ہے تو فوراً قطب جو سب سے بلند مرتبہ ہوتا ہے اسے مقام غوثیت پر فائز کیا جاتا ہے۔

مولینا بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "یہ وہ ولی ہے جو تمام عوام پر فرمانروا ہے اور دوسرے اولیا اس کے تابع ہیں اور بقائے عالم کا سلسلہ اس کی بقا سے قائم ہے"۔ شیخ اکبر "فتوحات" میں فرماتے ہیں کہ "ان میں سے بعض ظاہری حاکم بھی ہوتے ہیں جو خلافت ظاہری کے احکام کی بھی تنفیذ کرتے ہیں جس طرح خلافت باطنیہ کی تنفیذ احکام کرتے ہیں۔ ان میں سے خلفائے اربعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہیں اور ان کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور حضرت متوکل باللہ عباسی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ بعض اقطاب کو صرف خلافت باطنیہ ملتی ہے خلافت ظاہرہ نہیں۔ جیسے شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ سبتی فرزند ہارون رشید اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ

آگے آپ ایک جگہ فرماتے ہیں "قطب عبد اللہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسم اللہ کا مظہر ہے اس کا باطن باطنِ رسول ہے اور وہ عبد الجامع ہے یعنی وہ اسم مظہر ہے جو تمام اسما کا جامع ہے اور وہ جمع اسماء موصوف ہے۔ از روئے تحقیق وتخلیق کے وہ آئینہ حق ہے۔ یعنی حق اپنے آپ کو تمام اسمائ کے ساتھ اس میں دیکھتا ہے اور حق کی صفات مقدسہ کو روشن کرنے والا ہے وہ مظاہر الٰہیہ کا عمل ہے۔ یعنی اسمائے الٰہیہ اور مظاہر کونیہ کا جامع ہے۔ وقت اس کے زیر فرماں ہے جو کچھ جہان میں مقدر ہے اسے سب معلوم ہے اور راس کو زمانوں کا علم ہے"

مولانا بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "قطب حقیقی اور غوث ازلی روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور جو قطب مذکور ہوئے سب روح موصوف کے خلیفہ ہیں اور اتصال فیض الہٰی میں قائم مقام ہیں۔ ان اقطاب میں سے بعض اصحاب کو تحکم عظیم حاصل ہے اور ان کا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے۔ چنانچہ شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی الحسینی الحسنی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ مقام حاصل ہے اور آپ تمام اولیاء اللہ کے سردار ہیں۔"

اگر مولانا بحر العلوم کا یہ قول صحیح ہے تو بلا شک وشبہ خواجۂ خواجگاں سیدنا خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی یہ مقام حاصل ہونا چاہئیے۔

اکثر فرماتے ہیں کہ ان کا پایۂ تخت مکۂ معظمہ میں ہے اور یہ وہیں رہتے ہیں (واللہ اعلم)

سلطان الاولیا شیخ احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "قطبیت جامعہ کے اٹھارہ ہزار سولہ درجے ہیں ہر درجہ کسی ایک عالم سے تعلق رکھتا ہے۔ اولیائے زمانہ کے تمام درجے قطب جامع کے مرتبے کے سامنے گویا زمین پر ٹھہرے رہتے تھے اور اس کا درجہ آسمان کے دروازوں میں چڑھتا ہے۔"

غوث جسے قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں ہمیشہ اپنی گزربسر حلال روزی سے کرتا ہے اور اس کے لئے محنت مزدوری یا معمولی سا کاروبار کرتا ہے جیسے کبھی بھنے ہوئے چنے بیچتا ہے اور عام لوگوں میں ملا جلا رہتا ہے مگر کسی کو ان کا حال معلوم نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ اس کے گھر والے بھی اس کو پہچان نہیں سکتے۔

قطب اور ابدال

قطب کو قطب اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ دنیا کی جہات اربعہ میں اس طرح دورہ کرتے ہیں جیسے فلک اپنی جہات میں دورہ کرتا ہے۔ قطبوں کی تعداد ہر زمانہ میں یکساں نہیں رہتی۔ جیسا کہ انبیاء بنی اسرائیل ایک زمانہ میں کئی کئی بنی کئی کئی جگھوں پر ہوتے تھے۔ جب قطب میں سے کسی کا وصال ہوجاتا ہے تو اس کی جگہ ابدالوں میں سے جو سب سے زیادہ بلند مرتبہ پر ہوتا ہے فائز کیا جاتا ہے۔ ابدال چالیس ہوتے ہیں جیسا کہ کئی حدیثوں میں بتایا گیا ہے۔ یہ ابدال پوری روئے زمین پر سیر کرتے ہیں اور بعض دفعہ انھیں کسی خاص مقام پر بھی مقرر کیا جاتا ہے۔ اور وہ اس وقت تک اپنی جگہ سے یا علاقہ سے جو ان کے سپرد ہوتا ہے نہیں جاتا جب تک کوئی اس کی جگہ مقرر نہ کردیا جائے۔ چنانچہ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی کراچی پاکستان میں اس مقام ابدال پر اسی وقت تشریف لائے تھے جبکہ یہاں کا ابدال کسی اور جگہ تشریف لے گیا تھا۔

چالیس ابدالوں کے مرتبے علیحدہ علیحدہ فضیلت والے ہوتے ہیں۔ صاحب مفسر الروح البیان فرماتے ہیں "کہ جب ان میں سے کسی کا وصال ہوجاتا ہے تو نجبا میں سے جو سب سے بلند مرتبہ والا ہوتا ہے اس کی جگہ فائز کیا جاتا ہے۔ نجیبہ کئی ہوتے ہیں ان کی تعداد اکثر بدلتی رہتی ہے جب ان میں سے کسی کا انتقال ہوجاتا ہے تو اس کی جگہ نقیبہ میں جو بلند مرتبہ رکھتا ہے مقرر کیا جاتا ہے۔ نقیبہ کی تعداد اکثر بدلتی رہتی ہے جب ان میں سے کوئی وصال کرتا ہے تو صلحا میں سب سے بلند مرتبہ والے کو اس کی جگہ لے لیا جاتا ہے

اوتاد

ان کے علاوہ چار اوتاد ہوتے ہیں جو جہات اربعہ میں مقرر رہتے ہیں۔ ایک مشرق میں اسے "عبد الحیٔ" کہتے ہیں۔ ایک مغرب میں اسے "عبد العلیم" کہتے ہیں، ایک جنوب میں اسے "عبد القادر" کہتے ہیں اور ایک شمال میں اسے "عبد المرید" کہتے ہیں۔ اس طرح یہ چاروں، چاروں سمتوں پر تعینات رہتے ہیں۔ ان کے ذمہ چاروں سمتوں کی حفاظت ہوتی ہے۔

(روح البیان)

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ ابدال تھے

حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ "فتوح الغیب" میں ابدال کی صفت بیان کرتے ہیں کہ "جو بندہ اپنی خواہشوں کو فنا کرکے اپنے ارادوں کو اللہ کے ارادوں میں ضم کردے ایسا ہی شخص مرتبہ ابدالیت پر فائز ہوتا ہے۔" جب حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ماسوا اللہ تعالیٰ سب سے فنا ہوکر فنا فی اللہ ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقام ابدالیت پر فائز کیا۔

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کئی مقامات پر ابدال کے متعلق فرمایا ہے کہ "جو ولی مقام فنا کے بعد مقام بقا میں پہنچتا ہے ایسے ولی کو اللہ تعالیٰ مقام ابدالیت عطا کرتا ہے" حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی جب مقام فنا کے بعد مقام بقا میں پہنچے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے تو اللہ تعالےٰ نے آپ کو مرتبہ ابدال سے مالا مال فرمادیا۔ چنانچہ حضرت نے جو یہ فرمایا تھا کہ "ایک لمحہ میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہزاروں احکام آتے اور جاتے ہیں۔" تو اس قول کا مطلب یہی ہے کہ آپ کو ابدال بنایا گیا تھا کیونکہ

حاکم اپنے احکام اسی پر جاری کرتا ہے جو اس کی طرف سے مقرر کئے ہوئے فریضہ کو انجام دیتا ہے جیسا کہ صدر یا گورنر اپنے زیر انتظام محکموں کو احکام جاری کرتے ہیں اور یہ احکام عام آدمیوں کو نہیں بلکہ محکموں کے افسروں کے نام جاری ہوتے ہیں۔ چنانچہ جس وقت آپ ہسپتال کے مردہ گھر میں داخل ہوئے تھے اسی وقت اس مقام پر فائز ہو گئے تھے یعنی اس وقت آپ ہندوستان کے ابدال مقرر کئے گئے تھے۔

"تحفۃ الصالحین" میں درج ہے کہ ابدال کو ابدال اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اپنا بدل مکتوب جا بجا چھوڑ جاتے ہیں اور خود دوسری جگہ چلے جاتے ہیں۔ ایسا ہی مثنوی مولانا روم کی پہلی جلد میں لکھا ہے اور دوسری تصوّف کی کتابوں میں بھی تحریر ہے۔

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی بہ یک وقت کئی مقامات پر ظاہر ہوئے۔ جن میں سے چند کا ذکر ہم کرتے ہیں۔

ا۔ حضرت کے بہت پرانے مرید حاجی سنے علی صاحب جن کا وصال اس تصنیف کے دوران ہوا ہے بتایا کہ ایک بار حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ جبکہ آگرہ میں پولیس لائن میں تعینات تھے آپ کو ایک سمن دیا گیا جو ایک مجرم پر تعمیل کرانا تھا۔ یہ مجرم "نادر" نامی ایک چھوٹے گاؤں میں جو آگرہ سے تقریباً ۲۴ میل دور تھا رہتا تھا۔ حضرت یہ سمن لے کر پولیس لائن کی مسجد میں ذکر اذکار میں مشغول ہو گئے۔ چند پولیس والوں نے آپ کو مسجد میں دیکھ لیا۔ اور انھوں نے تھانے کے انچارج سے اس کی رپورٹ کر دی جس نے وہ سمن تعمیل کرانے کے لئے آپ کے سپرد کیا تھا۔ اس تھانے دار نے پولیس والوں سے کہا کہ اگر سمن کی تعمیل نہ ہوئی اور مجرم حاضر نہ ہوا تو حضرت کے خلاف باقاعدہ کارروائی کی جائے گی۔ اس پر شکایت کرنے والے اس وقت کے منتظر رہے اور انھوں نے اس دوران میں مسجد میں نماز پڑھنے والوں کو بھی گواہ بنا لیا کہ وہ سب اس بات کی گواہی دیں کہ حضرت مسجد ہی میں تھے۔ یہ پولیس والے آپس میں ہنسی مذاق کر رہے تھے کہ اب تو حضرت قانون سے نہیں بچ سکیں گے مگر دوسرے دن وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ملزم ٹھیک وقت پر وہاں حاضر ہو گیا اسے دیکھ کر انچارج نے شکایت کرنے والوں کی خوب خبر لی وہ یہ کہتے رہے کہ حضرت تو ابھی مسجد ہی میں ہیں مسجد سے باہر نکلے ہی نہیں اور انھوں نے کچھ لوگوں کو گواہی میں بھی پیش کیا جنھوں نے گواہی دی کہ حضرت مسجد ہی میں ہیں اس پر انچارج نے حضرت کو بلایا جب آپ آئے تو اس شکایت کے بارے میں باز پرس کی۔ حضرت نے کہا "آپ اس ملزم سے ہی پوچھئے کہ

سمن کی تعمیل کرانے کون آیا تھا "؟

جب اس سے پوچھا گیا تو اس نے حضرت کی طرف اشارہ کر کے کہا " یہ ملّاجی سمن لے کر آئے تھے "
اس پر پولیس والے اور گواہی دینے والے سب حیران رہ گئے۔ مگر پھر بھی وہ اس بات پر اصرار کرتے رہے
کہ آپ مسجد سے باہر گئے ہی نہیں تھے مجرم جھوٹ بولتا ہے۔ اس پر انچارج نے اپنی گھوڑی پر ایک جوان کو
بھیجا کہ وہ اس ملزم کے گاؤں جاکر وہاں کے چوہدری سے یہ معلوم کر کے آئے کہ سمن کی تعمیل کرانے
کون آیا تھا؟ وہ جوان اسی وقت گھوڑی پر سوار ہو کر چل دیا۔ جب وہ لوٹ کر آیا تو اس نے آتے ہی سب
کے سامنے یہ بیان دیا کہ " میں گاؤں کے چودھری سے ملا اور اس نے یہ کہا کہ ملّاجی سمن لے کر آئے تھے اور
شام کو اس کی تعمیل کی اور مجرم کو سمن دے کر رات اسی گاؤں میں رہے اور صبح واپس آگرہ کی طرف چلے
گئے " اس کا بیان سن کر سب حیرت زدہ رہ گئے اور انچارج نے پولیس والوں کو ہدایت کر دی کہ حضرت
کے کاموں میں ہرگز دخل نہ دیں۔

حاجی سنے علی صاحب کے علاوہ اور کئی حضرات نے جو آپ کے مریدوں میں سے ہیں اس واقعہ
کی شہادت دی۔

۲۔ ایک اور حیرت انگیز واقعہ جناب شہزادے میاں اور آپ کے کئی ایک مرید بیان کرتے ہیں کہ
آگرہ کے محکمۂ پولیس کے ایک افسر کا تبادلہ ہوا اور اس کی جگہ ایک نیا انگریز افسر آیا۔ حضرت اس افسر کے
زیرِ انتظام تھانہ پر تعینات تھے۔ چونکہ حضرت کی بزرگی سے وہاں سب چھوٹے بڑے واقف تھے اس لئے
سب آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔ جب نئے افسر کو آپ کے متعلق ان باتوں کا علم ہوا تو اسے یقین نہ آیا
اور اس نے آپ کو آزمانے کا ارادہ کیا۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ واقعی آپ بزرگ ہیں یا نہیں؟ چنانچہ اس
نے ایک تھانہ انچارج کو ہدایت کی کہ وہ آپ کو ایک مقررہ وقت پر تھانہ پر حاضری کا حکم دے۔ اور ادھر اسی
وقت اس نے خود بھی آپ کو اپنے دفتر میں حاضر ہونے کا حکم جاری کر دیا۔

اس تھانے دار نے بہت سمجھایا کہ حضور وہ کئی بار کے آزمائے ہوئے ہیں۔ مگر وہ نہ مانا۔ آخرکار ان
دونوں افسروں کی طرف سے آپ کو ایک ہی دن اور ایک ہی وقت حاضر ہونے کا حکم ملا۔ حضرت ان کی
اس بات سے بخوبی واقف تھے۔ آپ اپنی کرامات کے اظہار کو ناپسند فرماتے تھے۔ اور آپ کو یقین تھا کہ
دونوں افسر اپنے حکم واپس بھی نہیں لیں گے۔ تاہم آپ تھانہ انچارج کے پاس گئے اور اپنے ایک ہی وقت

دونوں جگہ حاضر ہونے کے حکم نامے بتائے اور اس سے کہا کہ "آپ حاضر ہونے کے وقت میں ترمیم کر دیں" مگر اس نے آپ کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد آپ اس انگریز افسر کے پاس گئے اور اسے بھی دونوں حکمنامے دکھا کر کہا کہ "آپ اپنے حکم میں حاضری کے وقت کو ترمیم کر دیں۔ یا تھانہ انچارج کو حکم دیں کہ وہ ترمیم کرلے "، وہ کب ماننے والا تھا۔ اس نے کہا۔ "آپ ہمارے جاری کئے ہوئے حکم کے مطابق ہمارے پاس حاضر ہوں۔" ناچار آپ گھر واپس آگئے اور کسی کو اس بات کی خبر نہ دی۔ جب حاضری کا وقت آگیا تو حضرت دونوں افسروں کے دفتروں پر حکمناموں کے مطابق حاضر ہوگئے۔ مگر اس انگریز افسر کو یقین نہ آیا اور اس نے اپنے چپراسی کو پولیس تھانہ پر بھیجا جو اس کے دفتر سے کافی فاصلہ پر تھا کہ وہ اپنی آنکھوں سے جا کر دیکھ آئے کہ واقعی حضرت وہاں بھی موجود ہیں یا نہیں؟ اسی طرح اس تھانہ کے انچارج نے بھی اپنے چپراسی کو اس بڑے افسر کے دفتر پر اس بات کی تحقیق کے لئے بھیجا۔ آخر دونوں افسروں کے چپراسیوں نے دونوں کو آکر خبر دی کہ "حضور ہم نے اپنی آنکھوں سے انھیں دونوں دفتروں میں موجود پایا ہے"

اب تو وہ انگریز افسر حیران رہ گیا اور آپ کا بہت معتقد ہوگیا۔ وہ حضرت کو "فادر" کہہ کر بلاتا تھا جیسا کہ انگریز اپنے پادریوں کو پکارا کرتے ہیں۔

حضرت کی یہ کرامت بہت مشہور ہے۔ جسے بے شمار لوگ جانتے ہیں۔

۳۔ اسی طرح کا ایک واقعہ جو ۳۲-۱۹۳۳ء کا ہے۔ آپ کے پرانے مرید علاؤالدین جو اس وقت بڑی عمر کو پہنچ چکے ہیں اور کراچی میں لالوکھیت میں حضرت کی قیام گاہ کے قریب ہی رہتے ہیں بیان کرتے ہیں یہ ان کا چشم دید واقعہ ہے۔ آگرہ میں حضرت کی ڈیوٹی نائی کی منڈی کے چوراہے پر تھی۔ کسی پولس والے نے حضرت کو ڈیوٹی کے وقت وہاں کی مسجد میں عبادت میں مشغول دیکھ لیا اور تھانے کے انچارج کو رپورٹ کی کہ آپ ڈیوٹی دینے کے بجائے مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ انچارج تحقیقات کے لئے اسی وقت نائی کی منڈی روانہ ہوگیا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو حضرت کو اپنی آنکھوں سے ڈیوٹی پر حاضر پایا۔ واپس آنے کے بعد اس نے شکایت کرنے والے پر خوب غصہ اتارا مگر وہ بار بار یہی کہتا رہا۔ "حضور! میں سچ کہہ رہا ہوں اگر آپ چاہیں تو ثبوت میں گواہ بھی پیش کر سکتا ہوں اور اگر آپ چاہیں تو چل کر مسجد میں دیکھ لیں وہ اسی مسجد میں موجود ہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ چنانچہ تھانے کا انچارج اور دوسرے لوگ جو وہاں موجود تھے سب مسجد کی طرف گئے۔ علاؤالدین صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ تکرار

سُنی تو میں بھی ان کے ساتھ مسجد کی طرف چلا گیا۔ ہم سب نے آپ کو مسجد میں عبادت میں اپنی آنکھوں سے مشغول دیکھا۔"

"ابھی سب حیران ہو رہے تھے کہ دو پولس والے ہمارے پاس آئے جب ان کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو وہ بھی حیران رہ گئے اور کہنے لگے کہ ہم دونوں تو ابھی حضرت کے گھر پر آپ سے مل کر آ رہے ہیں۔ یہ سُن کر ہماری حیرت اور بھی بڑھ گئی۔"

ان واقعات سے ثابت ہے کہ حضرت ولایت کے اونچے مرتبہ پر فائز تھے جسے مقام ابدالیت کہتے ہیں اور ابدالوں کی طرح آپ ایک ہی شکل میں بہ یک وقت کئی جگہ پہنچ جاتے تھے۔ یہ تو وہ واقعات ہیں جو ظاہر ہو گئے۔ مگر ایسے بے شمار واقعات ہوں گے جن کا راز کسی کو معلوم نہ ہو سکا کیونکہ آپ ان معاملات کو ظاہر کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔

(بحیثیت ابدال پاکستان میں جو واقعات پیش آئے ان کا ذکر آگے کیا جائے گا۔)

والدہ ماجدہ کو نفوس قدسیہ کی زیارت

حضرت کی والدہ ماجدہ کی بھی طریقت میں بہت بڑی شان تھی۔ اگر آپ کے حالات بھی لکھے جائیں تو ایک مستقل کتاب بن جائے۔ ہم یہاں مختصراً چند امور درج کرتے ہیں۔

آپ کی والدہ ماجدہ بی بی فاطمہ خاتونؒ "فنا فی الرسول" تھیں۔ آپ نے یہ مرتبہ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے فرزند سے پہلے ہی حاصل کر لیا تھا کیونکہ آپ شروع ہی سے درود شریف کی ریاضتوں میں مشغول تھیں اور آخر عمر تک اسی ذکر میں مشغول رہیں۔

قبلہ محترم خلیفہ صاحب اور جناب شوکت حسین صاحب وغیرہ سے حضرت نے فرمایا کہ "والدہ ماجدہ کو روزانہ رات چار انبیاء علیہم السلام کی زیارت ہوا کرتی تھی جن کے نام آپ مجھے صبح بتایا کرتی تھیں"۔ جناب شوکت حسین صاحب فرماتے ہیں کہ "حضرت کے حکم کے مطابق میں آپ کی موجودگی میں ان انبیاء کرام کے اسمائے مبارک لکھتا رہتا تھا میں اس وقت حضرت کے ساتھ ہی رہا کرتا تھا۔ والدہ ماجدہ خود مجھے حضرت کی موجودگی میں ان انبیاء علیہم السلام کے ناموں کا ذکر کرتی تھیں اور ان کے مبارک حلیے بھی بتاتی تھیں۔ ایک طویل عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہا اور میں ایک کاپی میں یہ سب کچھ لکھتا رہا۔ اس کاپی کو میں نے نہایت حفاظت کے ساتھ رکھ چھوڑا تھا مگر ہندوپاک کی تقسیم کے وقت افراتفری کے عالم میں وہ کتاب میرے ہاتھ سے گم ہو گئی"۔

حضرت نے فرمایا کہ "والدہ ماجدہ کو درختوں کے پتوں پر ملائکہ کی مبارک صورتیں نظر آتی تھیں"۔ یعنی آپ ولایت کے اس بلند مقام پر فائز تھیں کہ ملائکہ آپ کی زیارت کے لئے کثیر تعداد میں آتے تھے۔ سبحان اللہ

درود شریف کا کرشمہ

حضرت نے جناب سلیم صاحب سے فرمایا کہ "ایک بار گھر میں والدہ ماجدہ اپنے کام میں مشغول تھیں اور اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے پوروں کو دم کر کے مل رہی تھیں کہ نہایت سفید نور کے ٹکڑے پوروں سے نکل نکل کر زمین کی طرف جا رہے تھے۔ جب میں نے یہ دیکھا تو حیران رہ گیا اور اس کا بھید جاننے کے لئے سوال کیا پہلے تو مسکرا کر والدہ نے یونہی ٹال دیا مگر جب میں نے بہت اصرار کیا تو فرمایا کہ میں شروع ہی سے درود شریف کا ذکر کرتی ہوں

اس کی یہ برکت ہے کہ جب بھی میں اپنے ہاتھوں پر درود شریف پڑھ کر دم کرتی اور ان کو مسلتی ہوں تو اب نور نکلتا ہے"۔ سبحان اللہ۔

آپ" فنافی الرسول" تھیں آپ نے یہ مرتبہ برسوں تک درود شریف کی ریاضتیں کر کے حاصل کیا تھا چنانچہ درود شریف کا نور آپ کے جسم مبارک کے ذرہ ذرہ میں سرایت کر گیا تھا جیسا کہ صاحب" فنافی الرسول" کا حال ہوتا ہے۔ یہی نور دست مبارک کے ملنے سے ظاہر ہوتا تھا۔ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مقام تک پہنچ چکے تھے۔

والدہ ماجدہ کو دربار رسول سے خطابات کا عطا ہونا

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے جناب خلیفہ صاحب اور اپنے دیگر کئی مریدوں سے فرمایا کہ" دربار رسول سے والدہ ماجدہ کو تین خطاب عطا ہوئے تھے ان میں سے دو تو مجھے یاد ہیں مگر تیسرا یاد نہیں رہا ایک" الٰہی شاہ" دوسرا "چاندنی شاہ" جو آخر میں عطا ہوا تھا۔

شہزادے میاں جناب محمد شبیر حسن فرماتے ہیں کہ" والد بزرگوار کبھی کبھی مجھے بتاتے تھے کہ" جب والدہ ماجدہ کو" چاندنی شاہ" کا خطاب ملا تو آپ کے چہرۂ مبارک پر نہایت ہی عظیم الشان نور چمکتا ہوا دیکھنے میں آتا تھا جس سے آپ کا چہرہ اس درجہ پر نور اور حسین دکھائی دیتا تھا کہ میں حیران رہ جاتا تھا"۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا" یہ نور جو دیکھنے میں آتا تھا" سنگرانی نور" تھا (جو ایک بہت بڑے نور کا نام ہے) سبحان اللہ

آپ کی ولایت' ولایت فاطمی تھی

خواتین اولیاء کرام کی ولایت دو قسم کی ہوتی ہے ایک" ولایت فاطمی" دوسری" ولایت مریمی" سیدۃ النسا حضرت بی بی فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے اولیا خواتین کی سردار حضرت بی بی مریم علیہ السلام تھیں جیسا کہ کلام پاک میں ان کا ذکر ہے۔ ان کے بعد یہ مقام حضرت بی بی فاطمہ زہرہؓ کو ملا۔ اس کے بعد قیامت تک اور جنت میں بھی آپ سیدۃ النسا (عورتوں کی سردار) رہیں گی جیسا کہ حدیث شریف میں رسول پاکؐ نے فرمایا ہے۔ سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اور بھی درجات بلند کرے (آمین)

" ولایت مریمی" جلالی ولایت کی تاثیر رکھتی ہے اور ولایت فاطمی رحمانی ولایت کی تاثیر رکھتی ہے۔

جن کی ولایت "ولایت مریمی" ہوتی ہے ان کا رجحان زیادہ تر وحدانیت کی طرف ہوتا ہے جیسا کہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ کا جو اسی ولایت سے تعلق رکھنے والی تھیں اس ولایت سے تعلق رکھنے والی خواتین میں سے بیشتر کسی سے نکاح نہیں کرتیں کیونکہ وہ عشق الٰہی میں محو رہتی ہیں کہ اس ذات اقدس کے سوا دوسری طرف ان کی توجہ ہی نہیں ہوتی چنانچہ کہتے ہیں کہ امام العارفین سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ سے نکاح کیلئے سوال کیا۔ حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الاولیا میں فرماتے ہیں کہ انھوں نے جواب میں فرمایا کہ "جس کا وجود یہاں ہو" (اس کو شادی کرنا چاہئے) "یہاں تو وجود ہی نہیں ہے"۔ آپ اپنی خواہشات کو اور خودی کو فنا کرکے فنا فی اللہ ہو چکی تھیں اور اپنے وجود سے قطعاً بے تعلق تھیں۔ بھلا جو اس وحدہٗ لاشریک کے عشق میں فنا ہو، وہ دوسرے کی خدمت کیا کریگا، اس لئے آپ نے کسی سے نکاح نہیں کیا۔

دوسری ولایت "ولایت فاطمی" ہے۔ اس کا مرتبہ زیادہ بلند ہے کیونکہ یہ اولیا خواتین فنا فی اللہ ہوجانے کے باوجود اپنے آپ کو قابو کرتی ہیں اور آخر دم تک اتباع شریعت پر قائم رہتی ہیں، یہ ولایت کا نہایت ہی اعلیٰ وارفع مقام ہے۔ حضرت بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نسبت خاص کی وجہ سے اس کو ولایت فاطمی کہتے ہیں حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ولایت کا وہ بلند تر مقام حاصل کیا جسے کوئی اور حاصل نہ کرسکا نہ وہاں تک کسی کا وہم وگمان جاسکتا ہے۔ اس مقام بلند پر فائز ہونے کے باوجود آپ نے نکاح بھی کیا اور آخر دم تک اتباع شریعت پر قائم بھی رہیں۔ سبحان اللہ

جو خواتین اولیاء اللہ اس ولایت سے نسبت رکھتی ہیں وہ نکاح بھی کرتی ہیں اور اس کے باوجود مراحل سلوک وولایت میں ان کے لئے کوئی بات مانع نہیں ہوتی۔ یہ خواتین زیادہ تر "فنا فی الرسول" ہوتی ہیں اور وہ منازل سلوک کو طے کرنے میں کامیاب ہوجاتی ہیں کیونکہ ان پر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت خاص ہوتی ہے۔

حضرت کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ خاتون رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی ولایت عظیم سے مالامال تھیں۔ آپ حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے تھیں آپ کی ولایت بھی "فاطمی ولایت" تھی۔ اس لئے آپ کو حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ سے بے انتہا محبت تھی اور حضور علیہ السلام سے جو محبت تھی اس کا بیان کرنا مشکل ہے۔ آپ پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت خاص تھی کہ آپ کو تین خطابات عطا فرمائے۔

والدہ ماجدہ کا وصال

والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ خاتون رحمۃ اللہ علیہا نے طریقت میں جو بلند مقام حاصل کیا تھا اس کی حقیقت سے وہ واقف تھیں یا اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کا یہ مرتبہ اسی لئے تھا کہ آپ کی آغوش شفقت میں ایک ولیٔ کامل کو پرورش پانا تھا۔ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس عظیم الشان مرتبۂ ولایت کا سبب بفضل ایزدی آپ کی والدہ ماجدہ ہی تھیں یہ انہی کی دعاؤں اور کوششوں کا نتیجہ تھا کہ حضرت بچپن ہی سے والدہ کے ساتھ عبادت وریاضت میں مصروف رہے اور آپ کو شروع ہی سے اللہ کی تائید وتوفیق حاصل رہی تا آنکہ آپ اس مقام اعلیٰ تک جا پہنچے یہی کیفیات ہم کو حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ قطب الاقطاب سید بابا فریدالدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ بزرگان دین کے حالات میں ملتی ہیں۔

والدہ ماجدہ کے تقویٰ کا جو عالم تھا وہ گمان وبیان سے باہر ہے۔ وہ حضرات جو حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے مریدین ومقربین میں سے ہیں اور برسوں تک آپ کے ساتھ رہے ہیں ان میں سے کسی نے بھی خود آپ کو تو کیا آپ کے سایۂ مبارک تک کو کبھی نہیں دیکھا اور نہ ان میں سے کسی نے کبھی آپ کی آواز سنی۔ آپ گفتگو بھی کرتیں تو نہایت مختصر الفاظ میں اور دبے لہجہ میں کوئی کام ہوتا تو اشارہ اشارہ ہی سے بتا دیتیں اور تقریباً سارا وقت ذکر اذکار میں گزارتیں۔

جناب شوکت حسین صاحب جو حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے چچازاد بھائی اور آپ کے دیور کے بیٹے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ "اگرچہ میں آپ کے ساتھ گھر میں ہی رہتا تھا اور آپ مجھے اپنا بیٹا سمجھتی تھیں آپ کبھی بھی کسی مجبوری کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلیں نہ خریداری کے لئے بازار گئیں۔ ہمیشہ گھر میں ذکر اذکار میں مصروف رہتیں گھر کا دروازہ ہمیشہ بند رہتا تھا والدہ کے تقویٰ واحتیاط کے باعث حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ملنے جلنے والوں کے لئے علیحدہ کمرہ میں انتظام رکھتے تھے"۔

جب حضرت مقام فنا فی اللہ پر پہنچ چکے اور آخری مراحل سلوک کو طے کر چکے اس کے کچھ ہی عرصہ بعد آپ کی ڈیوٹی ہارن میں ہوگئی یہیں والدہ ماجدہ نے وصال فرمایا آپ نے تقریباً ۶۰۔۶۵ سال کی عمر پائی آپ نے تمام عمر ذکر اذکار میں گزاری تھی۔ آپ کا دل اللہ اور اللہ کے حبیبؐ کی محبت سے لبریز تھا۔ اس لئے آپ کی یہ آرزو تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے نور نظر کو بھی اپنے اس انعام عظیم سے مالامال فرمادے اور اللہ تعالیٰ سے آپ اسی کی

دعا مانگا کرتی تھیں۔ اللہ نے آپ کی دعائیں قبول فرمائیں اور آپ کو زندگی ہی میں اپنی قدرت کا کرشمہ دکھا دیا اور آپ نے اپنے رب کے پاس جانے سے پہلے ہی حضرت کامل شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو اس مرتبۂ عظیم پر دیکھ لیا جہاں آپ دیکھنا چاہتی تھیں۔ یہ آپ کی مقبول دعاؤں کا اثر تھا۔ ایسی ہی ماؤں کے قدموں کے نیچے جنت ہوتی ہے۔

قبلۂ محترم حضرت خلیفہ صاحب سے حضرت نے فرمایا کہ" والدہ ماجدہ کے وصال کے بعد میں ایک سال تک روزانہ پابندی سے آپکی قبر پر حاضری دیتا رہا آخر کار آپ نے ہی مجھے یہ تکلیف و زحمت نہ اٹھانے کی ہدایت کی"۔

حضرت نے فرمایا کہ" میری خواہش تھی کہ آپ کی قبر پر مقبرہ وغیرہ تعمیر کراؤں مگر خود آپ نے اس سے منع فرما دیا اور کہا" بیٹا میں دنیا میں اس کو پسند نہیں کرتی تھی تو اب اس تکلف سے کیا لینا ہے؟" یہ بات آپ کی بے غرضی اور بے ریائی پر دلالت کرتی ہے۔

حضرت کو والدہ ماجدہ سے بے انتہا محبت تھی کہ آپ وصال کے بعد ایک سال تک روزانہ آپکی قبر پر جاتے رہے تھے۔

اہارن کے قبرستان میں ایک آم کا درخت تھا جسے آپ نے اس کے مالک سے ایک روپے میں خرید ا تھا اس کے قریب ہی حضرت کے چند اور صاحب بھی مدفون تھے اس درخت کے پاس آپ کی والدہ ماجدہ کو سپردِ خاک کیا گیا۔
آخرت میں بھی اللہ کے فضل و کرم اور اس کے حبیبؐ کے وسیلہ سے آپ کا مرتبہ ارفع و اعلیٰ ہوگا اللہ آپ کے درجات کو اور بھی بلند فرمائے۔ آمین۔

زوجۂ محترمہ کا وصال

ابھی والدہ ماجدہ کے وصال کو کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ آپ کی دوسری زوجہ محترمہ شریفن صاحبہ وصال فرما گئیں۔ آپ نہایت ہی متقی اور پرہیزگار تھیں اور خاص طور پر والدہ ماجدہ اور آپ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اقدس نے آپ پر بھی فقیری کا رنگ چڑھا دیا تھا۔ چنانچہ آپ بھی گھر کے کام انجام دینے کے بعد ذکر میں لگ جاتی تھیں حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ریاضتوں کا دور آپ سے نکاح کرنے کے بعد ہی شروع ہوا تھا۔ جس کی بنا پر آپ کی شادی کے بعد پوری زندگی نہایت فاقہ کشی اور آزمائشوں میں گزری مگر آپ نے نہایت صبر سے کام لیا اور ثابت قدم رہیں۔

آپ کو حضرت کے گھر آئے کچھ ہی عرصہ ہوا تھا کہ آپ حضرت نے اپنے پورے گھر کو ان کے سامنے لُٹا دیا اور مسلسل پانچ برس تک آپ راہ خدا میں اسی طرح پورے گھر کو لٹاتے رہے۔

اگرچہ آپ ایک اچھے خاصے کاروبار کرنے والے شخص کی صاحبزادی تھیں اور شادی سے پہلے اپنے ماں باپ کے گھر بہت اچھا وقت گزارا تھا مگر ایک کامل درویش کے گھر میں آکر بہت ہی صبر کرنے والی بن گئی تھیں۔ آپ کے صبر کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ جبکہ حضرت اپنے پورے گھر کو راہ خدا میں لٹا رہے تھے اور غریب لوگ سازوسامان کو لوٹنے میں مصروف تھے اسی درمیان آپ کی نظر آپ کے ہاتھوں میں چوڑیوں پر پڑی تو آپ نے فرمایا "اسے بھی دے دو" آپ نے ذرا بھی ہچکچائے بغیر اپنے ہاتھوں سے چوڑیاں نکال کر ان غریبوں کو دے دیں اور اس آزمائش کے وقت بھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ چونکہ آپ کے آنے کے بعد سے حضرت نہایت ہی سخت ریاضتوں میں مشغول رہے۔ اس لئے اس عرصے میں آپ نے نہایت ہی فقیری میں گذارا کیا کبھی تو کھانا بھی کئی کئی دنوں نہیں پکتا تھا۔ یہی حال گھر کے سازوسامان کا تھا مگر

اس کے باوجود آپ نے کبھی صبر کا دامن نہ چھوڑا اور ہمیشہ والدہ ماجدہ اور حضرت کی خدمت کرتی رہیں اور حضرت کے گھر میں آنے کے بعد آپ نے اپنے والدین کے گھر کے عیش و راحت کی زندگی کو بھلا دیا تھا۔

جناب شوکت حسین صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کی بہن سکینہ خاتون جو ایک اچھے خاصے تاجر سے بیاہی گئی تھیں ان کے گھر ملنے کے لئے گئیں۔ سکینہ خاتون نے آپ سے کہا کہ "بہن میری ساس مرگئی ہے اور میرے لئے اتنا مال چھوڑ گئی ہے بھلا تو یہ بتا کہ تیری ساس تیرے لئے کیا چھوڑ گئی ہے"؟ اس پر آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ۔ "بہن میری ساس ولی اللہ تھیں وہ میرے لئے آخرت کے بہت بڑے درجے اور دنیا میں اپنے بیٹے جو ولی اللہ ہیں چھوڑ گئی ہیں"۔ اسی بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ پر بھی حضرت اور والدہ ماجدہ کی صحبت اقدس سے کسی حد تک فقیری رنگ چڑھ چکا تھا۔ سبحان اللہ۔

ہم پچھلے اوراق کی ریاضتوں میں لکھ چکے ہیں کہ ایک بار رات کو یکایک گھر کی چھت پر سے ایک بہت بڑا سانپ آپ کے اوپر آپڑا۔ آپ نے بے خیالی میں جھٹکا دے کر پھینک دیا جو سیدھا حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر پڑا آپ یہ دیکھ کر بہت گھبرائیں مگر سانپ چپ چاپ حضرت کو بغیر تکلیف پہنچائے چلا گیا اور حضرت نے بھی اس کو کوئی ایذا نہ دی۔ یہ دیکھ کر آپ حیران رہ گئیں اور حضرت سے اس کی وجہ پوچھی۔ حضرت نے فرمایا کہ "یہ ایمان کی طاقت ہے"۔ اس پر آپ نے کہا "ایمان کیا چیز ہے؟"۔ حضرت نے فرمایا کہ "کبھی دیکھ لینا"۔ چنانچہ جب آپ نے وصال فرمایا اور اپنے آپ کو ایک بہت بڑے مقام پر پایا تب اس بھید کو سمجھ گئیں۔

حضرت نے خلیفہ صاحب، ڈاکٹر سلطان اور سلیم صاحب وغیرہ سے یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "ان کے وصال کے بعد میں نے خواب میں دیکھا وہ بہت ہی عجیب عیش و راحت اور بہت بیش قیمت لباس میں تھیں۔ حضرت نے فرمایا کہ "وہ میرے پاس آئیں اور نہایت ہی خوش تھیں میں نے ان کا یہ عجیب ٹھاٹھ دیکھ کر کہا۔ کہو تمھارے کیا ٹھاٹھ ہیں؟ اس پر مسکرا کر کہنے لگیں "حضور یہ وہی ایمان کی طاقت کا کمال ہے جب میں نے آپ کے حکم پر عمل کیا تو اللہ تعالے نے مجھے یہ مرتبہ عطا فرمایا"۔ سبحان اللہ ـــــ اس بات سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور والدہ ماجدہ کی خدمت کرنے سے اور صحبت اقدس سے آپ کس قدر بلند مقام پر پہنچ گئی تھیں۔ بھلا ایسا مرتبہ کیوں نہ ملے جبکہ دنیا میں آپ کو حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اقدس ملی ہو۔ اللہ تعالے آپ کے اور بھی درجات بغیر حساب بلند کرے۔ آمین ـــــ آپ کا وصال ۱۹۲۰ء یا ۱۹۲۱ء کے قریب ہی ہوا۔ آپ کی قبر مہابن ضلع متھرا کے قبرستان میں واقع ہے۔

مقامِ رضا

سلوکِ ولایت میں سب سے بڑا مقام رضا کا ہے۔ جیسا کہ سلوکِ نبوت میں سب سے بڑا مقام "عبدیت" کا ہے۔ اس بلند اور عالی مقام کے بعد مقامِ نبوت کی ابتدا ہے۔ اس مقامِ رضا کو ولایت کی انتہا کہتے ہیں جس طرح مقامِ فنا و بقا میں بے شمار درجات ہیں اسی طرح اس مقامِ رضا میں بھی کئی درجات ہیں۔ چنانچہ ہر صحابی اور ولی کی علیحدہ علیحدہ شان ہے۔

بہت ہی کم ایسے اولیاء کاملین گذرے ہیں جو اس مقامِ عالی تک پہنچے ہوں یہی وہ ولایت کا سب سے بلند مرتبہ ہے جہاں پہنچ کر اولیاء اللہ جنھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے شمار اختیارات ملے ہوتے ہیں مگر پھر بھی وہ قضائے الٰہی پر راضی بہ رضا رہتے ہیں اور بڑی سے بڑی آزمائشوں کا بڑے حوصلے سے تعمیل کرتے ہیں اور ہر آن میں اپنے رب کی قضا پہ راضی بہ رضا رہتے ہیں۔

یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر امام عالی مقام سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کربلا کے میدان میں اپنے رب کی قضا پر راضی رہے اور اپنی آنکھوں کے سامنے گلشنِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو پامال ہوتا ہوا صبر و تحمل سے دیکھا گئے اور جبینِ منور پر بل تک نہ آنے دیا اور اپنے آپ کو بھی مرضی مولیٰ پر قربان کر دیا۔ اگرچہ آپ اس قدر روحانی طاقت رکھتے تھے کہ لشکرِ یزید تو کیا اگر آپ اٹھارہ ہزار عالم پر بھی نگاہِ خشمگیں ڈالتے تو وہ سب کے سب آن کی آن میں جل کر راکھ ہو جاتے۔ مگر آپ جانتے تھے کہ آپ کس مقام پر فائز ہیں اور اس کے تقاضے کیا ہیں؟ اس لئے آپ بغیر کسی پس و پیش کے بڑی خوش دلی کے ساتھ اپنے رب کے لئے اس کی قضا پر راضی رہے اور قربِ الٰہی کے اس مقام پر پہنچ گئے جو قیاس و گمان سے باہر ہے۔

دیکھو نمازِ عاشقی تیغوں کے سائے میں پڑھی
سر کو علیؓ کے لعل نے نذر کیا نماز میں

دراصل اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندے کو جس قدر بلند مقام و مرتبہ عطا کرتا ہے اس کو اتنے ہی بڑے امتحان سے آزماتا ہے

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے اختیارات یافتہ تھے۔ مگر آپ بھی بے اختیار بن کر قضائے الٰہی پر راضی بہ رضا رہے اور اسی کو آپ نے اپنا شعار بنالیا تھا۔ اس لئے آپ بھی آزمائشوں کے سخت امتحانات سے گزرتے رہے اور ہمیشہ قضائے الٰہی پر راضی بہ رضا رہے۔ آپ کو بھی اللہ تعالےٰ مرتبۂ بلند اور مقامِ اعلیٰ پر پہنچانا چاہتا تھا اس لئے آپ کو بھی متعدد آزمائشوں کے ذریعے آزماتا رہا۔ ان آزمائشوں میں آپ نے جس صبر و ضبط سے کام لیا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ یہاں ہم اس سلسلہ کے چند واقعات تحریر کرتے ہیں جن سے آپ کے تحمل و استقامت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

جناب شہزادے میاں فرماتے ہیں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اکثر ماہ صفر میں بیمار ہوجاتے تھے اور بیماری اس قدر بڑھ جاتی تھی کہ آپ کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی اور آپ کے جاں نثاروں کے دل دہل جاتے تھے اور یہی گمان ہوتا تھا کہ بس حضرت رحمۃ اللہ علیہ اب کچھ ہی وقت کے مہمان ہیں۔ حالتِ مرض میں یہ حالت ہوجاتی تھی کہ اپنے جسم کو مشکل ہی سے جنبش دے سکتے تھے۔ حاضرین حیران رہ جاتے تھے کہ آپ نے کتنوں کو موت کے منہ سے بچایا ہے مگر اپنے معاملہ میں اس درجہ بے اختیار کیوں ہیں؟ اس راز سے تو آپ ہی بخوبی واقف تھے۔

شہزادے میاں فرماتے ہیں کہ کبھی حضرت کی گردن میں درد شروع ہوجاتا اور اس قدر بڑھ جاتا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنی گردن کو پھیر نہیں سکتے تھے ذرا سی حرکت ہوتی تو اس قدر تکلیف ہوتی کہ آپ کی زبانِ مبارک سے بے اختیار "اللہ اکبر" کے کلمات جاری ہوجاتے تھے۔ اس قدر تکلیف ہونے کے باوجود آپ کی برداشت کا یہ عالم تھا کہ پانچوں فرض نمازوں کے علاوہ معمول کے مطابق رات کو دیر تک عبادت کرتے اور نماز تہجد بھی ادا کرتے۔

شہزادے میاں فرماتے ہیں کہ "ہم گھر والے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اصرار کرکے کہتے تھے کہ حضور آپ کا رب تو آپ پر بہت مہربان ہے پھر ایسا کیوں ہوتا ہے؟ آپ اپنی شفا کے لئے کیوں کچھ نہیں کرتے۔ مگر

حضرت مسکرا کر فرماتے کہ" ہم اپنے لئے رب کے کام میں دخل نہیں دیتے "۔

شہزادے میاں فرماتے ہیں کہ حضرت کے گھٹنوں میں کبھی درد اُٹھتا اور اس قدر بڑھ جاتا کہ حرکت دینا محال ہوجاتا۔ ذراسی جنبش پر اس قدر تکلیف ہوتی کہ آپ کی زبان مبارک سے بے اختیار "اللہ اکبر" کا کلمہ جاری ہوجاتا۔ اسی طرح کبھی کبھی بخار آجاتا تھا اور اس قدر بڑھ جاتا تھا کہ ہم پریشان ہوجاتے تھے کہ شاید آپ کا وقت آن پہونچا۔ اس کے باوجود کبھی بھی آپ اپنے معاملہ میں اپنے اختیار سے کام نہیں لیتے تھے اور ہمیشہ قضائے الٰہی پر راضی رہتے تھے۔

شہزادے میاں فرماتے ہیں کہ ہر سال آپ ماہ صفر میں بیمار ہوتے اور ربیع الاوّل کے مہینہ میں بالکل صحت یاب ہوجاتے تھے۔ ڈاکٹروں حکیموں کے علاج سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا تھا۔

تصوف کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جو ولی اللہ، اللہ کے تفویض کردہ مقام پر تعینات ہوتے ہیں اور جب مصائب وبلائیں آتی ہیں تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے عطا کردہ روحانی قوت سے وہ ان کو برداشت کرلیتے ہیں اور ان سے جو بلائیں بچ کر رہ جاتی ہیں وہ تمام خلق خدا میں حکم رب کے مطابق تقسیم ہوتی ہیں۔ یہ اولیاء اللہ سال بھر میں کچھ عرصہ ان بلاؤں کو اپنے اوپر لے لیتے ہیں اور اس درمیان ان کی حالت بہت ہی تشویشناک ہوجاتی ہے حضرت بھی مقام ابدالیت پر فائز تھے آپ بھی دنیا والوں کی بلاؤں کو اپنے آپ پر لے لیتے تھے۔ ایک مقررہ مہینے میں آپ کے بیمار ہونے کا غالباً یہی سبب ہوگا۔ آپ ہر حال میں خود تکلیف برداشت کرکے دوسروں کی تکلیف کمی کا باعث بن جاتے تھے۔

یہ تو آپ کی ذات کا معاملہ تھا مگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنی اولاد کے معاملے میں بھی بہت آزمائے گئے۔ اور یہ سلسلہ عمر بھر جاری رہا۔ حضرت خلیفہ صاحب، جناب شہزادے میاں، ڈاکٹر سلطان صاحب اور سلیم صاحب وغیرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اپنی صاحبزادی شکیلہ خاتون سے جو بہت ہی نیک اور پرہیزگار خاتون تھیں بہت محبت رکھتے تھے کیونکہ ان سے پہلے جتنی اولادیں ہوئی تھیں سب وصال کرگئی تھیں۔ ان کے بارے میں آپ فرماتے تھے۔

"یہ بہت نیک ہے اور ولی اللہ ہے"

جب جمعرات آتی تھی تو ان پر حالت خوف طاری ہوجاتی تھی اور ان کی زبانِ مبارک سے یہ کلمات جاری ہوتے تھے " اب قیامت آئی۔ اب قیامت آئی"۔ وہ رات کو دیر تک حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ذکر اذکار

میں مشغول رہتی تھیں اور حضرت کی بہت زیادہ خدمت کرتی تھیں۔

ان کے متعلق حضرت نے فرمایا تھا کہ " ایک رات میں عبادت میں مشغول تھا۔ اس دوران میں کئی روحیں دو گروہ میں میرے سامنے حاضر ہوئیں ایک گروہ میں مُردوں کی روحیں تھیں اور دوسرے میں زندوں کی۔ میں نے شکیلہ کو دیکھا کہ وہ مُردوں کے گروہ میں ہے۔ میں نے چاہا کہ اس کو مُردوں کے گروہ سے نکال کر زندوں کے گروہ میں شامل کردوں اتنے میں الہام خداوندی ہوا کہ۔

" ہمارے کام میں دخل دینا چاہتے ہو؟ "

حضرت نے مسکرا کر فرمایا " اس پر ہم نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ " کچھ ہی دنوں میں شکیلہ خاتون بیمار ہوگئیں اور ان کا مرض روز بروز بڑھتا چلا گیا۔ ڈاکٹر سلطان صاحب کہتے ہیں کہ میں شکیلہ خاتون کے لئے دوا بنا کر لے گیا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا جب میں نے دوا پیش کی تو حضرت نے مسکرا کر فرمایا

" ارے ہم نے تو دروازہ کُھلا ہی رکھا ہے۔ وہ جو چاہے سو لے لے "

آپ کا مطلب یہ تھا کہ اپنا سب کچھ اللہ کے سپرد کر دیا ہے۔ جو چاہے وہ کرے۔ ڈاکٹر سلطان صاحب فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت نے فرمایا۔

" بس یہ ظہر کی اذان تو سُن لے گی "

دوسرے دن ظہر کی اذان ہوئی ہی تھی کہ شکیلہ خاتون کی روح پرواز کر گئی۔ ان کی عمر تقریباً چودہ سال کی تھی۔ ان کے وصال کا آپ کو پہلے ہی سے علم تھا اور آپ قضائے الٰہی پر راضی رہے۔

ایسے ہی ایک واقعہ کو شہزادے میاں بیان فرماتے ہیں کہ صاحبزادی اقبال خاتون کی ایک آنکھ میں درد شروع ہوا اور وہ روز بروز بڑھتا گیا۔ آخر کار ڈاکٹروں نے کہہ دیا کہ ان کی آنکھ بالکل خراب ہونے والی ہے اور اسے نکالنا پڑے گا۔ شہزادے میاں فرماتے ہیں کہ ہم سب گھر والوں نے حضرت پر بہت زور دیا کہ آپ اس کے لئے کچھ کریں مگر آپ خاموش ہی رہے اور اپنے اختیارات سے کچھ بھی کام نہ لیا اور آخر وقت تک اپنے رب کی مرضی پر راضی رہے یہاں تک کہ صاحبزادی کی آنکھ بالکل خراب ہوگئی اور اسے نکلوانا پڑا۔" یہ دراصل آپ کی بڑی آزمائش تھی۔ حضرت ان صاحبزادی سے بھی بہت محبت کرتے تھے یہ بھی شکیلہ خاتون کی طرح آپ کی بہت خدمت کرتی تھیں۔ آپ کی یہ صاحبزادی اب بھی بفضل خدا حیات ہیں۔

اسی طرح اور بھی واقعات پیش آئے مگر کبھی آپ نے اپنے معاملات میں اپنے اختیارات سے کام لینا گوارا نہیں فرمایا۔ یہ آپ کا ظاہری حال تھا جس پر روشنی ڈالی گئی ہے دراصل اولیاء اللہ کی شان سے تو اللہ تعالیٰ ہی خوب واقف ہے اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ" فرمایا خدا تعالیٰ نے کہ میرے اولیاء میری قبہ تلے چھپے ہیں" اور سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "فقیر کی شان اس کے وصال کے بعد اس کی قبر سے پہچانی جا سکتی ہے۔

چنانچہ حضرت کا ایک عقیدت مند آپ کے مزار پرانوار پر اعتکاف میں تھا جب رات کو وہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہا تھا تو کیا دیکھتا ہے کہ حضرت درمیان میں حائل ہیں اور اس کی دعا آگے بڑھنے نہیں پاتی پھر وہ مدینہ طیبہ کی طرف رجوع ہوا مگر یہاں بھی حضرت کو حائل پایا اب وہ خود آپ کی طرف رجوع ہوا ان کا کہنا ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت نہایت ہیبت وجلال کے عالم میں اپنے روضۂ منور میں رونق افروز ہیں اور مجھ سے آپ نے فرمایا۔

"جب تم اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچو تو ان سے مانگنا اور جب دربار رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچو تب ان سے مانگنا۔ اس وقت تم میرے دروازے پر ہو مجھ سے پہلے مانگ لو پھر آگے جانا"

اس کے بعد میں کیا دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ، حضور علیہ السلام اور اٹھارہ ہزار عالم کی تمام مخلوق سے آواز آرہی ہے:۔

" اے آلِ حسن ہم تیری رضا چاہتے ہیں۔ اے آلِ حسن ہم تیری رضا چاہتے ہیں"

اس کے بعد جو آپ سے مانگا حضرت نے بے شمار گُنا زیادہ دیا۔ سبحان اللہ۔ یہ واقعہ تحقیق شدہ ہے دراصل اس مقام رضا پر پہنچنے والے ولیٔ کامل کا یہی حال ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

دربارِ رسالت سے "کامل شاہ" کا خطاب

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت کو ولایت کے اس اعلیٰ درجہ پر پہنچا دیا جس کے بعد مقامِ نبوت کی ابتدا ہوتی ہے اور جو راہ سلوک کی انتہائی منزل ہے تب حضرت کو دربار رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے "کامل شاہ" کا خطاب عطا کیا گیا۔ جنھیں خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم "کامل شاہ" جیسے بلند پایہ خطاب سے نوازیں، ان کی شان کا کیا کہنا؟ اور ان کی ولایت کاملہ کے بارے میں کسی کو کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ہم حضرت کی سوانح حیات کا نام اسی مناسبت سے "حیاتِ کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ" رکھا ہے۔

جس پر اللہ کے حبیب مختار دو جہاں کا سایہ ہو اس کے مدارج عالیہ کا کیا اندازہ —! ؎

کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں (علامہ اقبالؒ)

یہ سب کچھ حضرت پر حضور علیہ السلام کی کرم نوازی تھی۔ سلطان العارفین سیدنا حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار طریقت کی گفتگو فرماتے ہوئے فرمایا۔ کہ ہر ولی کی ترقی کا دارومدار اسی نبی علیہ السلام پر ہوتا ہے جس کا وہ اُمتی ہوتا ہے جس نبی نے اپنی اُمت میں سے جس کو جتنا نوازا اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنا ہی عطا کیا۔ سبحان اللہ۔

حضرت خود اکثر فرماتے تھے کہ "جب ہم نے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن تھام لیا تو اللہ تعالےٰ نے یہ سب کچھ عطا فرمایا۔" "کامل شاہ" کا یہ خطاب دربار رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عطا ہوا تھا۔ اس سلسلہ میں حضرت نے ڈاکٹر سلطان صاحب وغیرہ سے فرمایا کہ "ہمیں فقیری کے چار خطاب عطا کئے گئے۔ سب سے پہلے "عامل شاہ" اس کے بعد "خادم شاہ" اس کے بعد "صابر شاہ" اور جب ہمارے کام کی تکمیل ہو گئی تو ہمیں "کامل شاہ" کا خطاب عطا کیا گیا۔ سبحان اللہ۔

طریقت میں حضرت کی جو شان تھی ان خطابات سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

حضرت کامل شاہ سید السالکین سلطان العارفین تھے

سلوک کے عام معنی راہ چلنے کے ہیں مگر اصطلاح تصوف میں سلوک سے مراد عبادات و ریاضیات کے ذریعہ قرب الٰہی کو حاصل کرنا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا سلوک "سلوک نبوت" ہوتا ہے جس میں براہ راست اللہ تعالیٰ انبیاء کے مربی اور رہبر ہوتے ہیں۔ اولیا کرام کا سلوک "سلوک ولایت" ہوتا ہے جس میں ایک رہبر و مقتدا کی ضرورت ہوتی ہے جو سالک کو تصفیہ و تزکیہ کے ابتدائی مراحل سے گزار کر عبادات و ریاضیات کے ذریعہ اعلیٰ مدارج کی طرف رہنمائی کرے۔ اس راہ میں حجابات حائل ہوتے ہیں وساوس شیطانی اور ترغیبات نفسانی سے بھی مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور سارے مرحلے واقف اسرار پیر و مرشد کی اقتدا اور اتباع کے بغیر طے نہیں ہو سکتے۔

"فتوح الغیب" میں لکھا ہے کہ انتہائے سلوک جس سے مراد "سیر الی اللہ" ہے فنا سے حاصل ہوتا ہے اور فنا ہی شہر ولایت کا دروازہ ہے انتہا کے یہی معنی ہیں اور منتہی وہ شخص ہے جو اس مقام پر پہنچا ہو اور زیور کمال سے آراستہ ہو اس کے بعد ہی مقام بقا ہے اور یہاں سے "سیر فی اللہ" کا آغاز ہوتا ہے اس مقام میں صفات حق کے زیور سے آراستہ ہو کر مرتبہ تکمیل تک پہنچتے ہیں اس کے بعد "سیر من اللہ" کے عالم سے گذر کر ناقصوں کی تکمیل کے لئے منتہی و کامل لوٹا دیئے جاتے ہیں اور ان کی قوت و مدد سے تصرفات کے اہل قرار پاتے ہیں اور اس کو "سیر باللہ" کہتے ہیں۔ "سیر باللہ" راہ سلوک کی آخری منزل ہے جو اس منزل پر پہنچتا ہے وہی "سید السالکین" کا خطاب پاتا ہے۔

حضرت سید آل حسن کامل شاہ رحمت اللہ علیہ چونکہ اس آخری مقام سیر باللہ پر فائز تھے اس لئے آپ "سید السالکین" تھے۔ آپ کو سالکین سے بڑی محبت تھی اسی لئے ہم نے اس کتاب کو اس طرز پر تحریر کیا ہے کہ سالکین کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے ہم کو امید ہے کہ حضرت کی سوانح حیات سے وہ بے اندازہ فائدہ اٹھائیں گے اب ہم سالکین کی قسموں پر روشنی ڈالیں گے تاکہ معلوم ہو جائے کہ حضرت کس زمرہ سالکین میں سے تھے۔

عوارف المعارف میں شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "سالکان طریقت اور نیک بندوں کی چار قسمیں ہیں ۱۔ سالک مجرد ۲۔ مجذوب مجرد ۳۔ سالک مجذوب جسے بعد میں جذب کی حالت حاصل ہو جائے ۴۔ مجذوب سالک وہ مجذوب جو راہ سلوک پر گامزن ہو۔"

ان میں سالک مجرد یعنی محض سالک شیخ بننے کے لائق نہیں اور نہ وہ اس مقام پر پہنچ سکتا ہے کیونکہ وہ ایک ہی مقام پر پہنچ کر رک گیا۔

اس کا مقام معمولات وریاضات کا ہے وہ اس سے اوپر نہیں چڑھ سکتا جہاں اسے مجاہدہ وریاضت کے سوز وتپش سے راحت ملتی ہے۔

مجذوب مجرد یعنی جو شخص مجذوب ہو اس پر ابتداء ہی سے علامات حقیقت ظاہر ہو جاتی ہیں اس کے قلب کے حجابات ہٹ جاتے ہیں اس لئے اسے معمولات ومجاہدات کی پوری منزلیں طے کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی وہ خدا کے عطا کردہ درجہ پر قائم رہتا ہے۔ اور اپنے حال میں مست ہوتا ہے اور فرائض کے علاوہ کسی عمل پر ماخوذ نہیں ہوتا۔ مجذوب مجرد بھی شیخ بننے کے لائق نہیں ہوتا۔

سالک مجذوب

سالک مجذوب وہ ہے جس کی روحانی زندگی کا آغاز مجاہدات وریاضات سے ہوتا ہے اس کے تمام معاملات مخلصانہ بندگی کے تابع ہوتے ہیں وہ روحانیت کی تمام شرائط کی تکمیل کرتا ہے پھر مجاہدات کے سوز وساز سے گذر کر احوال وکیفیات سے سرفراز کیا جاتا ہے قرب الٰہی کی خوشبو سے اس کا باطن معطر ہو جاتا ہے اس پر فتوحات غیب کی نوازشیں ہونے لگتی ہیں اور صفائے ظاہر کے ساتھ جلائے باطن حاصل ہو جاتی ہے یہاں تک کہ جلوۂ الٰہی کی اہلیت پیدا ہو جاتی ہے جلوت میں خلوت کے لطف حاصل ہونے لگتے ہیں وہ غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا وہ خود صاحب تصرف ہوتا ہے دوسروں کے زیر تصرف نہیں رہتا اور روحانیت کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔

واضح رہے کہ سیدنا حضرت شاہ عظیم اللہ ماشاہ رحمتہ اللہ علیہ جو حضرت کامل شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پیرومرشد تھے وہ بھی سالک مجذوب تھے بڑے مرتبہ پر فائز تھے مقید نہیں تھے اور وصال حق سے مالامال تھے۔

مجذوب سالک

جذب وسلوک کا یہ اعلیٰ ترین مقام ہے اور درجہ تکمیل ہے اس سے مراد وہ شخص ہے جو مجذوب ہونے کے بعد سالک بن جائے وہ ابتداء ہی میں حالت کشف اور انوار یقین سے سرفراز کیا جاتا ہے اس کے حجاباتِ قلب اٹھا دیئے جاتے ہیں مشاہدات حق سے اس کا دل جگمگا اٹھتا ہے اور وہ اس عالم فریب سے عالم فنا کی طرف رجوع کرتا اور روحانی سرمستیوں کے سمندر سے سیراب ہوتا ہے۔ یہاں اس کے مجاہدات ومعاملات کا آغاز ہوتا

ہے اور وہ ان میں کوئی دقت اور تکلیف محسوس نہیں کرتا بلکہ اس راہ کی زحمتیں اس کے لذت و سرور میں اور اضافہ کر دیتی ہیں اور وہ خاصان خدا کے زمرہ میں اللہ کی عنایت بے نہایت اور الطاف بے پایاں سے مالا مال ہو جاتا ہے۔

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ اسی زمرۂ مجذوب سالکین میں سے تھے اور ہم حال مجذوب سالک وکامل تھے آپ احوال پر غالب تھے کوئی حال آپ پر غالب نہیں تھا آپ صدیقین میں سے تھے اور اولیاء اللہ ہم عہد کے پیشوا تھے اسی لئے آپ سید السالکین تھے۔

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ جس طرح سید السالکین تھے اسی طرح سلطان العارفین بھی تھے جس کی وضاحت درج ذیل ہے۔

ہم لکھ آئے ہیں کہ سید السالکین اس ولی اللہ کو کہا جاتا ہے جو اولیاء اللہ کا پیش رو ہو اسی طرح سلطان العارفین اس عارف باللہ کو کہتے ہیں جو عارفین کا سردار ہو یہ بڑا اونچا مرتبہ ہے جس پر چند ہی اولیاء اللہ فائز ہوئے ہیں۔

تصوف کی کتابوں میں سیدنا ومولانا حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو امام العارفین کے خطاب سے منسوب کیا گیا ہے اور سیدنا حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو قطب العارفین کا خطاب دیا گیا ہے اور سیدنا حضرت طیفور بن عیسیٰ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اور سیدنا حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ اور سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ سلطان العارفین کے خطاب سے موسوم ہوتے (واللہ اعلم)

حضرت آل حسن کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی سلطان العارفین تھے اس کا ثبوت حضرت کے ایک خواب سے ملتا ہے جس کا ذکر آپ نے حضرت خلیفہ صاحب وغیرہ سے کیا تھا۔ حضرت خلیفہ صاحب فرماتے ہیں۔

"ایک بار آگرہ کی جامع مسجد میں بعد نماز جمعہ مسجد کے امام مولانا ضیاء الاسلام اور مولانا سعادت اللہ صاحب کہ دونوں ولی اللہ تھے حضرت کو اپنے ساتھ اپنے حجرہ میں لے گئے اور مولانا ضیاء الاسلام صاحب نے حضرت سے اپنا ایک خواب بیان کیا اور اس کی تعبیر معلوم کرنا چاہی۔ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تعبیر انہیں بتا دی۔ جناب شوکت حسین صاحب فرماتے ہیں کہ امام صاحب نے اپنا خواب بیان کیا کہ ـــــ "میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک نورانی میدان میں ملائکہ کھڑے ہیں اور میں ان کا امام بنایا گیا ہوں حضرت نے انہیں مبارک باد دے کر فرمایا کہ آپ کا خواب ماشاء اللہ مبارک ہے" اس کے بعد ان دونوں حضرات نے بڑے اصرار سے کہا کہ آپ بھی اپنا کوئی خواب بیان کریں"

آپ نے فرمایا کہ ۔"ہم نے ایک بار خواب میں دیکھا کہ عارفین (اولیاء اللہ) ایک نہایت سرسبز وشاداب اور پرنور میدان میں نہایت ہی اعلیٰ درجہ کے فاخرانہ شاہی لباس میں ملبوس ہیں اور سب مجھے نہایت ہی حیرت کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں میری پوشاک ان کے لباس سے زیادہ شاندار ہے اور میں ان کا سلطان بنا ہوا بڑے رعب و وقار سے کھڑا ہوا ہوں اور وہ عارفین میری طرف انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے ایک دوسرے سے کہہ رہے ہیں "ہٰذا محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" "ہٰذا محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" اور میں نہایت رعب کے ساتھ انہیں یہ کہہ رہا تھا کہ "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہوں" اور مدینہ طیبہ کی طرف اشارہ کرکے ان کو میں بتا رہا تھا کہ "محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرہے ہیں" ــــــ جناب شوکت حسین صاحب کہتے ہیں حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ ۔"اس وقت مدینہ طیبہ کی طرف نہایت روشن نور چمکتا ہوا نظر آرہا تھا اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے تھے"۔ یہ روشن نور حضور علیہ السلام کی ذات بابرکات ہی کا تھا۔

جب حضرت نے یہ خواب بیان کیا تو حاضرینِ مجلس نہایت حیران رہ گئے اور فضا سبحان اللہ سبحان اللہ کے نعروں سے گونج اٹھی۔

حضرت خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ ــــ "حضرت نے اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھی بند کرکے سر پر رکھی اور عاجزی و انکساری کے ساتھ اپنے سر مبارک کو زمین کی طرف جھکا دیا۔ اور آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات جاری ہو گئے ــــ "اے میرے معبود میری لاج تو ہی رکھنا میں تو تیرا ناچیز بندہ ہوں"۔ مولانا صاحب اور امام صاحب کھڑے ہو گئے اور حضرت سے سینہ بہ سینہ ہو کر حضرت کی ولایت باکمال کا اعتراف کیا اور خود کو حضرت کے مقابلہ میں طفل خورد ظاہر کرنے لگے۔

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ سلطان العارفین تھے یہ خواب ہی بہت بڑی شہادت ہے، اس خواب کی رو سے حضرت کی ولایت خاص ولایت محمدیؐ تھی کیونکہ تمام عارفین حضرت کو محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ رہے تھے ظاہر ہے آپ حضور علیہ السلام کے قائم مقام کی حیثیت میں ان عارفین کے سلطان تھے اور نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور یہ مرتبہ تمام مراتب سے بلند و اعلیٰ ہے۔

حضرت خلیفہ صاحب نے جب شجرِ سلسلۂ چشتیہ صابریہ کو دوبارہ شائع کرایا تو اس میں حضرت کے نام مبارک کے ساتھ "سید السالکین سلطان العارفین" لکھوایا۔ حضرت نے جب یہ پڑھا تو مسکرا دیئے۔ اگر آپ اس مرتبہ پر نہ ہوتے تو آپ ہرگز اس کی اجازت نہ دیتے۔

حضرت کی ولایت، ولایت محمدیؐ تھی

ولایت محمدیؐ تمام ولایات کی جامع ہوتی ہے اور یہ سب سے بلند مرتبہ ولایت ہے۔ اسے "ولایت رحمانی" بھی کہتے ہیں۔ حضرت کی ولایت بھی یہی ولایت رحمانی تھی۔

ولایت کی کئی قسمیں ہیں کیونکہ ہر ولی کا دل کسی نہ کسی نبی علیہ السلام کے مشابہ ہوتا ہے جیسے یوں بھی کہا جاتا ہے کہ یہ ولی اس نبی کے قلب پر ہے۔ تمام انبیا علیہم السلام علیحدہ علیحدہ مراتب و مدارج رکھتے ہیں اور ان کی نبوت کی شان بھی مختلف ہوتی ہے۔ کسی میں شان "غفاری" ہوتی ہے جیسے حضرت روح اللہ عیسیٰ علیہ السلام۔ کسی میں شان "جباری" ہوتی ہے جیسے حضرت کلیم اللہ موسےٰ علیہ السلام۔ کسی کا رنگ ملکوتی ہوتا ہے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام۔ کسی کی آن جبروتی ہوتی ہے جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام علیٰ ہذا القیاس تاہم نبوت کے یہ تمام نہج دو طرح تقسیم کیے جا سکتے ہیں ایک تو نبوت رحمانی دوسری نبوت جلالی۔ اسی طرح ولایت کے بھی مختلف نہج کی علیحدہ علیحدہ شانیں ہیں اور وہ بھی مجموعی طور پر دو طرح تقسیم ہوتی ہیں۔ رحمانی ولایت اور جلالی ولایت۔ جو ولی اللہ کسی شان جلالی رکھنے والے نبی کا رنگ رکھتا ہے تو اس کی ولایت جلالی کہلاتی ہے اور جو کسی رحمانی شان رکھنے والے نبی کا رنگ رکھتا ہے تو اس کی ولایت رحمانی ہوگی۔ جو انبیاء جلالی نبوت رکھتے ہیں ان کا حال بھی یکساں نہیں ہوتا سب میں کچھ نہ کچھ امتیاز اور فرق ہوتا ہے۔ یہی حال رحمانی نبوت رکھنے والے انبیاء کا ہے اور اسی طرح وارثین انبیاء، اولیاء کرام کا حال ہے۔

رحمۃ اللعالمین سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے تمام نہج وطرق، احوال و سنن کے جامع تھے۔ تمام جلالی انبیاء اور تمام رحمانی انبیاء در اصل آپ ہی کی ذات جامع صفات کے مظہر تھے ان کا جلال ہو کہ ان کا جمال جلال محمدی اور جمال محمدی ہی تھا۔ جیسے کسی فانوس میں شمع روشن ہو اور ارد گرد مختلف رنگ کی شیشہ بندی ہو کہ نورِ شمع سبز رنگ شیشہ سے سبز نظر آتا ہے سرخ سے شفق رنگ، اور نیلے سے نیلگوں۔ شمع ایک ہے نور ایک ہے مگر شیشہ بندی نے اسے رنگا رنگ جھلکیاں دے دی ہیں۔ اسی طرح سلطان الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جو کامل و مکمل و اکمل ہیں ایک ہی ہیں مگر آپ کی صفات اقدس انبیاء علیہم السلام میں جھلک آئی ہیں اور وہ اپنے رنگ

ہیں نبوت محمدیؐ کے مظہر بن گئے ہیں۔ ؎

حسنِ یوسفؑ دمِ عیسیٰؑ یدِ بیضا، داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

بلغ العلےٰ بکمالہ　　کشف الدجےٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ　　صلوا علیہ وآلہ

اسی طرح تمام ولایات طریقت میں "ولایت محمدیؐ" بھی ایک جامع اور مرکزی ولایت ہے اس لئے اس ولایت کا مرتبہ تمام ولایتوں سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ ولایت محمدیؐ کے حامل اولیائے اکرام کا مزاج نرم اور شان رحمت الٰہی کی آئینہ دار ہوتی ہے کہ اعدار کے شدائد و شماتت پر بھی مائل بہ کرم رہتے ہیں چشم پوشی ان کا وصف اور عفو و درگذر ان کا شعار ہوتا ہے جیسا کہ قطب العارفین سیدنا حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی شان تھی کہ سنگدل پرتھوی راج کے فرستادہ جادوگروں نے اپنے سحر کے زور سے آپ پر آسمان سے آگ برسائی۔ بڑے بڑے اژدہوں کو آپ پر حملہ کے لئے چھوڑا۔ حضرت نے قوتِ روحانی سے ان کے طلسم پاش پاش کردیئے اور ان کا جنتر منتر ناکام بنا دیا مگر ان پر اپنی طرف سے کوئی حملہ نہیں کیا۔ اگرچہ آپ کو مقابلہ پر اس کا پوری طرح حق تھا اور یہ آپ کے بس میں بھی تھا کہ اگر آپ ایک نگاہ ہیبت سرزمین ہند پر ڈالتے تو یہ خطہ ارض جل کر راکھ بن جاتا مگر آپ نے کمال رحم و کرم سے کام لیا اور ظلم کا بدلہ لینے کی بجائے اپنی نظر کیمیا اثر سے ان کو مائل بہ حق کر دیا اور وہ گمراہی و ضلالت سے چھٹکارا پاکر دولت ایمان سے مالا مال ہو گئے۔

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی ولایت محمدیؐ کے حامل تھے۔ آپ کی شان بھی شان رحیمی تھی چنانچہ آپ بھی ظلم و جبر کرنے والوں سے انتقام لینے کے بجائے دعائیں دیتے تھے۔ شہزادے میاں فرماتے ہیں کہ حضرت اکثر ایک واقعہ بیان کرتے تھے کہ " ایک بار آپ کہیں تشریف لے جارہے تھے کہ پیچھے سے ایک گھوڑے سوار آیا اور اس نے اپنی پوری طاقت سے

چابک گھما کر آپ کی پشت پر ضرب لگائی"۔ آپ مسکرا کر فرماتے تھے ۔" اس کے اس طرح بے وجہ چابک مارنے سے مجھے بہت تکلیف ہوئی مگر میں نے نہایت صبر و ضبط سے کام لیا اور اسے کچھ بھی نہ کہا اور وہ اپنی راہ نکل گیا۔" اس وقت حضرت پولیس کی ملازمت میں تھے اگر چاہتے تو اسے تھانے میں بند کرا سکتے تھے بلکہ چاہتے تو ایک ہی نظر غضب سے اسے سات زمینوں کے نیچے پہنچا دیتے مگر آپ نے تحمل و عفو و درگزر سے کام لیا اور اس سے کچھ نہ کہا۔ حضرت کی کرم نوازی اور ولایت رحمانی کا اندازہ تو کرامت کا باب پڑھنے سے ہی لگایا جا سکتا ہے۔

اس ولایت عظیم سے مالا مال ہونے والے اولیاء کرام فنا فی الرسول ہوتے ہیں اور غلبہ رحمانیت کے سبب ان کا جلال بہت ہی کم ظاہر ہوتا ہے۔ بجز اس کے کہ باطل کے مقابلہ میں حق کی حمایت کے لئے اس کا اظہار ناگزیر ہو جائے۔ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی فنا فی الرسول تھے اسی لئے ولایت محمدی کے وصف خاص رحمانیت کے مظہر و پیکر تھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس باکمال ولایت سے اشارتاً اپنے مریدوں کو بارہا آگاہ کیا ہے۔ اکثر آپ مسکرا کر فرماتے تھے ۔" ہم نے تو اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑا ہے"

چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ کے

اولیائے عظام کا آپ کو خلافت عطا کرنا

حضرت رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ چشتیہ صابریہ سے تعلق رکھتے تھے کیونکہ آپ کے پیرو مرشد جن سے آپ کو خلافت ملی تھی چشتی صابری تھے۔ اور جب آپ ولایت کے مرتبہ عالی پر فائز ہو گئے تو حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی طرف سے آپ کو خاص خلافت عطا فرمائی۔ سیدنا غوث الاعظم" نے آپ کو اپنے سلسلہ" قادریہ" کی خلافت عطا کی اور آپ کو خاص منظور نظر ٹھہرایا۔ چنانچہ حضرت

غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ حضرت کے جاں نثاروں پر بے انتہا مہربان ہیں اور انھیں اپنے دربارِ اقدس سے بے حد فیضیاب کرتے رہتے ہیں چند جاں نثاروں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ پر تشریف لائے ہیں۔ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت جن اولیائے کرام کو ملی ہے ان کی تعداد بہت ہی کم ہے۔ ان میں سے ایک باکمال ولی اللہ سیدنا حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کو خلافت غوثیہ عطا ہوئی تھی۔

حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جو سلسلہ نقش بندیہ کے سرخیل و امام ہیں۔ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے سلسلہ کی "خلافت نقش بندیہ" عطا کی۔ اسی طرح امام سلسلۂ سہروردیہ سیدنا حضرت عمر بن محمد شیخ شہاب الدین سہروردی نے بھی اپنے سلسلہ سہروردیہ کی خلافت آپ کو عطا کی تھی۔

ان تمام خلافتوں کا ذکر حضرت نے قبلہ محترم حضرت خلیفہ صاحب اور دیگر کئی مریدوں سے بارہا کیا تھا۔ حضرت فرمایا کرتے تھے۔ "ہم کو چشتی صابری کے علاوہ قادری، نقشبندی اور سہروردی خلافتیں ملی ہیں"۔ سبحان اللہ۔

حضرت سے پہلے اسی سلسلہ چشتیہ صابریہ کے ایک بہت بڑے بزرگ اور قطب عالم سیدنا حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اپنے سلسلۂ طریقت کے علاوہ ان تین سلسلوں قادری نقشبندی اور سہروردی کی خلافتیں ملی تھیں۔

حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ صاحب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کو اس دنیا سے پردہ کئے سینکڑوں سال گزر چکے ہیں مگر آپ حضرات اپنی بے مثال روحانیت کے ذریعہ اولیار کرام کو نوازتے رہتے ہیں اور اپنے اپنے سلسلوں کی طرف سے اپنی خلافتیں بلا واسطہ عطا کرتے ہیں۔

اس قسم کی خلافت کو "خلافت اویسی" کہا جاتا ہے۔

پاکستان قائم ہونے کی پیش گوئی

۱۹۴۷ء میں جبکہ قائد اعظم کی رہنمائی میں تحریک پاکستان کامیابی کے منازل سے ہمکنار ہو رہی تھی اس وقت حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ آگرہ میں تھے اور پولس کی ملازمت سے سبکدوش ہو چکے تھے۔ آپ کے مریدین اور عقیدت مند آپ سے قیام پاکستان کے متعلق سوالات کرتے تھے جب بھی آپ سے کوئی ایسا سوال کرتا تو آپ مسکرا دیتے اور اللہ تعالےٰ پر بھروسہ رکھنے کی تلقین کرتے تھے۔ حضرت کے مریدین جو آپ کے ساتھ دن رات رہتے تھے وہ آپ کے اس جواب پر سمجھ جاتے تھے کہ پاکستان بن کر رہے گا۔ یہ جواب تو اشارتاً تھا مگر بعض اوقات آپ پاکستان کے قیام کی وضاحت سے بھی پیش گوئی فرماتے تھے۔

اس زمانہ میں مسلم لیگ اور کانگریس کی کشمکش پورے عروج پر تھی اس وقت ایسے کانگریسی مولوی بھی تھے جو قیام پاکستان کے خلاف اظہار خیال کرتے اور کانگریس کا پروپیگنڈہ کرتے رہتے تھے۔ حضرت ان کانگریسی مولویوں کی خرابات پر بہت ناراض تھے۔

جب مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان الیکشن کی نوبت آئی تو دونوں طرف سے ایک دوسرے کے خلاف اشتہارات شائع کئے گئے اور جگہ جگہ چپاں کئے گئے اس زمانہ کا ایک چشم دید واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ "ایک دفعہ حضرت اپنے چند مریدوں کے ساتھ نماز ادا کرنے کے لئے مسجد تشریف لے جارہے تھے۔ جب مسجد کے دروازے پر پہونچے تو وہاں دو اشتہار لگے ہوئے تھے جس میں سے ایک مسلم لیگ کا تھا اور دوسرا کانگریس کا۔ ان پر آپ کی نظر پڑی تو ٹھہر گئے اور انھیں غور سے دیکھنے لگے۔ تمام حاضرین منتظر تھے کہ دیکھیں حضرت کیا کرتے ہیں؟ حضرت نے ہاتھ بڑھایا اور کانگریس کا اشتہار پھاڑنے لگے اور بار بار یہ فرمانے لگے

"ہمیں یہ نہیں چاہئیے"

اس کے بعد حضرت نے مسکرا کر نظر شفقت سے مسلم لیگ کے اشتہار کو دیکھا اور بار بار یہ فرمانے لگے۔

"ہاں ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔ ہمیں تو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنا ہے"

(اس سے یہ بھی پتہ چل جاتا ہے کہ خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق پاکستان قائم ہوا ہے)
یہ دیکھ کر تمام حاضرین میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

حضرت خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ "بس ہم کو تو اسی وقت پورا پورا یقین ہوگیا کہ اب کانگریس کسی صورت بھی کامیاب نہیں ہوسکتی جیت مسلم لیگ ہی کی ہوگی اور پاکستان بن کر ہی رہے گا" مسلم لیگ کی کامیابی اور پاکستان کے قیام کے لئے آپ کی یہ صاف صاف پیشن گوئی تھی آخر کار اللہ تعالے نے ایسا ہی کر دکھایا۔

۱۹۴۷ء کے ہندو مسلم فسادات کے کچھ ہی عرصہ پہلے کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر سلطان صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپ کا چہرۂ انور بالکل بدلا ہوا تھا اور نگاہیں نیچی تھیں۔ جب ہم حضرت کے پاس بیٹھ گئے تو آپ نہایت بے چینی کے ساتھ حالت جوش میں فرمانے لگے "ارے تمہیں معلوم ہے؟ جہاں طاعون آتا ہے وہاں کیا ہوتا ہے؟" سلطان صاحب کا کہنا ہے کہ میں یہ سن کر حیران رہ گیا۔ آپ رہ رہ کر بار بار یہ فرمانے لگے پھر نہایت ہی جوش کے ساتھ ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے یہ فرمانے لگے ــــ

"روحیں بڑی ماری ماری پھرتی ہیں، روحیں بڑی ماری ماری پھرتی ہیں"

اس وقت آپ کی نظریں برابر زمین پر لگی ہوئی تھیں۔ یہ ایک اشارہ تھا ہندو مسلم فسادات کے متعلق جو ۱۹۴۷ء میں پاکستان قائم ہو جانے کے بعد ہندوستان میں جگہ جگہ رونما ہوئے تھے اور مسلمانوں کا بے وجہ خون بہایا گیا تھا۔ یہ فسادات بھی ایک بلائے عظیم تھے کہ جس طرح طاعون میں بکثرت آدمی ہلاک ہو جاتے ہیں ان فسادات میں بھی لاتعداد لوگ جان سے مارے گئے اور شہید ہوئے "طاعون" کے لفظ اور "روحوں کے ماری ماری پھرنے" سے آپ کا اشارہ انہی فسادات کی طرف تھا۔

ظاہر ہے آپ آنے والے واقعات سے بخوبی واقف تھے بلکہ وہ سارے منظر بھی آپ کی نظروں کے سامنے تھے کہ بے شمار مسلمان نہایت بے رحمی اور سنگدلی سے ان کے اہل وعیال کے سامنے شہید کئے جارہے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچوں اور عورتوں کو بھی ظلم وستم کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ اس قدر مضطرب و بے چین تھے۔ آپ جیسے حضور علیہ السلام کی امت کے خیر خواہ سے یہ سب کچھ آخر کیسے دیکھا جا سکتا تھا۔؟

حضرت خلیفہ صاحب ایسے ہی ایک اور واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "آپ کے ماموں جو آپ کے ساتھ پولس کی ملازمت میں تھے ایک بار آپ کے ساتھ مسجد میں نماز ادا کر رہے تھے۔ مسجد میں دو آدمی تھے جو اجنبی معلوم ہو رہے تھے اور لباس سے قبائلی پٹھان معلوم ہوتے تھے۔ نماز ختم ہوتے ہی حضرت نے ان کی طرف اشارہ کر کے ماموں صاحب سے فرمایا۔

"اس قوم کے لوگ ہندوؤں سے مسلمانوں کے خون کا انتقام لیں گے۔"

اللہ نے یہ بھی دکھا دیا۔ خاص طور سے کشمیر میں پٹھان بھائیوں نے ہندوؤں سے جنگ کر کے کشمیر کے ایک بڑے حصے کو آزاد کرالیا۔ یہ تاریخ میں یادگار رہے گا۔ اسی طرح کشمیر کے بقیہ حصہ کو بھی جو اس وقت بھارت کے غاصبانہ قبضہ میں ہے اللہ تعالیٰ جلد ہی آزاد کرا دے گا۔

یہ واقعات خود ثبوت ہیں کہ حضرت پاکستان کے قیام کے آرزومند تھے اور آپ کو اس کا علم تھا کہ پاکستان قائم ہو کر رہے گا۔

پاکستان میں حضرت کی مقامِ ابدالیت پر آمد

آخر کار بہ فضل خداوندی مسلمانوں کو پاکستان کی صورت میں ایک علیحدہ وطن مل گیا جو ان کا دینی اور اسلامی وطن تھا۔ پاکستان بننے پر لاکھوں مسلمان ہندوستان کو چھوڑ کر اپنی محبوب سرزمین پاکستان کی طرف ایک سیلاب کی طرح چل پڑے۔

حضرت خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ مریدین حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے اور پاکستان جانے کی اجازت طلب کرتے آپ ان کے ارادوں پر بڑی خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے اور دعائیں دیتے کہ "جاؤ اللہ تمھیں خوش رکھے" جب کوئی آپ سے سوال کر بیٹھتا کہ "حضور آپ کیوں پاکستان تشریف نہیں لے چلتے؟" تو آپ مسکرا کر جواب دیتے تھے کہ "ہمیں جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہو گا ہم بھی چلے آئیں گے" حضرت کا مطلب یہی تھا کہ آپ اس وقت ہندوستان میں مقامِ ابدالیت پر فائز تھے۔ اور جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوتا اور آپ کی جگہ کوئی دوسرا ابدال مقرر نہ ہو جاتا تب تک آپ وہاں سے جا نہ سکتے تھے۔ مگر آپ کو بخوبی علم تھا کہ ایک وقت آئے گا کہ آپ کو پاکستان جانے کا حکم ہو گا۔ اس لئے آپ نے پہلے ہی

اپنے اہل وعیال سب کو پاکستان بھیج دیا۔

حضرت پر یہ اللہ کا کرم خاص تھا کہ اس پر آشوب زمانہ میں جبکہ ہندو مسلم فسادات کی آگ چاروں طرف بھڑک رہی تھی سکھ اور ہندو، مسلمانوں کو بے رحمی اور درندگی سے شہید کر رہے تھے۔ پاکستان کے قافلوں پر حملے کر رہے تھے اور ان کے مال و اسباب کو لوٹ رہے تھے۔ ان خطرناک حالات میں بھی وہ تمام لوگ جن کو حضرت نے پاکستان جانے کی اجازت دے دی تھی اور ان کے حق میں دعائے خیر کی تھی سارے راستے میں کسی مقام پر بھی کسی نے ان کو روکا نہ ستایا نہ ان کو کسی تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔

حضرت خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب ہم حضرت کی خدمت اقدس میں پاکستان جانے کی اجازت لینے کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے نہایت خوش دلی سے اجازت دے دی۔ دعائے خیر فرمائی اور اپنا ایک پیرہن مبارک بھی دیا اور فرمایا کہ "یہ کراچی جاکر ہمارے بچّوں کو دے دینا۔" ہم یہ پیرہن مبارک لے کر پاکستان کی طرف روانہ ہوئے۔ اگرچہ اسی راستہ سے جانے والے بے شمار مسلمانوں کو بے انتہا تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ مگر ہم کو اور ہمارے قافلہ کے لوگوں کو پورے سفر میں کسی نے آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا یہ حضرت کے اسی پیرہن مبارک کا برکت تھا۔ اور اسی لئے حضرت نے یہ ہمیں دیا تھا ورنہ ایک کپڑے کو گھر والوں کے پاس بھیجنے سے کیا مطلب؟۔

سنہ ۱۹۵۲ء میں آخر کار وہ وقت آگیا کہ اللہ کی طرف سے حضرت کو پاکستان تشریف لے جانے کا حکم مل گیا۔ آپ کے ایک مرید یٰسین جو برسوں سے آپ کی خدمت کرتے رہے تھے اس واقعہ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ میں ریلوے میں ملازم تھا جب میں حضرت کی خدمت میں پہنچا تو دیکھا آپ بہت خوش ہیں اور مجھ سے فرمانے لگے کہ "اب ہمیں پاکستان جانے کا حکم ہوا ہے۔" یٰسین چچا فرماتے ہیں کہ میں یہ سن کر خوشی سے باغ باغ ہوگیا۔ مگر اس وقت بغیر پاسپورٹ اور ویزا کے پاکستان جانا مشکل تھا۔ اس لئے میں سوچ میں پڑ گیا کہ آپ آخر بغیر پاسپورٹ اور ویزا کے پاکستان کیسے تشریف لے جائیں گے؟ مگر حضرت کو ان باتوں کی ذرہ برابر بھی فکر نہ تھی۔ آپ کھوکھرا پار کے راستہ پاکستان جانے کے لئے روانہ ہوگئے اور اللہ کے فضل و کرم سے بڑی آسانی سے سرحد پار کرلی۔ جب پاکستان کی سرحد پر پہنچے تو گاڑی میں بالکل جگہ نہ تھی مگر ریل کے انجن ڈرائیور سے آپ نے بات کی تو اس نے آپ کو انجن ہی میں اپنے ساتھ بٹھالیا اس طرح آپ بغیر پاسپورٹ اور ویزا کے نہایت اطمینان و سہولت سے کھوکھرا پار کے راستہ پاکستان میں کراچی تشریف لے آئے۔

آپ کے ابدالِ پاکستان ہونے کے ثبوت

اب ہم اختصار کے ساتھ ان واقعات کو بیان کرتے ہیں جن سے خود آپ حضرت کی زبانی یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ آپ ابدال پاکستان تھے۔

جناب شہزادے میاں اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ :۔ ایک بار ہماری موجودگی میں ایک عقیدت مند حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جب کھانے کا وقت ہوا تو حضرت نے ان کو بھی اپنے ساتھ بٹھالیا میں بھی اسی دسترخوان پر موجود تھا۔ دوران گفتگو وہ صاحب حضرت سے پوچھنے لگے کہ :۔ کیا حضور ابدالوں کی اولاد نہیں ہوتی ہے ؟ " یہ سُن کر حضرت مسکرا دیئے کچھ دیر بعد فرمایا ۔حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ابدال تھے اور اللہ تعالےٰ نے انھیں بھی اولاد دی تھی ۔" پھر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد آپ نے آہستہ سے فرمایا۔

" اللہ تعالےٰ نے ہمیں بھی اولاد دی ہے "

مطلب یہ تھا کہ آپ بھی ابدال تھے اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی طرح اللہ نے آپ کو بھی اولاد دی تھی۔

اگرچہ یہ بات بہت مشہور ہے کہ ابدال کے اولاد نہیں ہوتی مگر ہماری تحقیق میں یہ ایک غلط گمان ہے۔ نہ ہم نے کسی معتبر کتاب میں ایسا پایا ہے ۔حضرت علی رضی اللہ عنہ ابدال تھے جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو آپ مقام غوثیت پر فائز ہوئے اللہ تعالےٰ نے آپ کو ظاہری اور باطنی دونوں خلافتوں سے سرفراز فرمایا تھا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ۔حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ،حضرت محمدؐ بن محمد جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ معروف بہ مولانا روم ۔سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامیؒ ۔سلطان العارفین حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ یہ سب حضرات مقام ابدالیت پر فائز تھے اور اللہ تعالےٰ نے انھیں اولاد بھی دی تھی اور ان میں سے بعض تو مقام قطبیت اور مقام غوثیت پر بھی پہنچ چکے تھے ۔تو یہ کہنا غلط ہے کہ ابدال کی اولاد نہیں ہوتی۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ کسی ابدال کی اولاد نہ ہو۔

جناب سلیم صاحب ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت لالوکھیت (کراچی) میں مقیم تھے تو ہم رات کو بعد نماز عشاء حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے دوران گفتگو حضرت نے فرمایا " ہر جگہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نہ کوئی ولی ہوتا ہے جس کے ذمہ وہاں کا کام سپرد ہوتا ہے " سلیم صاحب نے سوال کیا کہ " حضور ! یہاں بھی

کوئی ولی ہے؟ حضرت نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں یہاں بھی ہے"

اس کے بعد سلیم صاحب نے پھر پوچھا۔ "حضور وہ کراچی میں ہیں؟" حضرت نے پھر مسکرا کر فرمایا۔

"ہاں ——"

اس پر سلیم صاحب نے پھر سوال کیا۔ "حضور وہ کون ہے"؟

تب آپ نے مسکرا کر سرِ مبارک نیچے کر لیا۔

اسی طرح قبلۂ محترم حضرت خلیفہ صاحب سے بھی آپ نے کئی مرتبہ اشارتاً اپنے ابدال ہونے کے متعلق فرمایا تھا اس طرح کوئی شک نہیں رہتا کہ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ ابدالِ پاکستان تھے۔

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت اکثر آنے والی بلاؤں اور آفتوں کے متعلق پہلے ہی سے اشارتاً مطلع کر دیتے تھے اور اکثر ان آنے والی بلاؤں اور مصیبتوں کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوتِ روحانی سے ٹال دیتے تھے اس جانب بھی کئی بار آپ نے اشارہ فرمایا تھا۔

ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ کراچی میں بڑے زور کی بارش آندھی اور طوفان کے مزید آنے کے متعلق محکمہ موسمیات نے ریڈیو کے ذریعہ پیش گوئی کی تھی۔ اسی اثنا میں ہم کو حضرت کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت کی حالت بہت بدلی ہوئی ہے اور چہرۂ انور پر آثارِ جلال نمایاں ہیں جس طرف سے طوفان اور آندھی آنے کا امکان تھا آپ اسی طرف رُخ کئے کھڑے تھے۔ کچھ دیر بعد آہستہ سے فرمایا۔

"جو آنے کا تھا وہ ٹل گیا"

آپ فرماتے ہیں کہ محکمۂ موسمیات نے اگرچہ شدید آندھی اور طوفان کی پیش گوئی کی تھی مگر نہ آندھی آئی نہ طوفان آیا۔ اسی طرح اور بھی کئی بار آپ نے آنے والی بلاؤں کے ٹل جانے کی طرف اشارہ کیا تھا۔

دراصل ابدال ہر وقت اسی طرح اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں۔ تصوف کی کتابوں میں لکھا ہے "جتنا علاقہ ان کے زیرِ انتظام ہوتا ہے وہ اس کے ذرہ ذرہ کے حال سے بخوبی واقف ہوتے ہیں اور ان سے کوئی بھی چیز پوشیدہ نہیں ہوتی۔ جو انھیں اپنی مدد کے لئے پکارتے ہیں وہ ان کی خفیہ طور پر مدد کرتے ہیں۔

ابدال کی مدد حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ صاحبِ دل مومن اپنے دل کی طرف اچھی طرح رجوع ہو اور اسے تمام خیالات سے پاک کر کے اپنے دل میں اچھی طرح یہ تصور کرے کہ اس کے پیچھے ابدال ہے پھر جو بھی اس کا مقصد

ہوا سے اپنے خیال میں رکھے۔ انشاء اللہ وہ اپنے مقصد میں بہت جلد کامیاب ہو جائے گا۔

سات بار حج بیت اللہ

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے سات حج ادا کئے۔ یہ تمام حج آپ نے مراحل سلوک طے کر لینے کے بعد ادا فرمائے تھے۔ سب سے پہلے حج کے متعلق شہزادہ میاں فرماتے ہیں کہ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ

"ہم نے پہلا حج صرف سو روپے سے ادا کیا تھا۔"

جب حضرت آگرہ سے بمبئی پہنچے جہاں سے بحری جہاز جدہ جاتے ہیں تو وہاں آپ کا معمول تھا کہ حاجیوں کا سامان اپنے کاندھے پر اٹھا کر جہاز پر پہنچاتے تھے اور لوگوں کے اصرار پر بھی ان سے کوئی اجرت نہ لیتے تھے۔ شہزادے میاں فرماتے ہیں کہ اس طرح آپ نے کئی جہازوں پر لوگوں کا سامان پہنچایا اور جب سب سے آخری جہاز چلنے لگا تو آپ اس میں سوار ہوئے۔ جب آپ جدہ پہنچ گئے تو وہاں بھی آپ حاجیوں کا سامان جہاز سے گودی پر اتارتے رہے یہ انکساری اور یہ خدمت اس مرتبۂ بلند پر فائز ہونے کے بعد تھی جب کہ آپ فنا فی اللہ ہو چکے تھے اور قرب الٰہی سے سرفراز ہو چکے تھے اور لاتعداد اشخاص آپ سے بیعت تھے۔ حضرت مسکرا کر کبھی کبھی فرماتے تھے۔

"ہم تو اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمانوں کی خدمت کرتے تھے"۔ سبحان اللہ۔

آپ نے اپنے پہلے حج کے متعلق حضرت خلیفہ صاحب سے فرمایا کہ " ہمارے پاس تھوڑی سی رقم تھی مگر اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا غلبہ اس درجہ تھا کہ ہم سے رہا نہ جاتا تھا اور جب حج ادا کر لیا تو وہ مختصری پونجی ختم ہو گئی حالانکہ ہم اکثر صرف کھجور اور پانی پر گذارہ کرتے رہے تھے" حضرت نے فرمایا کہ " جیب میں ایک پیسہ بھی نہیں رہا تھا مگر مدینہ طیبہ جانے کے لئے بہت بے چین و بے قرار تھے۔ اس حالت میں حضور علیہ السلام نے حکم فرمایا

عمشے یعنی "واپس چلا جا"

حضور علیہ السلام کو حضرت سے اتنی محبت تھی کہ مزید زحمت و مشقت میں ڈالنا نہ چاہا۔

ڈاکٹر سلطان صاحب فرماتے ہیں کہ " حضرت نے اولیاء کرام کے حج کے متعلق فرمایا۔ ہم لوگوں کا

حج تو حضور علیہ السلام کے ساتھ ہوتا ہے "

ایک مرتبہ بیت اللہ شریف کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے مسکرا کر فرمایا " ہمارا تو روزانہ حج ہوتا ہے اور ہمارا رب ہم کو روزانہ وہاں پہنچا دیتا ہے " - آپ کے حج دراصل حقیقی حج ہوتے تھے جیسے کہ اولیار کاملین کے حج ہوتے ہیں -

قبولیت حج کا بیان کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ " ہم نے سات بار بیت اللہ کا حج کیا اور جب تک اپنے رب کی طرف سے ہم کو حج کے قبول ہونے کی بشارت نہیں ملتی تھی ہم میدان عرفات سے لوٹتے نہیں تھے ساتوں بار حج قبول ہونے کی بشارت ملی تھی - ایک بار جواب آنے میں کچھ دیر ہو گئی تو ہم رونے لگ گئے ۔ بس رحمت باری تعالیٰ جوش میں آگئی اور فوراً ہی قبولیت حج کی بشارت مل گئی " سبحان اللہ

حضرت خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت کی حالت جدہ پہنچتے ہی بدل جاتی تھی اور حالت خوف طاری ہو جاتی تھی - جب ہم حضرت کے ساتھ تھے اس وقت بھی آپ کی حالت ایسی ہی ہو گئی تھی جس قدر آپ بیت اللہ شریف کی طرف بڑھتے تھے اتنا ہی خوف کا غلبہ بڑھتا جاتا تھا - قیام مکہ کے دوران غلبہ خوف بہت زیادہ رہتا تھا -

دراصل اللہ کا مقبول بندہ جس قدر زیادہ اللہ کے قریب ہوتا ہے اسی قدر زیادہ اس پر خوف کا غلبہ ہوتا ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالے نے قرآن پاک میں فرمایا کہ " اللہ تعالے سے اہل علم ہی زیادہ ڈرتے ہیں "

روضۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے متعلق آپ فرماتے تھے " حضور علیہ السلام کی محبت و عشق کا غلبہ اس قدر بڑھ جاتا تھا کہ ہم پہلے روضۂ مبارک کے بہت قریب پہنچ جاتے تھے مگر جب آپ کے ادب و احترام کا خیال آتا تھا تو پیچھے ہٹ آتے تھے "

یہ وہ واقعات ہیں جو عالم ظاہر سے تعلق رکھتے ہیں مگر اولیار کرام کا ایک اور عالم ہوتا ہے جو روح و باطن کا عالم ہوتا ہے اس عالم باطنی میں تمام اولیار کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے رہتے ہیں اور آپ کی بارگاہ خاص میں باریاب ہوتے ہیں - اس عالم کے احوال وکوائف کو حضرت اشارتاً بیان کرتے تھے ان کی تحریر پر قلم قادر نہیں ہے -

آپ نے سات بار حج کیا تھا آپ فرماتے تھے کہ " ہم پر ایک بار بھی حج فرض نہیں ہوا مگر پھر بھی اللہ تعالی نے سات بار اپنے فضل و کرم سے حج کرا دیا "

حضرت کا یہ دستور تھا کہ جانے سے پہلے کبھی بھی الوداعی جلسے یا مجلس منعقد نہیں کرلتے تھے نہ لوگوں

سے تحائف قبول فرماتے تھے۔ہمیشہ چپ چاپ حج کے لئے روانہ ہوجاتے تھے۔اپنا سب کچھ راہ خدا میں خیرات کرکے صرف جسم کے کپڑوں سے عازم سفر ہوتے تھے۔واپسی پر بھی بہت کم ایسا ہوا کہ آپ تھوڑی بہت تبرکات لے کر آئے تھے وہ بھی مریدوں اور عقیدت مندوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔

سماع میں حضرت کیساتھ زمین کو وجد آنا

قبلۂ محترم خلیفہ صاحب اور دیگر مریدین فرماتے ہیں کہ حضرت کے مرید جناب الطاف اللہ خان مرحوم کے صاحبزادے کی شادی تھی۔انھوں نے خاص حضرت کے لئے رات کو محفل سماع کا انتظام کیا تھا حضرت عموماً عظیم پریم راگی کی قوالی کو پسند فرماتے تھے خان صاحب نے اس موقع کے لئے عظیم قوال کو بمبئی سے بلایا تھا جب عظیم صاحب کو معلوم ہوا کہ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ شادی میں شرکت فرمانے والے ہیں تو وہ فوراً بمبئی سے سفر کرکے قصبہ خرجا میں جو آگرہ سے کچھ فاصلے پر ہے پہنچ گئے۔بعد نماز عشاء محفل سماع منعقد ہوئی۔حضرت کے ہمراہ آپ کے کئی مرید بھی موجود تھے۔

حضرت خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ"اس وقت حضرت پر جذبۂ عشق کا بہت زیادہ غلبہ تھا۔جب سماع کا آغاز ہوا تو یہ کیفیت اور بھی بڑھ گئی عظیم قوال آپ کے مزاج سے خوب واقف تھا اس نے شان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عاشقانہ اشعار نہایت پرکیف لے میں سنانے شروع کئے۔ اور جب اس نے دیکھا کہ حضرت پر خوب اثر ہو رہا ہے تو اور بھی جوش وجذبہ کے ساتھ گانے لگا۔حضرت بار بار اپنی جیب سے ان گنت روپے نکال نکال کر دینے لگے یہاں تک کہ حالت وجد میں کھڑے ہو گئے اور ساری رقم قوالوں کی طرف پھینک دی۔ابھی تک حضرت انتہائے جذب سے خود کو سنبھالے ہوئے تھے کبھی اٹھ کھڑے ہوتے کبھی بیٹھ جاتے تھے مگر جب قوال نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں اور بھی زیادہ والہانہ اشعار سنانے شروع کئے تو آپ کی حالت یکلخت بدل گئی۔آپ فوراً کھڑے ہوگئے اور اپنی پوری قوت سے عصائے مبارک کو زمین پر دبا رہے تھے۔ اور چہرۂ مبارک پر رنگ جلال سے رعب وہیبت طاری تھی۔کسی کو تاب نظر نہ تھی کہ آپ کے پرجلال چہرہ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ لیتا۔حاضرین بہت سخت حیران تھے کہ آخر آپ اس قوت وزور سے زمین کو کیوں دبا رہے ہیں۔؟

حضرت خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ"آپ نے عالم جوش میں ہاتھ کے اشارے سے سماع بند کرنے کا حکم دیا۔

اور حاضرین مجلس پر ایک نظر ڈالی اور فرمایا۔

"درود شریف پڑھو، درود شریف پڑھو"

تمام لوگ حیران و مبہوت تھے۔ جیسے تیسے انھوں نے درود شریف پڑھنا شروع کیا۔ کچھ دیر بعد یہ کیفیت آہستہ آہستہ زائل ہونے لگی۔ جب آپ اپنی اصلی حالت میں آگئے۔ تو کسی سے کچھ کہے بغیر چپ چاپ وہاں سے اپنی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ لوگوں کی حیرت کا یہ عالم تھا کہ کسی کی مجال نہ ہوئی کہ آپ سے اس بارے میں کوئی سوال کرتا۔

جناب خلیفہ صاحب کا بیان ہے کہ "جب آپ اپنی قیام گاہ پر چلے گئے تو کچھ دیر بعد ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کیفیت کے بارے میں آپ سے سوال کیا تو حضرت نے اپنا سر جھکا لیا اور پھر اس عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قصہ بیان کیا جو حضور علیہ السلام کے روضہ پرانوار پر جانا چاہتا تھا مگر اس کو وہاں جانے سے روک دیا جاتا تھا۔ ایک بار اس نے اپنے آپ کو چٹائی میں لپیٹ کر مدینہ طیبہ پہنچنے کی کوشش کی مگر پھر بھی اس کو روک دیا گیا اور وہ وہاں نہ جاسکا۔ ایک ولی اللہ نے حضور علیہ السلام سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا۔

"وہ ہمارا سچا عاشق ہے اس کو ہم سے اس قدر زیادہ عشق ہے کہ اگر وہ یہاں آتا تو ہمیں اس کے لئے کھڑا ہو جانا پڑتا اور ہم کھڑے ہو جاتے تو قیامت آجاتی —"

اس عاشق رسول کا قصہ بیان کرنے کے بعد آپ نے مسکراتے ہوئے اپنی اس کیفیت کی طرف کہ زمین کو پوری قوت سے دبا رہے تھے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "کہ ایک بار حضرت سیدنا خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ قبض کی حالت میں تھے اور بڑی الجھن محسوس کر رہے تھے جب آپ کے پیرومرشد سیدنا حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا

"کیا سماع سُننا چاہتے ہو؟"

خواجہ صاحبؒ نے "ہاں" کہا تو قوال بلائے گئے اور سماع شروع ہوگیا۔ کچھ ہی دیر میں خواجہ صاحب پر کیفیت طاری ہوگئی اور آپ وجد میں آکر رقص کرنے لگے۔ اس وقت آپ کے پیرومرشد جو آپ کے پاس ہی تھے جوش میں آکر کھڑے ہوگئے اور اپنے عصا مبارک سے زمین کو پوری قوت سے دبانے لگے یہاں تک کہ خواجہ صاحبؒ اپنی اصلی حالت پر آگئے۔ بعد میں جب پیرومرشد سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا "جب ہمارے خواجہ

غلبۂ عشق الٰہی سے سرشار ہو کر وجد میں آگئے تو ان کی اس کیفیت جذب و عشق کو دیکھ کر زمین بھی وجد میں آنے والی تھی اور قریب تھا کہ وہ آسمان سے جا لگتی اور پھر قیامت برپا ہو جاتی جب ہم نے زمین کا یہ حال دیکھا تو اسے اپنے عصائے دبائے رکھا۔" سبحان اللہ

آپ نے یہ واقعہ بیان فرما کر اپنی اسی کیفیت کا اشارتاً اظہار فرمادیا کہ جب غلبۂ عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار ہو کر آپ وجد میں آگئے تھے تو زمین بھی وجد میں آنے والی تھی چنانچہ حضرت نے اپنی روحانی قوت سے کام لے کر اپنے عصائے مبارک سے اس کو دبائے رکھا کہ وہ اپنے محور سے نہ ہٹنے پائے۔ آپ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جس درجہ عشق تھا وہ اس واقعہ سے ظاہر ہے۔ دراصل یہ ایسے اسرار ہیں جن کو سمجھنے کے لئے اپنے پیر و مرشد اور اولیاء کرام کے ذریعہ حاصل ہونے والی بصیرت کی ضرورت ہے۔

حضرت کو سماع کا بہت ذوق تھا مگر آپ بازاروں اور ایسی محفلوں کو جیسی آجکل ہوتی ہیں اور جہاں عشق مجازی پر اشعار سنائے جاتے ہیں پسند نہیں فرماتے تھے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ آپ اپنے مریدوں کو بھی ان سے منع فرماتے تھے۔

ڈاکٹر سلطان صاحب آگرہ کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ "ایک بار شاہ ابوالواللہ شاہ کا عرس تھا۔ وہاں بڑے بڑے لوگ جو پیری مریدی کرتے تھے اپنے مریدوں کے ساتھ حاضر ہوئے تھے درمیان سماع وہ بار بار اٹھ کر وجد کرتے تھے اور ان کے ساتھ تمام حاضرین بھی کھڑے ہو جاتے تھے" آپ اس وطیرہ کے لوگوں سے بہت ناراض تھے کیونکہ یہ لوگ نفس اور شیطان کے فریب خوردہ تھے اور حاضرین مجلس کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے یہ ڈھونگ رچاتے تھے۔ دراصل وجد میں کچھ اور ہی حال ہوتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں "جب ہم لوگ وہاں پہنچے تو اس وقت اسی قماش کے لوگ اپنا رنگ جمائے بیٹھے تھے۔ انھیں دیکھ کر حضرت جوش میں آگئے جلسہ کے درمیان میں جا کر بڑے جوش و خروش کے ساتھ فرمایا۔

"اگر تم میں سے کوئی فقیر ہے تو سامنے آجائے"

آپ بار بار یہ فرماتے رہے مگر وہ سب اپنے آپ کو بڑا پیر جتلانے والے "ہُو حق" کا شور مچانے اور وجد کا ڈھونگ رچانے والے بالکل خاموش بیٹھے رہے۔ کسی کی ہمت نہ تھی کہ آپ کو جواب دے۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ کے چہرہ مبارک پر کوئی نظر بھر کے نہیں ڈال سکتا تھا۔ جب کسی نے کوئی جواب نہیں دیا تو آپ فوراً ہی وہاں سے رخصت ہو گئے۔

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ "میں اور محمد عمر حضرت کے ساتھ ہی تھے اور بہت خوفزدہ تھے کہ کہیں کوئی حضرت کی شان میں گستاخی نہ کرے مگر آپ کے جلال کے سامنے کسی کی بھی جرأت نہیں ہوئی۔ اور نہ ان میں آپ سے برابری کرنے والا کوئی فقیر تھا۔ جب ہم حضرت کی قیام گاہ پر پہنچے تو آپ سے اس کی وجہ پوچھی آپ نے نہایت سنجیدگی سے فرمایا!

" یہ لوگ فقیری کو سمجھتے ہی نہیں اور نہ یہ سماع سننے کے اہل ہیں "

ایک اور واقعہ جناب صنع علی خاں بیان کرتے ہیں کہ "ایک بار حضرت اپنے ایک مرید کے گھر سماع سُن رہے تھے اور میں بھی آپ کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا۔

" کیا تمھیں قوالوں کے سازوں کی آواز سنائی دیتی ہے "؟

میں نے کہا" جی حضور سنائی دیتی ہے "۔ اس پر حضرت نے فرمایا ـــ" تم سماع سننے کے اہل نہیں ہو تم مسجد میں جاؤ اور اللہ اللہ کرو "۔ حاجی صنع علی صاحب فرماتے ہیں کہ" میں فوراً ہی اُٹھ کر مسجد میں چلا گیا۔ سماع سننے کے بعد حضرت مسجد میں تشریف لائے اور مجھ سے فرمانے لگے" جو لوگ سماع سننے کے اہل نہیں ہوتے وہ سماع سننے بیٹھ جاتے ہیں جو اس کا اہل نہ ہو اسے ہرگز سماع نہیں سننا چاہیے۔ سماع کو وہی سمجھ سکتا ہے جو اس کا اہل ہو"۔ سبحان اللہ اس واقعہ سے سماع کے متعلق آپ کی رائے کا پتہ چلتا ہے اور یہ بھی کہ حضرت کے سماع سننے کا کیا مرتبہ تھا ـــــ؟

دراصل اولیائے کاملین کا یہی حال ہوتا ہے۔ سماع کے بھید سے وہی بخوبی واقف ہوتے ہیں جو اس کے اہل ہوتے ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی سالک سماع میں اس مرتبہ پر جا پہنچتا ہے جہاں چالیس برس کی عبادت سے بھی نہیں پہنچ سکتا۔

سجّادہ نشین حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ اور آپ حضرت محفلِ سماع میں

شہزادے میاں اور عبدالرحیم اکبرآبادی قوال فرماتے ہیں" ایک بار جب آپ حضرت لالوکھیت کراچی میں اپنی آخری قیام گاہ میں مقیم تھے یہاں بغداد شریف والے حضرت غوث الاعظم کے سجادہ نشین آپ کے پاس تشریف لے آئے آپ اُن سے بڑی خوشی سے ملے اگرچہ یہ پہلی ملاقات تھی مگر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہ کئی برسوں سے ایک دوسرے سے واقف ہیں۔ دراصل اللہ تعالےٰ کے محبوب بندے ایک دوسرے سے جس قدر محبت فرماتے ہیں اتنی

محبت کرتی ماں اپنے بیٹے سے کیا کرے گی ۔ یہ اولیار کاملین بظاہر ایک جگہ دیکھنے میں آتے ہیں مگر ایک ہی آن میں وہ کہاں سے کہاں تشریف لے جاتے ہیں اور ان کی ارواح بے شمار انبیار علیہم السلام اولیار اللہ سے ملتی رہتی ہیں۔جب سجادہ نشین تشریف لائے تو حضرت نے ان کی بہت ہی خاطر مدارات کی اور عبدالرحیم قوال جو کئی برسوں سے حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتا تھا انھیں حضرت نے بلایا جب وہ آئے تو انھیں عربی زبان میں کوئی بہترین کلام سنانے کا حکم دیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس وقت مجھے عربی زبان میں کوئی کلام یاد نہیں تھا مگر چونکہ حضرت نے شروع ہی میں ایک بار یہ فرمایا تھا کہ "جو ہم کہیں وہ فوراً شروع کر دو اور کبھی یہ مت کہو کہ ہم نہیں جانتے"۔ اس لئے ہم نے فوراً آپ کے اس فرمان کو یاد کر کے ساز بجانا شروع کیا ۔حضرت ہمیشہ کی طرح فوراً اس حقیقت سے واقف ہوگئے کہ مجھے کوئی کلام عربی میں یاد نہیں۔ آپ نے ایک ایسی نگاہ ڈالی کہ مجھے فوراً قصیدہ حضرت زین العابدینؓ یاد آگیا چنانچہ ہم نے یہ کلام پیش کیا اور جب محفل سماع گرم ہوئی تو دونوں حضرات کی حالت بدل گئی اور "وجدانی کیفیت کے آثار" نمودار ہونے لگے ۔کچھ ہی دیر میں حضرت کی یہ حالت بہت بڑھ گئی اور حضرت نے حالت وجد میں اپنے دونوں ہاتھ اوپر کر دیئے ۔یہی حال حضرت سجادہ نشین صاحب کا تھا جب حضرت کی حالت حد سے بڑھنے لگی تو فوراً اشارہ فرمایا کہ کلام بند کیا جائے ۔کلام بند کرنے کے بعد حضرت نے اپنی جیب سے ساری رقم نکال کر دے دی اور حضرت سجادہ نشین صاحب نے بھی دو سو سو کے نوٹ عطا فرمائے اور کچھ دیر کے بعد حضرت سے مصافحہ کر کے تشریف لے گئے ۔

کیفیتِ حال میں حضرت کے پیروں کا زمین میں دھنس جانا

آگرہ میں ایک بہت بڑے ولی اللہ کا مزار واقع ہے جو آپ کے مزار کے نام سے مشہور ہے۔حضرت اکثر یہاں تشریف لے جاتے تھے اور بہت دیر تک ذکراذکار اور مراقبہ وغیرہ میں مشغول رہتے تھے۔ایک بار کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر سلطان صاحب فرماتے ہیں کہ وہ اور محمد عمر صاحب حضرت کے ساتھ تھے ۔حضرت اس مزار پر انوار پر تشریف لے گئے اور بہت دیر تک ذکر واذکار میں مشغول رہے ۔ ڈاکٹر صاحب اور محمد عمر صاحب وہاں سے اُٹھ کر دُور کچھ فاصلے پر بیٹھ گئے کیونکہ ان کی گفتگو سے آپ حضرت کے کام میں خلل ہونے کا اندیشہ تھا۔

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ رات کا ایک بج چکا تھا مگر حضرت بدستور اپنے کام میں مشغول تھے ۔بہت دیر کے بعد آپ فاتحہ پڑھ کر بڑی مشکل سے کھڑے ہوئے تو اس وقت حضرت کی حالت بالکل بدلی ہوئی تھی ۔جب آپ اپنی جگہ سے

اٹھ کر چلنے لگے تو آپ کے پیر مبارک زمین میں دھنسنے لگے۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ ہم دونوں اٹھ کر آپ کے پاس پہنچے اور یہ چاہا کہ آپ کو سہارا دیں مگر آپ نے ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے ہم دونوں کو فوراً روک دیا۔ ہم وہاں سے چند قدم کے فاصلے پر ایک دیوار کی آڑ میں چھپ گئے۔ چاندنی رات تھی اس لئے اچھی طرح یہ حیرت انگیز منظر دیکھتے رہے کہ آپ جو بھی قدم زمین کے اوپر رکھتے تھے وہ اس کے اندر اس طرح چلا جاتا تھا جیسے کہ بالکل گیلی مٹی میں چلا جاتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ آپ بہت ہی آہستہ آہستہ ایک کے بعد ایک قدم زمین پر رکھتے تھے مگر وہ پہنچوں سمیت زمین کے اندر چلے جاتے تھے آخر کار کچھ دور چل کر آپ ایک جگہ کھڑے ہو گئے اور بہت دیر بعد یہ کیفیت آہستہ آہستہ جاتی رہی۔ اس کے بعد آپ سیدھے وہاں سے ایک مسجد میں تشریف لے گئے جو کچھ فاصلے پر تھی اور اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔ ہم دوسرے دن آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اس وقت اس حیرت انگیز واقعہ کے متعلق معلوم کرنا چاہا مگر آپ نے یہ فرما کر ٹال دیا کہ تم اسے نہیں سمجھ سکتے اور شیطان تمھیں دھوکے میں ڈال دے گا۔ جب بہت سا اصرار کیا تو آپ نے مختصر لفظوں میں فرمایا کہ یوں تو زمین پر ہزاروں منوں کا بوجھ پڑا ہوا ہے مگر وہ ذرا بھی نہیں ہلتی مگر جب مومن کامل اپنے کام کو انتہا پر پہنچا دیتا ہے اور اس زمین کے اوپر اپنا قدم رکھتا ہے تو وہ موم سے بھی زیادہ نرم ہو جاتی ہے اور اسے اپنے اندر کھینچتی ہے۔ ہم جب اپنا قدم اس کے اوپر رکھتے تھے تو وہ ہمیں اپنی طرف کھینچتی تھی اور ہم اپنے آپ کو اپنی طرف کھینچ رہے تھے" سبحان اللہ۔

یہ واقعہ نہایت ہی تصدیق شدہ ہے۔ ایسا کئی مرتبہ ہوا کہ زمین نے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کاملین سے محبت فرمائی۔ چنانچہ "غار حرا" میں اب بھی حضور علیہ السلام کی پشت مبارک کے نشان کئی جگہ موجود ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قدم مبارک کے نشانات بھی کئی جگہ موجود ہیں۔ "تذکرۃ الاولیاء" میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کو ملک شام میں حضرت لوط علیہ السلام کے مزار پر انوار کے پاس کئی لوگوں نے دیکھا کہ آپ زمین کے اندر دھنس گئے اور وصال فرما گئے۔ اسی طرح اور بھی کئی اولیائے کاملین سے زمین نے اسی طرح محبت فرمائی اور ان کے قدموں کے نشانات کئی جگہ موجود ہیں۔

دراصل جو اللہ تعالےٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں فنا ہو جاتا ہے تو اٹھارہ ہزار عالم کا ذرہ ذرہ اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ آپ اکثر فرماتے تھے۔

- جب ہم ذکر اذکار میں مشغول رہتے تھے اس وقت ملائکہ آ کر منہ سے لگ جاتے تھے۔ سبحان اللہ

انتخاب خلفاء وعطائے خلافت

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے جن حضرات کو خلافتیں عطا کیں ان کا ذکر کرنے سے پہلے ہم خلافتوں کی قسموں پر کچھ روشنی ڈالنا چاہتے ہیں جس سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ حضرت کو کس قسم کی خلافتیں ملی تھیں اور آپ نے اپنے خلفاء کو کس قسم کی خلافتیں عطا کی تھیں۔

خلافت سات قسم کی ہوتی ہے۔ مطلوب الطالبین اور تحفۃ الصالحین وغیرہ تصوف کی کتابوں میں ان خلافتوں کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے۔ ہم یہاں سالکین حضرات کی خاطر نہایت اختصار سے ذکر کرتے ہیں کہ ان کے علم میں اضافہ ہو۔

۱۔ خلافت اصالۃً

یہ وہ خلافت ہے کہ کوئی بزرگ امر الہٰی سے کسی شخص کو اپنا خلیفہ بنائے۔ اس کو "خلافت الہٰی" بھی کہتے ہیں یہ تمام خلافتوں میں بلند مرتبہ خلافت ہے۔ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کے پیر و مرشد سیدنا حضرت شاہ عظیم اللہ شاہ رح نے بحکم ربی اپنا خلیفہ بنایا۔ تو یہی خلافت عطا کی تھی۔

۲۔ خلافت اجازۃً

شیخ مجاز اپنے کسی مرید کو خواہ وہ وارث ہو یا نہ ہو لائق نیابت دیکھ کر اپنی رضا و رغبت سے خلیفہ بنائے جیسا کہ تمام شیوخ رحمتہم اللہ کا طریق ہے تو یہ "خلافت اجازۃ" ہوگی اس کو خلافت رضائی بھی کہتے ہیں۔

۳۔ خلافت اجماعۃً

کوئی بزرگ اس دار فانی سے کوچ کر گئے ہوں اور کسی کو خلیفہ نہ بنایا ہو تو لوگ اس کے کسی وارث یا یا مرید کو اس کی خلافت کے لئے منتخب کر لیں اس قسم کی خلافت مشائخ کرام کے نزدیک معتبر نہیں اور جو ان کے نزدیک معتبر نہ ہو اس کو جائز نہیں سمجھا جا سکتا۔

اس کو خلافت "افزائی" بھی کہتے ہیں۔

۴۔ خلافت وراثۃً

کوئی پیر وصال فرما جائیں اور اپنی جگہ انھوں نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا اور ان کا وارث ان کی مسند پر بیٹھ گیا اور خود کو اپنی مرضی سے خلیفہ بنالیا تو یہ وراثتی خلافت ہوگی۔ اس کو بھی مشائخ کرام نے جائز نہیں رکھا۔ ہاں اگر مرحوم پیر باطنی طور پر اس کو اپنی طرف سے حکم دے کر مامور کردے یا وہ باطنی طور پر اس کی اجازت حاصل کرلے۔ تو یہ جائز ہوگی کیونکہ صوفیائے کرام کے نزدیک امر باطنی معتبر ہے۔ اس کو خلافت باطنی بھی کہتے ہیں۔

۵۔ خلافت حکماً

کوئی بزرگ وصال فرما جائیں اور ان کا کوئی خلیفہ نہ ہو تو بادشاہ یا حاکم وقت اس کے کسی وارث کو اہل جان کر اس کا جانشین بنادے۔ اس خلافت کو جائز کہا گیا ہے۔ کیونکہ نص شرعی کے مطابق اطاعت اللہ کی اللہ کے رسول کی اور اولی الامر کی ہے۔

"اطیعو اللّٰہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم"

سلطان المشائخ نے کتاب "فوائد الفرید" میں ایک حدیث قدسی نقل کی ہے۔ کہ "خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ بادشاہوں کے دل میرے قبضہ قدرت میں ہیں کہ جس کام کو میں انجام دینا چاہتا ہوں تو ان کے دلوں کو اسی طرف راغب کردیتا ہوں۔ پس ان کی رغبت کو رغبت الٰہی سمجھنا چاہیئے۔ مگر فی زمانہ وہ خدا ترس بادشاہ ہیں اور نہ آج کے حکام ان امور سے واقف ہیں اور نہ ان کو اس سے کوئی دلچسپی ہے۔

۶۔ خلافت تکلیفاً

کسی مرید نے اپنے پیر سے سفارش کرکے ان کو اپنی خلافت کے لئے تکلیف دی یا دوسرے کی حمایت یا اپنی مزاحمت سے خلافت حاصل کی ہو تو یہ خلافت بھی جائز نہیں۔ اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا مگر آج کل سلوک و طریقت کے مناصب کے لئے بھی سیاست بازی سے کام لیا جانے لگا ہے۔ اور اس قسم کی خلافتوں کی خوب گرم بازاری ہے ایسے ناقصین کے سبب کاملین سے بھی لوگ بدگمان ہوجاتے ہیں اور ان کے بارے میں بھی سخن طرازیاں کرنے لگتے ہیں ایسا کرنا گناہ عظیم ہے اور قصداً اس کا ارتکاب کرنے والوں کا ایمان کے ساتھ خاتمہ ہونا بہت ہی مشکل ہے۔

۷۔ خلافت اویسی

یہ وہ خلافت ہے کہ کوئی شخص کسی کامل بزرگ کی رُوح سے جو وصال کر گیا ہو تربیت پائے اور اس سے خلافت حاصل کرے۔ اس خلافت کو بزرگان متقدمین نے تسلیم کیا اور جائز سمجھا ہے۔ چنانچہ بہت سے بزرگ اویسی ہوئے ہیں جیسے حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ کے مزار پرانوار پر حاضر ہوتے رہے اور آپ سے فیض یاب ہونے کے بعد خلافت حاصل کی۔ اسی طرح سیدنا حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الشیوخ حضرت عمر بن محمد شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت باقی باللہ شاہ نقش بندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصال کے برس ہا برس بعد کئی اولیاء کاملین کو خلافتیں عطا کیں جن میں سے حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک ہیں۔

مریدوں کو خلافت عطا کرنا

حضرت نے سب سے پہلے چھوٹو میاں کو خلافت اجازتاً عطا کی تھی مگر کچھ ہی عرصہ بعد وہ وصال فرما گئے اور اب کسی اور کو خلیفہ منتخب کرنے کا معاملہ درپیش ہوا۔ آپ اس حقیقت سے خوب واقف تھے کہ اس بارعظیم کو اٹھانے کے لئے کن صلاحیتوں کی ضرورت ہے اور راہ سلوک کن مراحل تک طے کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ کے عقیدت مند جب بھی اس سلسلہ میں دریافت کرتے تو حضرت یہی فرماتے تھے کہ،

"اس کے لائق کون ہے؟"

اور سب خاموش ہو جاتے تھے۔ اکثر آپ اپنے مریدوں کو یہ سمجھایا کرتے تھے کہ اس کام کو انجام دینے کے لئے کس لیاقت و صلاحیت والے آدمی کی ضرورت ہے اور کون اس بار کو اٹھانے کا اہل ہو سکتا ہے۔ آپ اپنی یہ بات چند مثالیں دے کر ذہن نشین کرایا کرتے تھے۔ خاص طور سے دو مثالیں عموماً بیان فرماتے تھے۔

آپ فرماتے تھے کہ "پیر تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک پیر بگڑ، دوسرا پیر لکڑ اور تیسرا پیر پتھر" وضاحت کرتے ہوئے فرماتے "پیر بگڑ تو آن کی آن میں مرید کو پار لگا دیتا ہے اور صحیح معنوں میں ایسے ہی پیر پیری مریدی کا حق رکھتے ہیں"۔ اور یہ ولیٔ کامل کی شان ہوتی ہے جیسا کہ سیدنا حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے حرم شریف میں سیدنا خواجہ صاحبؒ کا ہاتھ پکڑ کر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور اللہ کی طرف سے جواب ملا کہ" میں نے

اسے قبول کیا"

دوسری قسم کے لکڑ پیر کے متعلق آپ مسکراتے ہوئے فرماتے کہ "یہ لکڑ پیر تو خود بھی بڑی مشکل سے کنارے لگتے ہیں جیسا کہ دریا میں لکڑ ڈوبتے ڈوبتے کنارے لگتا ہے۔ ایسے پیر کا دامن پکڑنا خطرے سے خالی نہیں ہوتا اس کا دامن پکڑنے والے بھی اس کے ساتھ ڈوبتے ڈوبتے کنارے لگتے ہیں"۔

تیسری قسم کے پتھر پیر کی وضاحت کرتے ہوئے آپ سنجیدگی سے فرماتے تھے: "ایسا پیر بڑا خطرناک ہوتا ہے خود بھی ڈوبتا ہے اور اپنے ساتھ اپنے مریدوں کو بھی لے ڈوبتا ہے جس طرح پتھر دریا میں ڈوب جاتا ہے"۔ آجکل ایسے ہی پیروں کا بازار گرم ہے اور لوگ بے سوچے سمجھے ان کے فریب میں آکر خود کو تباہ کر لیتے ہیں۔

دوسری مثال دیتے ہوئے حضرت یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

"حد تپے سو اولیا، بے حد تپے سو پیر ‌ ‌ ‌ ‌ حد اور بے حد دونوں تپے اس کا نام فقیر"

نظر غور سے دیکھا جائے تو اس سیدھے سادے شعر میں طریقت کے تمام درجات کا بھید چھپا ہوا ہے جس کو وہی خوب سمجھ سکتا ہے جس نے دریائے معرفت الٰہی میں غوطہ لگایا ہو۔

"حد تپے سو اولیا، بے حد تپے سو پیر" کا مطلب یہ ہے کہ جو مومن حد تک اللہ تعالیٰ کی نہایت مخلصانہ عبادت کرتا ہے وہ درجۂ ولایت تک پہنچ جاتا ہے۔ مگر پیر بننے کے لائق وہی ہو سکتا ہے جو بے انتہا ریاضت اور بکثرت عبادت کی تپش سے اپنے نفس کو جلا جلا کر پاک کرلے۔ ایسا ہی شخص دوسروں کی رہنمائی کر سکتا ہے کیونکہ وہ کثرت ریاضت سے راہ سلوک کو طے کر لیتا ہے۔

"حد اور بے حد دونوں تپے اس کا نام فقیر" یہ فنا فی اللہ کا حال ہے جو بے حد ریاضتوں سے خود کو فنا کر کے فنا فی اللہ ہو جاتا ہے۔ یہ سلوک ولایت میں بڑا اونچا مقام ہے۔

جناب حاجی صنع علی خاں فرماتے ہیں ایک بار ہم نے حضرت سے عرض کیا کہ "حضور آخر کسی نہ کسی کو تو خلیفہ بنانا ہی ہے آپ اپنے مریدین میں سے کسی کو منتخب کر لیں"۔ اس پر حضرت نے برہمی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"صنع علی خاں تم یہ خوب سمجھ لو کہ جب تک میں کسی میں ایک ادھیلے کے برابر بھی فقیری نہیں دیکھوں گا ہرگز کسی کو خلافت نہیں دوں گا چاہے مجھے یہ فقیری اپنے ساتھ قبر میں ہی کیوں نہ لے جانی پڑے"

حاجی صاحب کہتے ہیں کہ اس کے بعد پھر ہم نے حضرت سے یہ سوال کبھی نہیں کیا۔

ان واقعات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت اپنے جانشین کے بارے میں کیا خیال رکھتے تھے۔ آپ کے مریدوں کا کہنا ہے کہ اس زمانہ میں حضرت بناوٹی فقیروں اور پتھر پیروں کے بارے میں بہت زیادہ اظہار ناراضگی فرماتے تھے کہ یہ پیر حرص دنیا کا شکار ہیں۔ فقیروں کے بھیس میں رہزنی کرتے ہیں اور بھولے بھالے عوام کے لئے دام فریب بچھا رکھا ہے۔

آپ کراچی کے کئی پیروں کے حال سے بخوبی واقف تھے اور ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ "یہ لوگ اپنی آخرت بھی برباد کر رہے ہیں اور دوسروں کی آخرت بھی۔ ہم اللہ تعالےٰ کی مخلوق کے عیوب فاش کرنا مناسب نہیں سمجھتے"

یہ اندیشے اور احتیاطیں تھیں کہ آپ کسی ناقص کو اپنا خلیفہ بنانا ہرگز پسند نہیں کرتے تھے۔ آخر کار جب آپ عمر کی آخری منزل پر پہونچے تو آپ نے اپنی جانشینی اور خلافت کے لئے قبلۂ محترم حضرت سید محمد جلال الدین صاحب کو جو عالم شریعت قاری اور حافظ کلام پاک بھی ہیں منتخب فرمایا اور ان کو "خلافت اجازۃ" سے سرفراز کیا۔ ان کے علاوہ آپ نے اپنی زندگی میں کسی کو خلافت نہیں دی۔ البتہ یہ سننے میں آیا کہ چونکہ آپ کو تبلیغ دین کی بہت فکر رہتی تھی اس لئے آپ نے اپنے چند مریدوں کو دین کی تبلیغ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی جن میں قاری عبدالحمید صاحب ایک ہیں جو اس وقت بھی لاڑکانہ میں اس نیک کام کو انجام دے رہے ہیں۔ یہ بھی سننے میں آیا کہ حضرت کے ایک مرید خود کو حضرت کا خلیفہ ظاہر کرتے ہیں کہ حضرت نے وصال کے بعد ان کو خلافت عطا کی جبکہ انھوں نے حضرت کے مزار پرانوار پر کسی ریاضت کو بھی انجام نہیں دیا۔ ان کا یہ دعوےٰ بالکل غلط ہے اور بے بنیاد ہے۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو انھیں چاہیئے کہ وہ غضب الٰہی سے بچنے کیلئے فوراً توبہ کریں اور شیطان کے فریب میں نہ آئیں اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت و توفیق دے۔ آمین

پہلے مرید کو ایک ہی توجہ میں ولی اللہ بنادیا

جس وقت حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کے پیر و مرشد خلافت عطا کر کے تشریف لے گئے، تو آپ نے کئی برس تک پیر مجاز ہونے کے معاملہ کو پوشیدہ ہی رکھا اور دن رات اپنے تزکیہ و تصفیہ و ریاضات میں لگے رہے، یہاں تک کہ آپ فنا فی اللہ ہونے کے بعد مقام ابدالیت پر فائز کر دیئے گئے۔ اس وقت آپ نے تلقین و نصیحت، رہبری و رہنمائی کے فرائض کی طرف توجہ فرمائی اور سب سے پہلے ایک ناخواندہ سیدھے

سارے مرید جناب چھوٹو میاں کو مرید بنایا۔ اس وقت حاجی صنع علی خاں بھی موجود تھے وہ اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ "یہ چھوٹو میاں آگرہ کے اسپتال کے چپراسی تھے نہایت بھولے بھالے آدمی تھے کبھی کبھی حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک شب برات کی شام کو وہ اپنے ہاتھ سے حلوہ پکا کر ایک چھوٹی سی پلیٹ میں لئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے اسے دیکھتے ہی فرمایا۔

"آج کی شب اس کے لئے ہے کیا ؟"

چھوٹو میاں خاموش رہے۔ حضرت نے انھیں سمجھایا کہ آج کی رات، شب برات ہے اس رات میں اللہ تعالےٰ کی بہت زیادہ عبادت کرنا چاہیئے"

پھر آپ نے ان سے سوال کیا "کیا نماز پڑھتے ہو ؟" وہ کہنے لگے "حضور میں تو بالکل جاہل ہوں نہ نماز پڑھنا جانتا ہوں نہ وضو کرنا"، آپ نے ان کو عشاء کی نماز کے لئے مسجد میں آنے کے لئے کہا اور سمجھایا کہ جس طرح لوگ وضو کریں اسی طرح وضو کرنا اور جس طرح لوگ نماز پڑھیں اسی طرح نماز پڑھنا" چھوٹو میاں نے وعدہ کیا کہ "میں ضرور آؤں گا"

حاجی صنع علی خاں فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ آگرہ میں حجرہ والی مسجد کا ہے میں بھی اتفاق سے اسی شب اسی مسجد میں نماز عشاء کے لئے حاضر ہوا میں حضرت کے دائیں جانب تھا اور چھوٹو میاں بائیں جانب۔ انھوں نے لوگوں کو دیکھ دیکھ کر وضو کیا تھا اور باجماعت کے ساتھ نماز ادا کی۔ نماز کے ختم ہونے کے بعد جب سب لوگ چلے گئے اور امام صاحب بھی رخصت ہوگئے تو حضرت نے چھوٹو میاں کو گلاس میں پانی لانے کا حکم دیا جب وہ پانی لے آئے تو حضرت نے اس میں سے کچھ پی کر اپنا جھوٹا پانی چھوٹو میاں کو پینے کو دیا جب وہ پی چکے تو انھیں اپنا مرید بنالیا۔ یہ چھوٹو میاں حضرت کے سب سے پہلے مرید تھے۔

اس کے بعد کا واقعہ حاجی صنع علی خاں بیان کرتے ہیں کہ حضرت نے چھوٹو میاں سے کہا "کھڑے ہو جاؤ اور دو رکعت نماز نفل کی نیت کرو"۔ وہ کھڑے ہوگئے اور جیسا حضرت فرماتے جاتے ویسا ہی کرتے جاتے۔ مگر ان کی بے علمی کا یہ عالم تھا کہ نماز میں بھی اِدھر اُدھر منہ پھیر پھیر کر دیکھنے لگتے تھے اور آپ ان کو ایسا نہ کرنے کی ہدایت کر رہے تھے۔ جب انھوں نے ثنا پڑھ لی تو ان کو سورۃ فاتحہ پڑھانی شروع کی مگر وہ صحیح طور پر پڑھ نہیں سکتے تھے اگرچہ حضرت ایک ایک آیت بار بار دہرا کر سُنا رہے تھے۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ "مالک یوم الدین ایاک نعبدُ" تک پہنچے تو چھوٹو میاں حضرت کے بار بار دہرانے پر بھی اسے نہ پڑھ سکے۔ آخر کار اسی مشق میں آدھی

رات گذر گئی مگر چھوٹو میاں ان کلمات کو ٹھیک سے ادا نہ کر سکے۔ حاجی صنع علی صاحب کہتے ہیں کہ حضرت کے بار بار دہرانے پر بھی چھوٹو میاں ان کلمات کو صحت کے ساتھ ادا نہ کر سکے تو حضرت کی حالت اسی وقت بدل گئی اور آپ نے چھوٹو میاں پر ایسی توجہ ڈالی کہ ان کی کایا پلٹ گئی۔ اسی وقت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض و قرب سے مالا مال ہو گئے اور باکرامت ولی اللہ بن گئے۔ سبحان اللہ

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اُن کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں (اقبال)

چھوٹو میاں جو ابھی ابھی جاہل تھے آن کی آن میں ولی اللہ بن گئے۔ ولیٔ کامل کی توجہ کا یہی حال ہوتا ہے۔

مخدوم جی جو چھوٹو میاں کی طرح سادہ لوح اور بالکل ان پڑھ ہیں فرماتے ہیں کہ: بارہا جب حضرت خوشی کے عالم میں ہوتے اور مجھے کوئی نصیحت کرتے تو میں کہتا: "حضور! میں تو بالکل جاہل ہوں" تو آپ فرماتے "ارے شیخ جی! تو کیا جاہل ہے؟ تیرے جیسے ایک سو جاہل بھی ہوں تو آن کی آن میں ولی اللہ بنا دوں" سبحان اللہ عجب شان تھی آپ کے کمالِ ولایت کی

حاجی صنع علی خاں چھوٹو میاں کی کرامتوں کا ذکر کرتے ہوئے اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ "آگرہ میں ایک شخص نے میلاد شریف کا جلسہ کیا۔ میلاد ختم ہوا تو چھوٹو میاں نے پانی طلب کیا وہ شخص پانی دیتا گیا اور یہ برابر پیتے رہے یہاں تک کہ پورا ایک مٹکا خالی ہو گیا۔ وہ شخص کہنے لگا۔

"کیا ابھی اور پیو گے؟"

تو انھوں نے فرمایا۔ "اگر تم دیتے رہو گے تو میں پیتا رہوں گا چاہے جتنا بھی ہو" سبحان اللہ۔

صنع علی خاں کہتے ہیں میں نے اپنی آنکھوں سے چھوٹو میاں کی یہ کرامت دیکھی ہے۔ ان سے اور بھی کرامات ظاہر ہوئیں۔

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال

آخر عمر میں حضرت پر عشق الٰہی کا بے حد غلبہ ہو گیا تھا۔ ایک عالم کیف جس میں ہمیشہ سرشار رہتے تھے اور بے اختیار فرمایا کرتے تھے "اب روح جسم میں رہنا نہیں چاہتی ہے"۔ ان دنوں اعلیٰ کیفیات کے متعلق بعض واقعات کا ذکر کرتے تھے جس سے آپ کی کیفیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت نے بیان فرمایا "ہم اپنی حد سے بہت ہی آگے بڑھ گئے تھے مگر ہمیں وہاں سے لوٹایا گیا"

انہی ایام میں ہم ایک بار حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ کے پائے مبارک میں تکلیف تھی اور آپ سہارا لے کر بمشکل چل سکتے تھے۔ ہم نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا۔

"رات چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے روح ادھر چلی گئی۔ ہم نے اٹھنے کی کوشش کی تو چوٹ آگئی۔"

دراصل جب حضرت کی روح سرور و کیف میں حد ولایت سے بھی آگے عالم بالا میں بڑھ گئی تو اس والہانہ جسارت پر عتاب مشفقانہ ہوا تھا جس کی بنا پر یہ چوٹ آگئی تھی کہ ؎

"یا برتر مرن کہ سوزد آنجا پرِ جبریل"

اس واقعہ کو آپ ہاتھ سے زمین پر نقشہ بنا کر سمجھاتے کہ "اس دائرے سے آگے بڑھنے کی اولیاء کرام کو ممانعت ہے مگر ہم غلبۂ عشق و مستی میں آگے بڑھ گئے"۔ حضرت مسکرا کر فرماتے تھے کہ "اگر ہم اس کو صاف صاف وضاحت سے بیان کریں گے تو ہم پر فتویٰ لگ جائے گا"۔ اگرچہ حضرت نے اسے بخوبی وضاحت سے سمجھایا بھی مگر یہ بات زبان قلم سے ادا نہیں ہو سکتی کیونکہ عام لوگ اسے سمجھ نہیں سکتے۔ ؎

"نکتۂ خاص مگو مجلس عام اینجا است"

غرض آپ کا وصال عشق الٰہی میں وفور و غلبہ کی وجہ سے ہوا۔ چنانچہ آپ وصال سے پہلے ۳ دن تک

بے ہوش رہے۔

وصال سے پہلے کے چند واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اپنے وصال فرما جانے سے بخوبی واقف تھے۔

ایک مرید جب آپ کی خدمت میں آئے تو آپ مسکرا کر یہ فرمانے لگے۔ " ہمارے ایک مرید نے ہمیں خط لکھا ہے کہ اس نے خواب میں دیکھا کہ ہمارا وصال ہوگیا ہے " یہ کہہ کر آپ نے فوراً ہی موضوع گفتگو بدل دیا۔

ڈاکٹر سلطان صاحب ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ " ہمارے دل میں رہ رہ کر یہ خیال آتا تھا کہ قبرستان میں جگہ نہیں ہے۔" وہ فرماتے ہیں ہم نے اس خیال کو دل سے نکالنے کی بہت کوشش کی مگر یہ نکلا نہیں۔ آخر ہم حضرت کے پاس آئے اور یہ بات آپ کو بتائی۔ آپ نے سن کر اپنا سر نیچے جھکا لیا۔ آپ کو اس طرح دیکھ کر میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ہمارا وقت قریب آگیا ہے اس لئے آپ سے سوال کیا

" حضور کیا ہمارا وقت قریب آگیا ہے ؟ "

اس پر آپ نے سر ہلا کر انکار کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ پھر ہم نے حضرت سے پوچھا

" کیا آپ کا ؟ "

آپ نے اس پر دوبارہ اپنا سر نیچے جھکا لیا۔ ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ ہم جان گئے کہ آپ وصال فرمانے والے ہیں اس لئے ہم نے حضرت سے پوچھا " مریدوں کو اپنے پیر کی قبر پر کیا کرنا چاہیئے "۔ ؟

آپ نے فرمایا :- " مریدوں کو پیر کے مزار پر کلام پاک کی تلاوت، درود شریف کا ورد اور ذکر اذکار کرنا چاہیئے اور ان کی روح کو ثواب پہنچانا چاہیئے۔"

ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت نے صاف صاف یہ فرمایا: اس وقت ہم مقید ہیں اور وہاں ہم غیر مقید ہوں گے اس لئے اس کے مقابلہ اس وقت ستر گنا زیادہ فیض پہنچے گا۔" اس کے بعد آپ نے گفتگو کا موضوع بدل دیا اور ہمارے دل سے وہ قبرستان والا خیال بالکل ہی نکل گیا۔

یہ عادت باری تعالیٰ ہے کہ اپنے محبوب بندوں کو ان کے وصال سے پہلے ان کا مقام دکھا دیتا ہے۔ جو ان کے وہم و گمان سے بھی زیادہ بلند ہوتا ہے اور وہ جب تک راضی نہیں ہو جاتے تب تک اپنے پاس نہیں بلاتا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی آپ کا مقام دکھا دیا تو آپ کی خوشی کا عالم یہ تھا کہ پھولے نہ سماتے تھے۔ ایسے

فرحاں وشاداں ہو رہے تھے کہ دیکھنے والوں کو گمان ہو جیسے آپ از سر نو جوان ہو گئے ہیں۔ آپ کی یہ حالت ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی۔

آپ اوکھائی میمن مسجد کھارادر میں تشریف لائے تھے بے انتہا خوشی کی وجہ سے چہرۂ مبارک چودہویں کے چاند کی طرح درخشاں ہو رہا تھا جس کی بھی نظر پڑتی حیران رہ جاتا تھا۔ سب سے نہایت خوشی سے مصافحہ فرما رہے تھے۔ ایک ایک کو بلا کر مل رہے تھے اور دعائیں دے رہے تھے۔

حضرت خلیفہ صاحب کے صاحبزادے محمد حنیف اور شبیر حسین سے محبت کرتے تھے انھیں بلایا اور پیار کیا اگرچہ یہ الوداعی ملاقات تھی مگر اس بات سے تو آپ ہی واقف تھے۔

جب جماعت شروع ہوئی تو میں (مصنف کتاب) حضرت کے شانہ بشانہ تھا اور رہ رہ کر میرے دل میں خیال آرہا تھا کہ حضرت پھر ملنے والے نہیں ہیں اس وقت جتنا دیکھنا ہو دیکھ لو اور مل لو۔ اس خیال کو دل سے نکالنے کی کوشش بہت کی مگر ممکن نہ ہوا۔ جماعت ختم ہونے کے بعد آپ کے سراپا کو بار بار دیکھتا رہا اور آپ کے چہرۂ انور پر نظریں لگی رہیں۔ دراصل اس خیال کا دل میں آنا آپکا روحانی تصرف ہی تھا اور یہ اشارے تھے الوداع کے مگر اس وقت اس خیال پر کون یقین کر سکتا تھا۔؟

اس وقت لوگ اس قدر کثیر تعداد میں جمع تھے کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ حضرت خلیفہ صاحب کی سفارش پر آپ نے سب کے لئے دعائے خیر فرمائی اور بہت دیر تک دعا فرماتے رہے۔ اس اثنا میں بھی ہماری نگاہیں آپ کے چہرۂ پر نور پر لگی ہوئی تھیں ہم نے دیکھا کہ حضرت ایک عجیب نگاہ سے حضرت خلیفہ صاحب کے چہرہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ دعا کے بعد لوگوں کی گزارش پر پانی دَم فرماتے رہے اور محمد حنیف صاحب اسے لوگوں میں تقسیم فرما رہے تھے یہ آخری تبرک اللہ تعالےٰ نے ہمیں بھی نصیب فرمایا۔ حضرت نے کئی برس تک بیٹھے بیٹھے سخت ریاضتیں کی تھیں جس سے آپ کو اٹھ کر کھڑے ہونے میں بڑی دقت ہوتی تھی مگر اس وقت کچھ ایسی سرخوشی کا عالم تھا کہ نہایت اطمینان سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور جاتے ہوئے بھی جو آپ سے ملتا تھا دعائیں دیتے ہوئے تشریف لے گئے۔

حضرت کے وصال سے چند دن پہلے شہزادے میاں اپنے بال بچوں کو اپنی سسرال حیدر آباد بھیج رہے تھے مگر آپ اس کے لئے راضی نہیں ہوئے۔ جب وہ جانے لگے تو حضرت نے ان پر نہایت شفقت فرمائی اور بہت بہت دعائیں دیں خاص طور سے پوتی سے بہت محبت فرمائی اپنے بازوؤں میں لے کر کئی بار بوسے دیئے اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے اشک رواں ہو گئے۔

یہ سب آخری ملاقات کے اشارے تھے مگر اس وقت اسے کون سمجھ سکتا تھا؟ بال بچوں کے جانے کے بعد شہزادے میاں بھی حیدرآباد چلے گئے۔

ندیم شیخ جی حضرت کے عاشق تھے وہ اپنے گھر پر ہی تھے۔ فرماتے ہیں "میرا دل بے اختیار آپ کی طرف کھنچنے لگا، اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے حضرت مجھے اپنے پاس بلا رہے ہیں۔ چنانچہ میں بعد نماز جمعہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، قدم بوسی کی۔ نذر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اسے لوٹاتے ہوئے غمزدہ لہجے میں فرمایا: "شیخ جی اب اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ہے تم اسے اپنے بچوں میں تقسیم کر دینا" جب میں نہ مانا تو حضرت نے فرمایا۔

"شیخ جی یہ ایسی کی ایسی پڑی رہے گی" (آخر ایسا ہی ہوا)

وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ہمارے سامنے موجود تھے مگر ہمارے دل میں ہر گھڑی یہ خیال آتا تھا کہ اب آپ اپنے ربّ کے پاس جانے والے ہیں۔ چنانچہ میں بار بار آپ کے چہرہ انور کو دیکھتا رہا حضرت گردن جھکائے خاموش بیٹھے رہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ آخر میں حضرت نے مجھ سے فرمایا۔

"شیخ جی اب تم جاؤ"

وہ فرماتے ہیں "میں آپ کے پاس سے چلا گیا مگر دل دھڑک رہا تھا کہ بس اب آپ جانے والے ہیں" یہ اشارے حضرت کی مرضی سے ہی ہوتے تھے اور آپ ہر بات اشاروں ہی سے سمجھایا کرتے تھے۔

یہ واقعہ ۷ ماہ رمضان کا ہے۔

حضرت نے اٹھارہ واں روزہ افطار کیا اور نماز عشاء تراویح کے بعد گھر میں آئے۔ دونوں شہزادیوں کے بچوں سے بہت زیادہ محبت کا اظہار کرتے رہے اور بار بار دعائیں دیتے رہے جب دونوں شہزادیوں نے حضرت کو اس طرح دعائیں دیتے ہوئے دیکھا تو آبدیدہ ہو گئیں اور آپ سے کہا

"حضور آج آپ اس طرح دعائیں دے رہے ہیں جیسے ہم سے جدا ہو رہے ہوں"

حضرت نے مسکرا کر ان کا خیال دور کرنے کی کوشش کی اور فرمایا!

"اب ہم انھیں دعائیں نہیں دیں گے تو پھر کب دیں گے؟"

جب حضرت کے داماد جناب مقصود علی اور جناب محمد علی آئے تو ان پر بھی شفقت فرماتے رہے اور باتوں باتوں میں دعائیں دیتے رہے جب کافی وقت گزر گیا تو آپ نے ان کو رخصت کیا اور آپ کے کمرے کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ بس

یہ آپ کی آخری ملاقات تھی۔

اس رات عشق الٰہی کا غلبہ اس قدر بڑھ چکا تھا کہ حضرت رات میں نہ معلوم کس وقت بے ہوش ہو گئے۔ سحری کے وقت جب آپ کے کمرے کا دروازہ کھولا گیا تو حضرت کو بے ہوشی میں دیکھ کر سب کے دل دھک سے رہ گئے۔ غم کے بادل چھا گئے، صبر کا دامن چھوٹ گیا اور رونے کی آوازیں بلند ہونے لگیں جناب مقصود صاحب نے سب کو یہ تسلی دی کہ حضرت صرف بے ہوش ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر سب کی جان میں جان آئی۔

تھوڑی ہی دیر میں جناب سلیم صاحب ڈاکٹر سلطان صاحب اور اردگرد حضرت کے جو جاں نثار رہتے تھے جمع ہو گئے۔ ڈاکٹروں کو بلایا گیا انھوں نے معائنہ کر کے بتایا کہ حضرت کے ایک پاؤں اور ایک ہاتھ پر فالج ہو گیا ہے مگر ان کا یہ خیال غلط تھا کیونکہ وہ جہاں فالج بتاتے تھے حضرت اسی حصہ کو حرکت دیتے تھے جب ڈاکٹروں نے یہ دیکھا تو حیران رہ گئے، ان کی سمجھ میں نہ آسکا کہ آپ کو کیا بیماری ہے؟ انھوں نے چند انجکشن بھی لگائے مگر ان کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔

صبح کو شہزادے میاں کو بلایا گیا۔ حضرت خلیفہ صاحب اوکھائی میمن مسجد میں اعتکاف میں تھے ان کو اطلاع دی گئی۔ شہزادے میاں بیسویں روزے کی شب کو آگئے، اور کھادر سے ہم لوگ خلیفہ صاحب کے ساتھ حضرت کے گھر پہنچے۔ اس وقت اتنا ہجوم تھا کہ راستہ ملنا مشکل تھا جب اندر کمرے میں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت اپنی برسوں کی پرانی چارپائی پر بے ہوش لیٹے ہوئے ہیں۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے یہ کیفیت دیکھی کہ آپ کا سانس بڑے جوش کے ساتھ جاری تھا حضرت خلیفہ صاحب اپنا کان حضرت کے منہ کے پاس لے گئے تو انھیں اس سانس میں اللہ ہو کی آواز سنائی دیتی تھی آخر میں وہ وقت آپہنچا جو ہر ایک کے مقدر میں لکھا ہوا ہے۔ تین دن اور تین راتیں بیہوش رہنے کے بعد بائیسویں شب شروع ہوتے ہی "اللہ ہو" کی آواز کے ساتھ سانس کی رفتار بہت تیزی سے بڑھنے لگی عشق الٰہی کا غلبہ اس قدر بڑھ گیا کہ روح کے لئے قفس عنصری میں مزید ٹھہرنا دشوار ہو گیا۔ آپ کی ہدایت کے مطابق جیسا کہ آپ پہلے ہی فرما چکے تھے آپ کو آب زم زم میں شہد ملا کر چمچہ کے ذریعہ پلایا گیا اس وقت سانس کے ساتھ اللہ ہو کی آواز بہت زور زور سے آنے لگی یہاں تک کہ آپ کے رب کی طرف سے پیغام وصل آپہنچا

"اے اپنے رب کے ذکر سے مطمئن ہونے\
والی روح اپنے رب کی طرف چل\
تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی"

(القرآن سورہ فجر)

رات کے پونے آٹھ بجے تھے کہ آپ کی روح پیغام وصل ملتے ہی معبود حقیقی سے جا ملی جس کے لئے ایک مدت سے بے قرار تھی۔ آپ اپنے پروانوں کو داغ مفارقت دے کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئے۔

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال رمضان المبارک کی ۲۲ تاریخ بروز بدھ شب کو ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۷ فروری ۱۹۶۲ء کو ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت کے وصال کی خبر آناً فاناً پورے شہر میں بلکہ دور دور تک پھیل گئی اور صبح ہونے سے پہلے ہی حضرت کے جاں نثاروں کے علاوہ آپ کے در دولت پر مخلوق خدا کثیر تعداد میں جمع ہو گئی۔ آپ کے پروانے آخری دیدار پُر انوار کے لئے بار بار آتے تھے۔ مارے غم کے ان کی چیخیں نکل جاتی تھیں قبلہ محترم حضرت خلیفہ صاحب کے ساتھ جب ہم آپ کی قیام گاہ پر پہنچے تو ہر ایک کا غم سے یہ عالم تھا کہ دیکھا نہ جاتا تھا۔ کسی کو اپنا ہوش نہ تھا ہر ایک آہ و زاری کر رہا تھا ہم اپنے دلوں کو تھامے حضرت کے پاس پہنچے۔ جیسے ہی آپ پر نظر پڑی دامنِ صبر ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ بے اختیار آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور اپنے آپ کو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ غم کے غلبہ میں کسی کو بھی تلقین صبر کا ہوش نہ تھا۔

جب دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہوا تو حضرت خلیفہ صاحب نے آپ کی جبین منور پر الوداعی بوسہ دیا کہ یہ دیکھ کر عاشق رسول سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا واقعہ نظر کے سامنے آ گیا۔ جب کہ آپ نے اپنے عمر بھر کے رفیق سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد وصال اسی طرح الوداعی بوسہ مبارک پیشانی پر دیا تھا۔

اس منظر کو دیکھ کر طوفان غم اور امنڈ آیا اور لوگ بے اختیار چیخ پڑے۔ ایسی کیفیت میں ہم نے حضرت کے پائے مبارک کو آخری الوداعی بوسہ دیا۔ اسی طرح حضرت کے جاں نثاروں نے اپنے دل کی حسرتیں نکالیں۔

لوگ دور دور سے بڑی تعداد میں آ رہے تھے اور یہ مجمع برابر بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ سحری کا وقت قریب آ گیا۔ حضرت خلیفہ صاحب برابر صبر کی تلقین فرماتے رہے مگر ان کے تلقین فرمانے پر بھی غم اور بڑھ جاتا تھا۔

تجہیز و تکفین اور آخری قیام گاہ کا انتخاب

وقت کا تقاضہ تھا کہ حضرت کی آخری قیام گاہ کے لئے کسی مناسب جگہ کا انتخاب کیا جائے اگرچہ انبیاء و اولیائے کرام میں سے اکثر کے لئے ان کی قیام گاہ کو ہی آخری مسکن بنایا گیا مگر آج کل ایسا کرنا ممکن نہیں۔ اور ایک

بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت کی قیام گاہ بہت مختصر تھی اور یہاں آپ کا مزار بنانا نہایت مشکل تھا۔ آخر اللہ تعالےٰ نے حضرت خلیفہ صاحب کو اور سب حضرات کے دل کو اس زمین کی طرف پھیر دیا جس کو اپنے علم قدیم سے حضرت کے لئے پسند فرمایا تھا۔ سب نے بہ اتفاق اس پاک جگہ کو پسند فرمایا جہاں حضرت کا بے مثل مزار پر انوار بصد شان و شکوہ موجود ہے

نماز جنازہ اور جنازے پر ابر کا سایہ

قبلہ محترم حضرت خلیفہ صاحب کی زیر نگرانی آپ کے چند پروانوں نے حضرت کو غسل دیا جب نماز جنازہ کی تیاری ہوئی تو کثیر تعداد میں لوگ جمع ہو گئے تھے کہ جہاں تک نظر جاتی لوگ ہی لوگ نظر آتے تھے۔

بعد نماز ظہر نماز جنازہ ادا کی گئی اور جنازہ اٹھایا گیا کلمہ شہادت کے نعروں سے فضا گونج گئی۔ جیسے ہی جنازہ اٹھایا گیا بحکم ربی ابر سورج کے مقابل آگیا اور جنازہ پر ابر کا سایہ ہو گیا۔ بے شمار مخلوق نے اس واقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ایسی بلند شان چند ہی اولیائے کرام کو نصیب ہوئی جن میں سے ایک سیدنا حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ تھے جو اللہ تعالےٰ کے بہت بڑے عاشق گزرے ہیں۔

جنازہ کا جلوس جیسے جیسے بڑھ رہا تھا لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ ہجوم کی وجہ سے آخری قیام گاہ تک پہنچنے میں کافی وقت لگ گیا وہاں پہنچنے کے بعد لوگوں کو آخری دیدار کرایا گیا۔ لوگ بے تاب ہو گئے اور غم و اندوہ سے بے حال ہو گئے، اور آنکھوں سے اشک رواں ہو گئے۔ اس کثرت سے لوگ تھے کہ ہر ایک کا حسرت دید پوری کرانا محال ہو گیا تھا۔

آخر بروز بدھ ۲۲ رمضان المبارک کی شام کو ٹھیک پونے پانچ بجے جبکہ ابر سایہ کئے ہوئے تھا آپ کو مرقد مبارک میں اتارا گیا اور تدفین کے بعد عارضی طور پر مزار پر ایک شامیانہ لگا دیا گیا۔ جب تک یہ شامیانہ لگا رہا اس وقت تک بارش نہیں ہوئی یہاں تک کہ مزار بن گیا۔

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے روضہ پرانوار میں

بہ نفسِ نفیس حیات ہیں

شہیدان راہ خدا کے لئے ارشادِ خداوندی ہے کہ ان کو مردہ نہ کہو وہ زندہ جاوید ہیں ۔ اولیائے کاملین بھی شہید الفت ہوتے ہیں وہ اپنے رب کے عشق میں فنا ہوجاتے ہیں اور اللہ تعالےٰ ان کو بقائے جاوداں عطا فرما دیتا ہے۔ اور وہ اپنے مزاروں میں حیات ہوتے ہیں مگر ان کو چشم ظاہر سے دیکھنا ممکن نہیں۔ ان کو تو صرف دیدۂ بینا یعنی باطن کی آنکھوں اور روحانی بصیرت سے ہی دیکھا جا سکتا ہے اور یہ نگاہ رمز آشنا اور دلِ حقیقت آگاہ اولیاء اللہ ہی کو حاصل ہوتے ہیں۔ کتب تصوف میں صاحبان حقیقت نے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی طرح اولیائے کرام بھی اپنے مزاروں میں حیات ہیں۔ اور اس حیات بعد مرگ کے عالم میں حیات دنیا سے زیادہ وہ بندگان خدا کو فیض پہنچاتے ہیں۔

بعض اولیائے کاملین نے یہ بھی فرمایا ہے کہ سیدنا حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ سلطان العارفین سیدنا حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ۔ سیدنا حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مزاروں میں حیات ہیں۔ اور ان سے اسی طرح فیض حاصل کیا جا سکتا ہے جس طرح ان کی حیات میں کیا جاتا تھا۔ سیدنا حضرت ابو القاسم خرقانی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بارہ برس بعد حضرت کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے اور ان سے بے انتہا فیضیاب ہوئے اور آپ کی خلافت حاصل کی اور انہی بزرگ سے طریقت کا سلسلہ نقشبندیہ چلا۔ اور اب تک بڑے شان وجلال کے ساتھ جاری ہے۔

یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ بے شمار اولیائے کاملین کے مزاروں سے خلق خدا بے حساب فیضیاب

ؔ موت نفس کے لئے ہے روح کیلئے نہیں اسلئے اولیائے کاملین جو صفات ملکوتی سے مالامال ہوتے ہیں وہ موت کے بعد بھی اپنے مزارات میں زندہ جاوید ہوتے ہیں۔

ہوتی رہتی ہے اور جس کسی نے ان خاصانِ خدا سے قربِ خداوندی کی تمنا کی ان کی اہلیت کے مطابق ان کی مراد بر آئی اور وہ ولی اللہ بن گئے۔ اگر یہ نفوسِ قدسیہ اپنی آخری آرام گاہوں میں حیات نہ ہوتے اور ان سے کسی کو فیض نہ پہنچتا تو اس روئے زمین پر ان مزاروں کی یہ رونق اور یہ شان نہ ہوتی۔

اولیائے کرام کے زندہ ہونے اور ان کے فیض رساں ہونے کا سب سے بڑا اور تازہ ترین ثبوت تو ستمبر ۱۹۶۵ء کی بھارت اور پاکستان کی جنگ میں مل چکا ہے۔ جب پاکستان کی مجاہد افواج بھارت کے جارحانہ حملوں کا نہایت دلیری سے مقابلہ کر رہی تھی تو ہمارے بہادر فوجیوں نے بے شمار اولیائے کرام کو محاذِ جنگ پر مدد کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ بعض نے ان سے گفتگو کی تو انھوں نے اپنے نام بھی بتائے۔ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی محاذِ جنگ پر بہ نفسِ نفیس افواجِ پاکستان کی مدد کرتے رہے۔

یہ واقعات گواہی دیتے ہیں کہ اولیاء اللہ اپنے مزاروں میں حیات ہیں اور وہ مخلوقِ خدا کو حسبِ ضرورت فیض پہنچاتے رہتے ہیں۔ جتنا کچھ وہ فیض پہنچانا چاہتے ہیں۔

اس تمہید کے بعد ہم اپنا ایک ذاتی اور حقیقی واقعہ بیان کرتے ہیں۔ اگرچہ ایسے اسرار و رموز کا ظاہر کرنا مسلکِ طریقت کے خلاف ہے مگر حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کی تصدیق کا شرف حاصل کرنے کے لئے قلم والہانہ طور پر اس راز کے اظہار و بیان پر آمادہ ہوگیا ہے۔

حضرت کو وصال فرمائے چند ہی دن ہوئے تھے کہ ہم حضرت کے روضۂ اقدس پر حاضری کے لئے روانہ ہوئے۔ یہ وصال کے بعد مزار پرانوار پر حاضر ہونے کا پہلا ہی موقع تھا۔ نمازِ ظہر کے بعد میں قبلۂ محترم حضرت خلیفہ صاحب کے ساتھ حضرت کی آخری قیام گاہ کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں ایک عجیب سی خوشبو آنے لگی یہ ایسی خوشبو تھی جس کو کسی نام سے بیان کرنا مشکل ہے۔ جب میں نے اس کا ذکر حضرت خلیفہ صاحب سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ حضرت کی روحِ پاک کی خوشبو ہے اور اس بات کی علامت ہے کہ حضرت ہماری آمد سے خوش ہیں۔ جب ہم حضرت کے روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے تو وہ بھی اس عجیب خوشبو سے مہک رہا تھا۔ ہم نے تلاوت کلامِ پاک اور ذکر و اذکار کے بعد اس کا ثواب حضرت کی روحِ پاک کو پہنچانے کے لئے فاتحہ پڑھی فاتحہ کے بعد حضرت خلیفہ صاحب نے فرمایا کہ میں اپنا ہاتھ حضرت کے روضۂ اقدس کی متبرک خاک پر مل کر اپنے فالج زدہ پیروں پر پھیرلوں آپ کے فرمانے پر جب میں نے اپنا ہاتھ روضۂ اقدس کی طرف بڑھایا تو مجھ پر ہیبت اور خوف طاری ہوگیا اور بجائے آگے بڑھنے کے پیچھے کی طرف گرنے لگا۔ مجھے بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے

حضرت چادر اوڑھے مزار پر انوار میں آرام فرما رہے ہوں۔ میری یہ حالت دیکھ کر حضرت خلیفہ صاحب نے مجھے تسلی دلاسہ دیا اور شامیانہ کے باہر تشریف لے گئے۔ اب وہاں میرے سوا کوئی نہیں رہا۔ حضرت کے مزار پر انوار پر شامیانہ تھا جو چاروں طرف سے بند تھا اور روضۂ اقدس پر ایک سبز چادر پڑی ہوئی تھی۔ میں نے آخر ہمت کر کے اپنا ہاتھ سبز چادر کے نیچے بڑھایا۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی جبکہ اس وقت میں نے حضرت کو بہ نفس نفیس بالکل اس طرح پایا جیسے آپ زندگی میں چارپائی پر آرام فرما رہے ہوں۔ حضرت نے اپنی روشن آنکھیں کھول کر میری طرف مسکراتے ہوئے دیکھا۔ حضرت سے کچھ دیر تک میری گفتگو ہوتی رہی جسے قید تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔ آخر میں میں نے حضرت سے مصافحہ کیلئے التجا کی اور اپنے ہاتھ سے حضرت کے دستِ مبارک کو چھوا جو بالکل ویسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسا کہ وصال فرمانے سے پہلے مصافحہ کرتے وقت معلوم ہوتا تھا۔ صرف پہلے کے مقابلہ میں آپ کا مبارک ہاتھ کچھ زیادہ ٹھنڈا تھا۔ حضرت نے یہ توجہ خاص فرمائی تھی جس سے ہماری دنیا ہمیشہ کے لئے بدل گئی۔ اب آپ ہر لمحہ ہمارے ساتھ ہیں۔ دراصل یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کی ایک ہی نظر عنایت سے لوگوں کی تقدیریں بدل جاتی ہیں۔ آپ کی رہبری ہمارے لئے ایسی ہے جیسا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی رہبری حضرت ابوالقاسم خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے تھی۔

یہ ایک سچا واقعہ ہے اگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کا اظہار مقصود نہ ہوتا تو یہ حرف محرمانہ زبانِ قلم پر ہرگز ہرگز نہ آتا مگر آہ یہ بے تابیٔ شوق جو ناگفتہ کو گفتہ بنا دیتی ہے کہ بسا اوقات تذکرۂ محبوب حدِ احتیاط سے تجاوز کر جاتا ہے۔ ہر مخلص و معتقد کو یہ بات جان لینی چاہیئے کہ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ دیگر اولیائے کرام کی طرح اپنے مزار میں حیات ہیں۔ البتہ حیات دنیا اور حیات بعد وصال میں کچھ فرق ضرور ہے۔

حیات اولیٰ میں ہر ایک حضرت کو دیکھ سکتا تھا اور آپ سے مل سکتا تھا مگر اب اس طرح ملنا ہر ایک کا کام نہیں۔ البتہ حضرت ہم سب کے حال سے بخوبی واقف ہیں اور سب کو خوب جانتے پہچانتے ہیں خواہ وہ روئے زمین پر کہیں بھی ہوں حضرت اپنے جان نثاروں کی امداد بھی کرتے رہتے ہیں

یہ ایک امر واقعہ ہے کہ اولیاء کاملین اپنے اپنے مزار پر انوار میں حیات ہیں اکثر حضرات نے وصال کے بعد ان کو کئی مقامات پر دیکھا ہے اور ان سے ملاقات کی ہے چنانچہ سیدنا حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے ان کے وصال سے چند دن پہلے "باقی باللہ" کا مطلب دریافت کیا۔ آپ نے سائل سے کہا میرے وصال پر فلاں وقت

اور فلاں مقام پر میری جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی اور ایسے ایسے لباس میں ملبوس ایک شخص نماز جنازہ میں شریک ہوگا تم اس سے اس کا مطلب دریافت کر لینا۔ چنانچہ آپ کے وصال کے بعد نماز جنازہ میں اس شخص نے ویسے ہی ایک حضرت کو پایا جس کی پہچان آپ نے بتائی تھی۔ اختتام پر جب وہ حضرت تشریف لے جانے لگے تو تنہائی میں اس شخص نے ان کا دامن تھام لیا اور اپنا سوال پوچھا انھوں نے مسکرا کر چہرۂ انور سے نقاب ہٹا دیا اور وہ انھیں دیکھ کر حیران رہ گیا کیونکہ اس کے سامنے خود حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کی نماز جنازہ ابھی ابھی پڑھی گئی تھی۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا۔

"مطلب جان گئے۔ اسی کو "باقی باللہ" کہتے ہیں" سبحان اللہ۔

اسی طرح عاشق الٰہی سیدنا حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر شاہ کلیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جنازہ کی نماز آپ پڑھائی تھی۔ نماز پڑھانے کے بعد جب آپ جانے لگے تو آپ کے خلیفہ حضرت سیدنا شاہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور عرض کیا۔

"حضور جب تک آپ یہ نہ بتائیں گے کہ آپ کون ہیں تب تک جانے نہ دوں گا۔ کیونکہ آپ نے میرے مقتدا و مرشد کے جنازہ کی نماز پڑھائی ہے۔"

یہ سن کر آپ نے اپنے چہرۂ پرنور سے نقاب ہٹا دی تو وہ حیران رہ گئے کیونکہ ان کے پیر و مرشد کے جنازہ کی نماز پڑھانے والے خود پیر و مرشد حضرت صابر شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا

"فرزند عزیز فقیر اپنے جنازہ کی نماز خود ہی پڑھاتا ہے۔" سبحان اللہ۔

مجتہد تصوّف حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد بزرگوار حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کی قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے بارے میں بھی ایسا لکھا ہے اگرچہ حضرت قطب صاحب کئی سال پہلے وصال فرما چکے تھے۔

دراصل اولیاء کرام سے وہی شخص زیادہ فیض یاب ہو سکتا ہے جو ان سے کامل حسن عقیدت رکھتا ہو۔ اور اس کا عقیدہ بھی درست ہو۔

ہم نے یہ واقعات معتقدین کے اعتقاد کو درست و مستحکم رکھنے کے لئے تحریر کئے ہیں۔

تعمیرِ مزارِ پُرانوار آپکے منشا کے مطابق ہوئی

چونکہ حضرت نے اپنی زندگی کا بہت سا حصہ ایک ایسی جگہ گزارا تھا جہاں دنیا کے عجائبات ہیں سے ایک عجیب عمارت تاج محل واقع ہے۔ اس لئے آپ کے بے شمار جاں نثاروں کی یہ خواہش تھی کہ آپ کے مزار پرانوار کا نقشہ بھی تاج محل جیسا ہو۔ چنانچہ مزار کی تعمیر سے پہلے ایسا ہی نقشہ بنایا گیا۔ اگرچہ نقشے کے مطابق مزار چار پہلو والا بنانا تھا مگر جب بنیاد ڈال کر تعمیر شروع ہوئی تو حضرت نے سب کے دلوں اور ارادوں کو اپنے منشا کے مطابق پھیر دیا اور بنے بنائے نقشے کو چھوڑ کر بجائے چار پہلو کے آٹھ پہلو والا مزار بنایا گیا اور اسی طرح کی تبدیلیاں ہوتی رہیں جسے دیکھ کر نقشہ بنانے والے بھی حیران رہ گئے۔

مزار کی تعمیر کرنے والے معمار خود کہتے ہیں کہ اگر کوئی کام حضرت کی منشا کے مطابق نہ ہوتا تھا تو ہم اپنے دل میں ایک عجیب سی کیفیت محسوس کرتے اور ہمیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت ہمارے سامنے موجود ہیں اور جو حضرت فرماتے تھے ویسا ہی ہم تعمیر کے کام کو انجام دیتے تھے۔ اس طرح حضرت کے اس عالیشان مزار پرانوار کی تعمیر تقریباً پوری ہونے کو ہے اور یہ تعمیر آپ کے منشا کے مطابق ہوئی ہے۔ چونکہ اب بھی اس میں باریک نقش ونگار کا کام باقی ہے جو انشاء اللہ عنقریب پورا ہو جائیگا۔

اب تک اس مزار پُرانوار کی تعمیر کے لئے تقریباً ۳۳،۰۰۰ تینتیس ہزار روپے خرچ ہو چکے ہیں۔ یہ کام صرف تین سال کے عرصے میں انجام پایا ہے۔ اس کا سہرا قبلہ محترم حضرت خلیفہ صاحب کی جان توڑ اور انتھک محنت کے سر ہے۔ آپ کے ساتھ ساتھ آپ کے مریدوں نے بھی اس کارِ خیر میں بے لوث خدمات انجام دیں۔

لانڈھی کالونی میں رہنے والے حضرت کے بے شمار مریدوں میں سے ایک پرانے مرید فرماتے ہیں کہ انھوں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت کے مزار پرانوار حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ آئے ہوئے ہیں اور آپ انھیں اپنے مزار پرانوار کو چاروں طرف سے دکھا رہے ہیں۔ اور حضرت خواجہ صاحبؒ نہایت خوشی سے چاروں طرف گھوم کر دیکھ رہے ہیں۔

یہ عالیشان عمارت جو چاروں طرف سے دیکھنے میں یکساں لگتی ہے اس کا حُسن دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے جو بھی زائرین آتے ہیں وہ اس عالیشان مزار کی نہایت دلکش نقش ونگار کو بار بار چاروں طرف گھوم کر دیکھتے ہیں۔ صحیح معنوں میں اس کے حُسن اور بے مثال نقش ونگار کی خوبصورتی کا اندازہ اسے دیکھ کر ہی لگایا جاسکتا ہے

مگر ہم نے آپ کے دل کی کچھ حسرتیں پوری کرنے کے لئے اس سوانح حیات پرانوار کے ٹائیٹل کے صفحے پر اس مزار کی تصویر شائع کی ہے جس سے آپ اس عالیشان مزار کے حسن کا اندازہ لگا سکیں گے۔

مزار پرانوار کے پاس مسجد کی تعمیر

چونکہ حضرت نے کئی مسجدوں کی تعمیر کرائی تھی اور حضرت کو اس کا نہایت ہی شوق تھا اور آپ اس سے بہت ہی محبت فرماتے تھے اس لئے اللہ تعالےٰ نے آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کے اس پسندیدہ عمل کی یادگار قائم رکھنے کے لئے آپ کے جاں نثاروں سے مزار پرانوار کے پاس ایک نہایت ہی اچھی اور خوبصورت مسجد کی بنیاد ڈلوائی۔ جو انشاء اللہ کچھ عرصہ میں مکمل ہو جائے گی۔ اگرچہ اس مسجد کی بنیاد چھوٹی عمارت بنانے کے منصوبے کے تحت ڈالی گئی تھی مگر یہ بات آپ کو پسند نہیں آئی اور آپ نے حکم فرمایا کہ "اس کو اتنا اور بڑھاؤ۔ اس کو پورا کرنے والا تو اللہ تعالےٰ ہی ہے"۔

چنانچہ آپ کے فرمانے کے مطابق مسجد کی بنیاد اور بڑھائی گئی۔ انشاءاللہ تعالےٰ حضرت کے مزار پرانوار کی طرح یہ مسجد بھی ایسی ہی حسین اور خوبصورت بنائی جائے گی۔

بدعقیدہ گستاخ کو عبرتناک سزا

اگرچہ قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ نے اپنے پیارے بندوں کی شان میں گستاخی سے بچنے کے لئے بہت کچھ فرما دیا ہے اور ان خاصان خدا سے گستاخی سے گریز کرنے کے لئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ فرمایا کہ "فرماتا ہے اللہ تعالےٰ کہ جس کسی کو میرے ولی سے عداوت ہو اس سے کہدو کہ وہ مجھ سے لڑنے کے لئے تیار ہو جائے"، مگر پھر بھی یہ ایسی حرکتوں سے باز نہیں آتے۔

ایسا ہی ایک بدبخت حضرت کے مزار پرانوار پر آپہونچا۔ وہ اس قدر خوبصورت اور عالیشان مزار کو دیکھ کر جھلس گیا اور اپنی زبان سے جو آیا بکنے لگا۔ اس وقت حضرت کے جاں نثار مرید مخدوم شیخ جی اور خادم لٰسین خاں صاحب وہاں موجود تھے وہ فرماتے ہیں کہ یہ بدعقیدہ شخص مزار پرانوار کی گنبد کی تعمیر کرنے والے ٹھیکیدار کا آدمی تھا۔ ٹھیکیدار نے اس کے ذمہ یہ کام سپرد کیا تھا کہ گنبد سے لکڑی کی لگائی ہوئی پیکنگ اکھاڑے۔ اس شخص کا یہ پہلا ہی

موقع تھا کہ حضرت کے مزار کی تعمیر میں کام کرنے آیا تھا۔ جب یہ شخص گستاخی کرتے کرتے حد سے بڑھ گیا اور یہ کہنے لگا کہ بھلا مردے کسی کو کیا نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہیں ؟" اس پر مخدوم شیخ جی اور یاسین خاں صاحب نے اُسے بہت سمجھایا اور اپنی اس گستاخی سے باز آنے کو کہا مگر اس کا غصّہ تو اور بڑھتا گیا۔ وہ مزار کے اندر پہنچا اور اوپر جانے کے لئے سیڑھی لگوائی۔ وہ یہی بکواس کر رہا تھا کہ تم لوگ بدعتی ہو بھلا مردے کسی کو کیا نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ آخر اس بدعقیدہ بدبخت نے حضرت کے غضب کو بھڑکا دیا۔ اللہ کے ولی کا غصّہ دراصل اللہ کا قہر ہی ہوتا ہے جب وہ گنبد میں کافی اونچا چڑھ گیا اس وقت وہاں سے وہ حضرت کے غضب کا شکار بن کر گرا۔ اور ایسی جگہ گرا جہاں اس کا گرنا بالکل ناممکن تھا اور یہ جگہ اس کی ہڈیوں کا بھوسہ کرنے کے لئے سب سے زیادہ خطرناک تھی۔ جب یہ زمین زمین پر آیا تو اس کی حالت اس قدر نازک ہو گئی تھی کہ اس کی زبان سے بہت ہی دردبھری آہیں جاری تھیں۔

مخدوم شیخ جی نے فوراً ہی اس سے کہا:۔

"کہو جی اب یہ زندہ ہیں یا مردہ ؟"

یہ سنتے ہی اس نے زمین کے اوپر تڑپتے ہوئے دونوں ہاتھ جوڑ لئے اور کہنے لگا۔

" مجھے معاف کر دو، میں مر جاؤں گا۔ مجھے معاف کر دو "

شیخ جی کہنے لگے ۔" اب تو تم سب ہی کچھ کہو گے۔ جن کی گستاخی کی ہے ان سے معافی مانگ لو " چنانچہ وہ حضرت کے مزار پرانوار کی طرف زمین پر لیٹے ہی لیٹے گڑگڑا کر کہنے لگا۔

" حضور مجھے معاف کیجئے ! "

اس گستاخ کو اس قدر چوٹیں آئی تھیں کہ اس کے جسم کی ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں اور وہ بغیر پانی کی مچھلی کی طرح تڑپ رہا تھا۔ آخرکار ٹھیکیدار کے آدمی آئے اور اسے اُٹھا کر موٹر میں ڈال کر ہسپتال لے گئے۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ بچ سکا یا نہیں۔ اس حقیقت سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے جاں نثار واقف ہیں۔

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کیلئے مقامِ غوثیت کے دروازے بھی کھُلے تھے

حضرت کے وصال کے بعد کئی بزرگان دین آپ کے روضۂ انور پر حاضر ہوئے اور انھوں نے یہ تسلیم کیا کہ بلاشبہ حضرت ابدال تھے۔

حضرت کے ایک عقیدت مند جس نے آپ کے مزار پُرانوار پر کئی چلے کئے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک بار ہم نے حضرت سے اثنائے گفتگو سوال کیا " حضور! حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سلطان ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ سلطان العارفین تھے اور ابدال تھے؟ " حضرت نے ارشاد فرمایا " ہاں یہ سلطان العارفین بھی تھے اور ابدال بھی تھے " وہ فرماتے ہیں" اس کے بعد ہم نے آپ سے سوال کیا کہ " کیا حضور آپ بھی سلطان العارفین ہیں اور ابدال ہیں؟ " آپ نے مسکرا کر فرمایا " ہاں " اس کے بعد ہم نے پھر سوال کیا " حضور پھر مقام قطبیت اور غوثیت کیوں باقی رہ گئے؟ " حضرت نے فرمایا

" اگرچہ حضور علیہ السلام کی یہ بہت خواہش تھی کہ ہم مزید کچھ عرصہ تک حیات رہیں اور ان درجات تک پہنچیں۔ ان کے دروازے ہمارے لئے کھلے تھے مگر عشق الٰہی کا غلبہ اس قدر بڑھ چکا تھا کہ رُوح اب زیادہ دیر تن خاکی میں رہنا نہیں چاہتی تھی "

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت کے لئے مقام قطبیت اور غوثیت کے دروازے کھلے تھے حضور علیہ السلام کی خواہش بھی یہی تھی اگر آپ کا وقت موعود نہ آجاتا تو یقیناً آپ ان مدارج عالیہ پر پہنچ جاتے مگر آپ قربِ دوست کے لئے یعنی اپنے رب سے ملنے کے لئے بے قرار تھے اور مزید قید حیات میں رہنا دوبھر ہو رہا تھا اس لئے کوچ کے لئے کمربستہ ہو گئے۔ وقت آخر حضرت اسی غلبۂ اشتیاق میں تین دن تک بے ہوش رہے جس کا مکمل ذکر آگے آئے گا۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاءِ کرام

حضرت کے مزارِ پُرانوار پر

اللہ تعالےٰ اپنے محبوب بندوں کو اعلیٰ مراتب عطا کرتا ہے اور ان کو بڑے بڑے اعزاز عطا کرتا ہے۔ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی مقربین خاص میں سے تھے۔ آپ کو جو شان عطا ہوئی تھی اس کا بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ ولی کامل سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد مبارک ہے کہ " فقیر (ولی کامل) کی شان کا اندازہ اس کے وصال کے بعد اس کے مزار سے ہی لگایا جاسکتا ہے۔" اس کی صداقت میں کوئی شبہ نہیں۔

حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ، قطب الاقطاب، قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ اور قطب الاقطاب سیدنا حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے مزارات مبارکہ سے جو فیوض اور رحمت الٰہی کے چشمے جاری ہیں ان سے ان کی بزرگی کا اندازہ ہوتا ہے۔ دراصل ان کی بزرگی وعظمت کا اندازہ اسی مومن کو ہوسکتا ہے جو ان کی جماعت میں سے یعنی صاحب دل ہو۔ عام لوگ تو صرف ظاہری جمال کو دیکھ سکتے ہیں ان کی باکمال روحانیت کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔

ہم یہاں اختصار کے ساتھ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پُرانوار کے احوال و کوائف کا ذکر تے ہیں جس سے طریقت میں آپ کے مقام و مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اکرام کے ایک دوسرے سے نہایت گہرے روابط ہوتے ہیں اور وہ ایک دوسرے سے بہت زیادہ محبت رکھتے ہیں۔ اور ملاقات کے لئے ایک دوسرے کے پاس آمد و رفت رکھتے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خاص

عقیدت مند جن پر آپ نے توجہ فرمائی اور انھیں رُوحانی کیفیات سے مالامال کیا۔ وہ حضرت کے مزارِ پرانوار پر اولیارکرام کی تشریف آوری کے شاہد ہیں وہ حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کا بھی تذکرہ کرتے ہیں۔ ہم ذیل میں ان کے مشاہدات درج کرتے ہیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت کے مزارِ پُرانوار پر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے اولیائے کرام سے بے حد وحساب محبت وشفقت ہے۔ یہ وہ پاک نفس بندگانِ خدا ہیں جن کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات بابرکات سے فیضیاب کرکے امت کی کی اصلاح کے لئے منتخب ونامزد فرمایا اور اِنہیں وارثینِ انبیار ٹھہرایا ہے یہی حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی خلفار ہیں۔

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی انھیں بلند مرتبہ اولیار کاملین میں سے ہیں۔ حضور علیہ السلام سے آپ کا جسمانی وروحانی تعلق ہے۔ کیونکہ آپ خاندانِ سادات کے گلہائے خوش رنگ میں سے ایک گلِ سرسبز ہیں۔ یہ شرف ہر ایک ولی اللہ کو نہیں ملا ہے حضور کا مرتبہ بھی دربار رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بلند وبزرگ ہے۔ آپ کے مرتبۂ بلند کے لئے یہی بات سند ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

"حضور علیہ السلام کی خواہش تھی کہ ہمارا مزار بنایا جائے جس سے آپ کی امت فیض یاب ہو سکے"۔ سبحان اللہ۔

ایک مرتبہ خود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس خادم سے فرمایا کہ

"اِن کی محبت بھی میری محبت ہے" سبحان اللہ

کئی بار شب میں یہ مشاہدہ ہوا کہ حضور علیہ السلام حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر رونق افروز ہیں۔ ایک بار دیکھا گیا کہ بے شمار اولیار کرام آپ کی اس مجلسِ اقدس میں موجود ہیں جن میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر ولی اللہ بھی شامل ہیں۔ اس مجلس پر نور کی تفصیلات ناقابل بیان ہیں۔

حضور علیہ السلام اور دیگر کئی انبیار علیہم السلام اکثر تشریف لاتے رہتے ہیں۔ یہاں سب کا ذکر کرنا

ممکن نہیں۔ اس لئے تبرکاً چند مشاہدات کا ہی ذکر کیا گیا ہے۔

سیدۃ النساء حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا

حضرت کے مزارِ پرانوار پر

خاتونِ جنت لختِ جگرِ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالےٰ کے پاس بہت بڑا اونچا مقام ہے آپ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ پر بڑی شفیق و مہربان ہیں۔ کیونکہ حضرت آپ کی اولاد میں سے ہیں۔ ایک بار شب میں آپ کے مزار پر تشریف لائیں کچھ دیر حضرت سے گفتگو فرمائی اور رخصت ہوتے وقت حضرت کے خادم پر بھی حضرت کے صدقہ میں نظر مرحمت فرمائی۔ اس مشاہدہ کی تفصیلات کو زبان پر لانا مشکل ہے۔

حضرت کو بھی سیدۃ النساء رضؓ سے بے حد عقیدت و محبت تھی۔ جب بھی حضرت کی زبان پر آپ کا نام آجاتا تھا تو بے اختیار اشک رواں ہوجاتے۔ اور آپ کا ذکر سنتے ہی آپ کا دل بھر آتا۔ یہاں تک کہ حضرت کی زبان سے بات نکلنی مشکل ہوجاتی۔ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت سے کس قدر محبت فرماتی ہیں ان واقعات سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اولیاءِ عظام کی حضرت کے مزارِ پرانوار پر تشریف آوری

امام العارفین سیدنا حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، سیدنا حضرت خواجہ عبدالواحد زید رحمۃ اللہ علیہ اور سیدنا حضرت عثمان ہارونی چشتی رحمۃ اللہ علیہ تینوں بڑے بلند پایہ بزرگ اور ولی کامل گزرے ہیں سلسلہ چشتیہ صابریہ کے پیشوایانِ عظام میں سے ہیں۔ سیدنا حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلیفہ ہیں اور آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ عبدالواحد زید رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اور حضرت عثمان ہارونی چشتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت کے مزار پرانوار پر ان تینوں عالی مرتبہ بزرگوں کو تشریف لائے دیکھا گیا۔ تینوں کے چہرے ایسے نورانی تھے کہ نظر نہ ٹھہرے۔ سیدنا حضرت خواجہ عبدالواحد زید رحمۃ اللہ علیہ اور سیدنا حضرت عثمان ہارونی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے اور قدوقامت میں بڑی حد تک ایک دوسرے سے مشابہت پائی جاتی تھی۔ حضرت سے ان تینوں بزرگانِ دین کی کچھ دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ حضرت نے اپنے خادم کا ان سے تعارف کرایا۔ اس کے بعد یہ حضرات

تشریف لے گئے سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور سیدنا حضرت خواجہ عبدالواحد زید رحمۃ اللہ علیہ کے مزار بغداد شریف میں ہیں - اور سیدنا حضرت عثمان ہارونی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مکہ معظمہ میں ہے جہاں آج کل پتہ چلانا مشکل ہے۔

سیدنا حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت کے مزار پُرانوار پر

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت خواجہ صاحب رح سے بے انتہا محبّت تھی اسی طرح حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ سے بے حد محبت فرماتے تھے - آپ کو کئی بار حضرت کے مزار پر آتے ہوئے دیکھا گیا - جب بھی خواجہ صاحب تشریف لاتے حضرت سے بہت محبت فرماتے اور آپ کے اس عقیدت مند کو بھی بے حد فیض پہنچاتے - کئی مرتبہ شب میں دیکھا گیا کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ تک سلسلہ چشتیہ صابریہ کے جتنے اولیاء کرام ہیں سب رونق افروز ہیں اور اس مجلس میں حضرت خواجہ صاحب مسند صدارت پر متمکن ہیں آپ کے ایک طرف حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں دوسری طرف حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ تشریف رکھتے ہیں - ان مشاہدات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت کا سلسلہ چشتیہ صابریہ اور حلقہ طریقت میں کس قدر بلند مقام ہے جس طرح حضرت خواجہ صاحب رح حضرت کے ہاں تشریف لاتے ہیں اسی طرح حضرت کو بھی دربارِ خواجہ صاحب میں تشریف فرما دیکھا گیا ہے۔

قطب الاقطاب سیدنا حضرت قطب الدین بختیار کاکی رح

حضرت کے مزار پُرانوار پر

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح آپ کے خلیفہ اعظم حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی حضرت کو بے انتہا محبّت تھی - حضرت قطب صاحب رح بھی حضرت سے بہت محبّت فرماتے ہیں - آپ کو کئی مرتبہ حضرت کے مزار پرانوار پر تشریف لاتے ہوئے دیکھا گیا - اکثر حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تشریف لاتے ہیں - حضرت خواجہ صاحب رح کی طرح آپ نے بھی کئی بار

اپنی ذات بابرکات سے حضرت کے خادم کو فیضیاب کیا ہے۔

سیّدنا حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رح
حضرت کے مزار پرانوار پر

حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اعظم حضرت بابا صاحب سلسلہ چشتیہ صابریہ کے بہت بڑے شیخ طریقت ہیں ان سے حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ بہت محبّت فرماتے تھے اور اپنے مریدوں سے آپ کی ریاضتوں کا تذکرہ بڑی مسرت سے کیا کرتے تھے۔ حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔ کئی مرتبہ شب میں باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت کے مزار پرانوار پر تشریف لاتے ہوئے دیکھا گیا۔ باباصاحب نے حضرت کے خادم کو بھی بہت زیادہ فیضیاب فرمایا۔

فردالافراد سیّدنا حضرت مخدوم علاءالدین
صابر شاہ کلیری رحمۃ اللہ علیہ حضرت کے مزار پرانوار پر

سیدنا حضرت صابر شاہ کلیری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے ولیٔ کامل گزرے ہیں۔ آپ حضرت بابا صاحب کے بہت بڑے خلیفہ تھے۔ آپ ہی سے سلسلہ چشتیہ کی سب سے بڑی شاخ چشتیہ صابریہ شروع ہوتی ہے۔ آپ سے حضرت کو جو محبّت تھی وہ بیان نہیں کی جاسکتی۔ حضرت صابر شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ سے بے انتہا محبت فرماتے ہیں اور حضرت کے مزار پرانوار پر بہت زیادہ تشریف لانے والے بزرگوں میں ایک ہیں۔ حضرت صابر شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کے خادم کو بہت زیادہ تلقین فرمائی کہ "تم کسی طرح بھی حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا دامن ہرگز نہ چھوڑنا۔ وہ تمھیں اللہ اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار اقدس سے سب کچھ دلا سکتے ہیں"۔ سبحان اللہ۔

جب حضرت صابر شاہ رح جیسے بلند مرتبہ والے ولیٔ کامل حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان اقدس کا اس طرح بیان فرمائیں تو حضرت کے مرتبۂ بلند کا کیا اندازہ؟ سیدنا حضرت صابر شاہ کلیری رحمۃ اللہ علیہ اپنی ذات بابرکات سے فیض یاب کرنے کے بعد بھی حضرت کے خادم کو حضرت کی اتباع اور آپ کی اولاد کی خدمت کرنے کی تاکید فرماتے ہیں۔ ان واقعات سے اس بے انتہا محبت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت کامل شاہ

رحمۃ اللہ علیہ اور سیدنا حضرت صابر شاہ کلیریؒ ایک دوسرے سے کس قدر محبت فرماتے ہیں۔

حضرت کے مزار پرانوار پر بہت بڑے اولیاء کرام تشریف لاتے رہتے ہیں۔ یہاں سب کا بیان کرنا ممکن نہیں۔ اس لئے چند ایک کا تبرکاً ذکر کیا گیا ہے۔

سلطان العارفین سیدنا حضرت بایزید بسطامیؒ کا حضرت کے متعلق نصیحت فرمانا

ایسا کون مسلمان ہوگا جو آپ کے اسم مبارک سے نا واقف ہو؟ آپ بہت بڑے ولی کامل اور عاشق الٰہی گذرے ہیں۔ آپ کو اللہ تعالےٰ نے معرفت و طریقت میں اس قدر بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ سیدنا حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ اور سیدنا حضرت بابا فریدالدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی ذوق و شوق سے آپ کا تذکرہ فرماتے تھے۔ اسی طرح حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی بہت ذوق و شوق سے آپ کی بزرگی اور بے مثال ریاضتوں کا تذکرہ فرماتے تھے۔ آپ کو حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے بے انتہا محبت تھی اور آپ کو بھی حضرت سے بے حد محبت ہے۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک بار سلطان العارفین سیدنا حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کے اس خادم کو اپنی زیارت اقدس سے مشرف فرمایا اور تقریباً آدھے گھنٹے تک نصیحت فرمائی جس میں طریقت و معرفت کے مسائل و رموز کے علاوہ خاص طور پر حضرت کی زیادہ سے زیادہ خدمت اور اخلاص کے ساتھ اتباع کرنے کی تاکید فرمائی۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر بزرگ کی نگاہ میں حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی جو قدر و منزلت تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے۔

حضرت کامل شاہؒ کی کرامات

جس طرح انبیاء علیہم السلام سے معجزات کا صدور ہوتا ہے، اسی طرح اولیاء کرام سے کرامات ظاہر ہوتی ہیں اور یہ قرآن پاک سے بھی ثابت ہے۔ اولیاء کرام سے جو کرامات ظاہر ہوتی ہیں وہ دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک کرامات "حسّی" اور دوسری کرامات "معنوی"۔ حسّی کرامات وہ ہیں جو لوگوں کے دیکھنے میں آئیں۔ جیسے پانی کے اوپر چلنا یا ہوامیں اڑنا وغیرہ۔ یہاں یہ بات واضح کردینا ضروری ہے کہ بعض محیر العقول خرق عادات طلسم اور جادو کے ذریعے بھی ظاہر ہوسکتی ہیں اور اکثر نیرنجات کا علم رکھنے والے دنیا دار لوگ ان کو ظاہر کرکے خود کو ولی اللہ کہلاتے ہیں اور لوگوں کو فریب دے کر اپنی دنیا بناتے ہیں ان کے برعکس معجزہ و کرامات کا مقصد دنیا طلبی اور عوام فریبی نہیں ہوتا بلکہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اللہ کی عطا کردہ قوت باطنی کے ذریعے ان کو اللہ کے دین کے استحکام اور لوگوں کے اصلاح احوال کے لئے ظاہر کرتے ہیں۔

کرامات کی دوسری قسم معنوی کرامات ہیں۔ جو چشم ظاہر سے دکھائی نہیں دتیں۔ اور لوگ ان کو دیکھ نہیں پاتے۔ اگرچہ ان کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں چنانچہ آن کی آن میں ان کے مقدرات بدل جاتے ہیں اور ان کو اس کا علم ہو نہیں پاتا کہ یہ کیونکر اور کس طرح ہوگیا۔؟

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ اولیاء کاملین اور صدیقین میں سے تھے چنانچہ آپ سے بیشتر کرامات معنوی ہی ظاہر ہوئیں۔ اگرچہ بعض حسّی کرامات کا بھی ظہور ہوا جیسا کہ آگرہ کے ریلوے اسٹیشن کی عمارت کا ذرا سا چھونے سے لرز جانا وغیرہ۔

حضرت کی بہت سی کرامات کا ذکر آچکا ہے۔ اب ہم چند اور کرامات کا یہاں ذکر کرتے ہیں جن کی صداقت میں ذرا سا بھی شک و شبہ نہیں، ویسے حضرت کی کرامات اتنی ہیں کہ سب کا ذکر کیا جائے تو ایک علیحدہ کتاب بن جائے گی۔ اس لئے ہم چند ایک کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔

مجرموں پر حضرتؒ کی کرم نوازی

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ پولیس کی ملازمت میں تھے۔ اسی ملازمت سے پنشن حاصل کی۔ پولیس کی ملازمت کے دوران آپ سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئی تھیں۔ جن کے منجملہ یہ بھی تھا کہ حضرت گرفتار شدہ مجرموں کو چھوڑ دیتے تھے۔ کبھی ان سے مقررہ وقت پر حاضر ہو جانے کا وعدہ لے کر رہا کر دیتے۔ اس سلسلہ میں آپ کے خلاف محکمانہ کارروائی بھی ہوتی تھی۔ مگر کسی بھی وقت آپ کے خلاف کوئی الزام ثابت نہیں ہو سکا۔ ہم طوالت کے خوف سے ان سب واقعات کو لکھ نہیں سکتے تاہم بطور مثال چند ایک کرامتوں کو تحریر کرتے ہیں۔

حضرت کے کئی مریدوں نے بیان کیا ہے کہ آگرہ سے چند میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا گاؤں جوشیان کے تھانہ کے نام سے مشہور ہے وہاں ایک بڑا ڈاکو گرفتار ہوا جس کی گرفتاری کے لئے حکومت نے کئی ہزار کے انعام کا اعلان کرایا تھا حضرت کی ڈیوٹی ان دنوں اسی تھانہ پر تھی جب یہ ڈاکو گرفتار ہوا تو اسے آگرہ کی بڑی جیل میں پہنچانے کی ڈیوٹی آپ کے سپرد کی گئی اور دو پولیس کے جوان بھی ساتھ دیئے گئے۔ حضرت اس ملزم کو لے کر آگرہ کی طرف روانہ ہو گئے، راستہ میں جب جنگل سے گزر ہو رہا تھا تو یہ ڈاکو ہاتھ جوڑ کر پولیس والوں سے عاجزی کرنے لگا کہ میں بال بچے والا ہوں اور اب میں پھانسی چڑھا دیا جاؤں گا۔ مہربانی کر کے مجھے اتنی مہلت دے دو کہ میں اپنے بال بچوں سے آخری بار مل کر آجاؤں۔ پولیس والوں نے اس کی یہ درخواست قبول نہیں کی۔ جب وہ نہ مانے تو اس نے حضرت سے التجا کی اور نہایت عاجزی سے قسمیں کھا کھا کر کہنے لگا کہ "مجھے آخری موقع ملنے کا دے دیں، میں ضرور واپس آجاؤں گا۔ کیونکہ اب مجھے سولی پر چڑھنا ہے میں ایک بار اپنے بیوی بچوں کو دیکھ آؤں" حضرت نے اسے تسلی دی کہ "انشاء اللہ تمہیں سولی سے تو بچا لیا جائیگا ہاں قید کی سزا ہو گی۔"[1] جب وہ اس پر بھی نہ مانا اور بہت زیادہ عاجزی کرنے لگا تو حضرت کا دریائے رحمت جوش میں آگیا اور آپ نے اسے دوسرے دن صبح آگرہ کے پولیس تھانہ پر حاضر ہونے کا وعدہ لے کر اسی وقت رہا کر دیا۔

آگرہ میں بڑے بڑے افسر اس ڈاکو کے انتظار میں بیٹھے تھے جب آپ کو دو پولیس والوں کے ساتھ مجرم کے بغیر آتے ہوئے دیکھا تو حیران رہ گئے۔ جب انھیں معلوم ہوا کہ آپ نے اتنے بڑے اور خطرناک ڈاکو کو اس طرح چھوڑ دیا تو ان کے ہوش اڑ گئے۔ وہ سب بار بار حضرت سے اس کی وجہ پوچھنے لگے اور آپ یہی فرماتے

---

[1] ۔ آخر ایسا ہی ہوا اور ڈاکو کو قید کی سزا ہوئی۔

رہے کہ "مجرم کل صبح یہاں ضرور حاضر ہو جائے گا" آخر وہ عاجز آ گئے اور صبح کا انتظار کرنے لگے اور کہنے لگے کہ اگر کل مجرم حاضر نہ ہوا تو حضرت کے خلاف سخت کارروائی کی جائے۔ دوسرے دن صبح وہ افسر حضرت کی اس سادہ لوحی پر ہنسی مذاق کر رہے تھے اور ان کو اس ڈاکو کے واپس آنے کی کوئی امید نہیں تھی مگر سب حیران رہ گئے جب کہ ٹھیک وقت پر انھوں نے اس خطرناک انعامی ڈاکو کو تھانہ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ جب اس سے انھوں نے اس طرح اپنے آپ واپس آجانے کے متعلق دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ "اپنے بال بچوں کے پاس واپس جانے کے بعد میری نیت بدل گئی تھی اور میں فرار ہو جانے کے لئے جنگل میں نکل بھی گیا تھا مگر پیچھے سے آواز آنے لگی

"رک جاؤ۔۔۔"

یہ آواز ان حضرت کی ہی تھی جنہوں نے مجھے رہا کر دیا تھا۔ آخر میں بے بس ہو گیا اور ان کی کشش مجھے یہاں کھینچ لائی اور میرا خود پر کوئی بس چل نہ سکا۔ حضرت کی اس کرامت پر سب لوگ حیران رہ گئے۔ اس طرح حضرت نے کئی مرتبہ مجرموں کو ان کے کہنے پر رہا کر دیا۔ اور پھر انھیں اپنی روحانی قوت سے عین وقت پر مقررہ مقام پر حاضر کر دیا۔ ایسی کرامات اسی ولیٔ کامل سے ظاہر ہوتی ہیں جن کی روحانی قوت بے مثال ہو۔

بچّے مرجانے کے مرض سے نجات

قبلہ محترم حضرت خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کی شہزادی شاکرہ خاتون کی اولاد پیدا ہوتے ہی انتقال کر جاتی تھی بچہ کی پیدائش سے پہلے شاکرہ خاتون خواب میں پروں والی ایک عورت دیکھتی تھیں جو آکر یہ کہتی تھی کہ۔ "اپنا بچّہ مجھے دے دو"، اور بچے پیدا ہونے کچھ پہلے یا پیدا ہونے کے بعد انتقال کر جاتے تھے اسی طرح تین بچے انتقال کر گئے۔ آخر خلیفہ صاحب شاکرہ خاتون کو لے کر حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور یہ کیفیت بیان کی چند لمحے سکوت فرمانے کے بعد آپ نے مسکرا کر فرمایا۔

"اچھا اللہ مالک ہے اب تم اس کی فکر مت کرو"

حضرت خلیفہ صاحب فرماتے ہیں بس آپ کے اس فرمانے کے بعد برسوں کا بگڑا ہوا کام حضرت کی ایک ہی توجہ سے بن گیا اور اس کے بعد شاکرہ خاتون کو اللہ تعالےٰ نے جتنی بھی اولاد دی سب زندہ سلامت ہیں۔ حضرت خلیفہ صاحب فرماتے ہیں اسی طرح آپ نے کئی بگڑے ہوئے کام اپنی روحانیت کے کمال سے بنا دیئے۔

بے مثال روحانی کشش کا کمال

قبلہ محترم حضرت خلیفہ صاحب نے حضرت کی کئی ایک حیرت انگیز کرامتیں بیان کرتے ہوئے ایک واقعہ کا ذکر کیا کہ ۱۹۶۱ء کے رمضان المبارک کی تراویح میں شہزادے میاں کو کلام پاک سنانا تھا مگر وہ رمضان سے کچھ عرصہ پہلے ہندوستان تشریف لے گئے تھے۔ رمضان المبارک کو چند ہی دن باقی رہ گئے تھے اور ان کی واپسی کی کوئی خبر نہیں ملی تھی حضرت خلیفہ صاحب کو بڑی تشویش تھی آپ حضرت کی قیام گاہ واقع لالوکھیت (کراچی) پر تشریف لے گئے اور صورت حال بیان کی۔ اور شہزادے میاں کو بلانے کی درخواست کی حضرت نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔

" ارے بھائی وہ یہاں تو نہیں کہ میں انھیں بلالوں، وہ تو ہندوستان گئے ہوئے ہیں۔ اور ان کے لوٹنے کا کوئی خط بھی نہیں آیا "

خلیفہ صاحب نے جب پریشانی کا اظہار کیا اور ان کی واپسی کی کسی تدبیر کے لئے اصرار کیا تو حضرت گفتگو فرماتے ہوئے اچانک کھڑے ہو گئے اور قیام گاہ میں ہندوستان کی جانب جو کھڑکی تھی رُخ کرکے ایک نگاہ ڈالی اور قلب مبارک کو جھٹکا دیا اور اسی طرح اپنی جگہ بیٹھ گئے جیسے کہ کوئی بات ہی نہیں تھی۔ کچھ دیر بعد حضرت خلیفہ صاحب سے مصافحہ کرکے انھیں رخصت کیا اور مسکرا کر فرمایا

" اچھا جاؤ اللہ مالک ہے "

اس واقعہ کے چند ہی دن بعد جبکہ رمضان المبارک میں ایک دن رہ گیا تھا شہزادے میاں اچانک کراچی آ گئے۔ حالانکہ انھوں نے اپنی روانگی کی کوئی اطلاع نہیں دی تھی

لندن سے خطوط کا تبادلہ

جناب حاجی شاکر حسین صاحب فرماتے ہیں کہ آگرہ میں ایک نئے سپرنٹنڈنٹ پولیس آئے۔ ان کی اہلیہ بھی ساتھ تھیں مگر وہ کسی وجہ سے واپس لندن چلی گئی تھیں۔ وہاں جانے کے بعد انھوں نے صاحب کو ایک خط بھی نہیں لکھا۔ جبکہ سپرنٹنڈنٹ صاحب نے میم صاحبہ کو کئی خط لکھے تھے جب ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ تو صاحب کی پریشانی بہت بڑھ گئی اور وہ بہت ہی فکرمند معلوم ہو رہے تھے۔ اتفاق سے

حضرت کی نظر ان کے غمگین چہرہ پر پڑی تو آپ نے قریب جاکر ان سے پریشانی کی وجہ پوچھی۔ سپرنٹنڈنٹ مسکرا کر کہنے لگے کہ "میم صاحبہ کو لندن گئے بہت دن ہو گئے مگر ان کا ایک خط بھی نہیں آیا اور نہ ہمارے متعدد خطوط کا انھوں نے کوئی جواب دیا۔" یہ سُنکر حضرت مسکرائے اور فرمایا "اچھا اب آپ میم صاحبہ کو خط لکھیں تو مجھے دے دیجئے میں خود ہی اس کا جواب لاکر دوں گا۔"

اس بات نے سپرنٹنڈنٹ کو حیران کر دیا اور وہ آپ کی صورت دیکھنے لگا۔ مگر آپ کے فرمانے کے مطابق اس نے خط لکھ کر حضرت کے ہاتھ میں دے دیا۔ آپ وہ خط لے کر مسکراتے چلے گئے۔ چند دن بعد حضرت اس افسر کے پاس حاضر ہوئے اور مسکراتے ہوئے اپنی جیب سے خط نکال کر اسے دے دیا۔ وہ اسے دیکھتے ہی پہچان گیا۔ کہ واقعی یہ خط اس کی میم صاحبہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس نے جب وہ خط پڑھا تو اسے کوئی شبہ نہ رہا اور یقین ہو گیا کہ یہ اصلی خط ہے جس میں لکھا تھا کہ "میں لندن پہنچتے ہی بیمار ہو گئی تھی اس لئے تمھارے خط ملنے کے باوجود جواب نہ دے سکی۔ اب میں بالکل صحت مند ہوں۔ اور یہ خط تمھیں لکھ رہی ہوں"۔

سپرنٹنڈنٹ کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ کیونکہ وہ بخوبی واقف تھا کہ حضرت روزانہ باقاعدہ ڈیوٹی پر حاضر ہوتے تھے اور اتنے مختصر عرصہ میں لندن تک آگرہ سے خط کا پہنچنا اور وہاں سے جواب کا آنا ممکن نہیں، وہ جان گیا کہ یہ حضرت کی بزرگی اور کرامت ہے۔ اور وہ حضرت کا بہت زیادہ معتقد ہو گیا۔

بے نمازی کو نمازی بنانا

ڈاکٹر سلطان صاحب فرماتے ہیں کہ ان کے مرید ہو جانے کے بعد حضرت انھیں نماز کی تلقین فرماتے تھے مگر وہ یہی عرض کرتے تھے کہ "حضور جب دل ہی نماز میں نہیں لگتا تو میں نماز کیسے پڑھوں؟"

وہ ایک بار حضرت کی خدمت میں حاضر تھے، حضرت نے جب نماز پڑھنے کی تلقین کی تو انھوں نے وہی جواب دیا۔ حضرت نے نماز کی فضیلت اور انبیاء علیہم السلام کے حالات اور ان کی عبادتوں کا ذکر فرمایا۔ اس درمیان میں اپنے ہاتھ سے ایک پان بنا کر انھیں کھلایا۔

ڈاکٹر سلطان صاحب کہتے ہیں کہ پان کھاتے ہی ان کی حالت بدل گئی پورے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اور کپکپی ہونے لگی جب وہ وہاں سے اٹھے تو اُن کے دل میں بس یہی خیال آتا تھا نماز پڑھوں، نماز پڑھوں چنانچہ انھوں نے باجماعت نماز پڑھنی شروع کر دی اور پانچ وقت کے نمازی بن گئے۔

لقمۂ طعام سے شفا

جناب شوکت حسین صاحب فرماتے ہیں کہ ایک بار ان کی اہلیہ بیمار پڑ گئیں۔ بہت علاج کرایا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ انھوں نے جب ساری کیفیت حضرت سے بیان کی تو حضرت نے ان سے فرمایا کہ "تم بیوی سے پوچھو کہ انھیں کون سا کھانا پسند ہے"۔ جب انھوں نے دریافت کرکے بتایا تو حضرت نے وہی کھانا پکوا کر اس میں سے ذرا سا چکھا اور بقیہ مریض کو کھلا دینے کی ہدایت کی۔ جناب شوکت حسین صاحب فرماتے ہیں کہ ان کی اہلیہ نے جب یہ کھانا کھایا۔ تو وہ بالکل صحت یاب ہوگئیں ان کا سارا دکھ درد جاتا رہا۔

بس کھیل ختم ہو گیا

ڈاکٹر سلطان صاحب ۱۹۳۷ء میں عالم شباب میں تھے اسی عمر میں وہ حضرت کی نظر توجہ سے فیضیاب ہوئے تھے اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ "وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کرکٹ کھیلنے جا رہے تھے۔ راستہ میں پولیس تھانہ پڑتا تھا جہاں اس وقت حضرت کی تعیناتی تھی۔ حضرت نے انھیں دیکھ کر اپنے پاس بلایا۔ اور مسکرا کر بڑی شفقت سے فرمایا۔

"بیٹے تم کہاں جا رہے ہو — ؟"

انھوں نے کہا — "کھیلنے کے لئے" حضرت نے مسکراتے ہوئے فرمایا "۔ اب تمہارا کھیلنے کا وقت نہیں ہے" وہ فرماتے ہیں "میں نے نوعمری کی وجہ سے اس پر کوئی توجہ نہیں دی۔ مگر دوسرے ہی دن ان کی ٹیم ٹوٹ گئی۔ تب ان کو حضرت کے ارشاد مبارک کا خیال آیا وہ حیران رہ گئے۔ کہ جس طرح آپ نے فرمایا تھا وہی ہو کر رہا۔ اب ڈاکٹر صاحب حضرت کی خدمت میں عقیدت و خلوص سے حاضر ہونے لگے۔ اور آپ کے مخلص خادم بن گئے"۔

رپورٹ بک میں سے تحریر شدہ رپورٹ کا غائب ہو جانا

جناب شوکت حسین صاحب فرماتے ہیں کہ "ایک مرتبہ آگرہ میں حضرت کی ڈیوٹی رات کے وقت تھی۔ حضرت نماز میں مشغول تھے کہ آپ کا افسر جو نیا نیا تبدیل ہو کر آیا تھا گشت پر نکلا جب اس نے

حضرت کو ڈیوٹی پر موجود نہ پایا تو اسی وقت رپورٹ بک میں آپ کی غیر حاضری کو نوٹ کر دیا۔ یہ رپورٹ بڑے افسر کے سامنے پیش ہونے والی تھی۔ جب صبح اس نے رپورٹ بک میں اس شکایت کو ڈھونڈا تو وہ سخت حیران رہ گیا۔ وہاں اس کا تحریر کردہ نوٹ سرے سے غائب تھا۔

دُوسرے ہی دن ترقی

جناب شوکت حسین صاحب فرماتے ہیں۔ کہ "حضرت انھیں اپنے ساتھ لے کر گٹیا اعظم گئے جہاں ان کو پولیس کی ملازمت میں بھرتی کرانا تھا۔ جب آپ وہاں پہنچے تو وہاں کے افسر جناب افضل حسین صاحب جو ہیڈ ماسٹر بھی تھے حضرت کے پاس آئے اس وقت وہاں اور بھی لوگ حاضر تھے اور انھوں نے اسی وقت حضرت کے فرمانے پر بھرتی کر لیا۔ اس کے بعد حضرت سے انھوں نے اپنی ترقی کے لئے دعا کرنے کی درخواست کی۔ اس پر حضرت نے مسکرا کر فرمایا۔

"اچھا اب سے ہی ترقی چاہتے ہو"

جناب شوکت حسین صاحب فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ ۲ر فروری ۱۹۲۶ء کو پیش آیا اور دوسرے دن ۳ر فروری کو یکایک افضل حسین صاحب کو ان کی ترقی کا پیغام ملا۔ ان کو بڑے عہدہ پر تنخواہ میں اضافہ کے ساتھ متعین کر دیا گیا۔ اس واقعہ سے بہت سے لوگ واقف ہیں۔

موت کی پیشن گوئی

حضرت کے مرید جناب حاجی امیر الدین (بگرا پیڑی والے) ایک خطرناک درد میں مبتلا تھے ان کو پیٹ میں شدید درد ہوتا تھا جب کہیں شفا نہ ہوئی تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا سر آپ کے قدموں پر رکھ دیا۔ ڈاکٹر سلطان صاحب اس وقت موجود تھے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت نے مریض پر ایک گہری نظر ڈالی پھر فرمایا" استغفار پڑھ لیجئے جتنا پڑھ سکو اتنا پڑھ لو" یہ اشارا تھا کہ بس حاجی صاحب کا آخر وقت آگیا مگر وہ سمجھ نہ سکے۔ حضرت انھیں بار بار یہی فرماتے تھے۔ اور یہ بہت واضح اشارا تھا مگر وہ اس کو سمجھ نہ پائے تھے آخر چند ہی دنوں بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

آپریشن کے بغیر پیٹ سے مُردہ اور زندہ بچوں کو نکالنا

ڈاکٹر سلطان صاحب کراچی میں پیش آنے والا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی اہلیہ کے پیٹ میں دو بچے تھے جن میں سے ایک مر گیا تھا۔ مریضہ کو کراچی سول ہسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ ڈاکٹروں نے آپریشن کے ذریعہ زندہ اور مردہ دونوں بچوں کو نکالنے کی تجویز کی تھی۔ مگر مریضہ کی حالت بہت تشویشناک تھی اور آپریشن میں ان کی جان کا خطرہ تھا اور بغیر آپریشن مردہ بچے کا باہر آنا ناممکن تھا۔ آخر آپریشن کا وقت طے ہو گیا۔ اور مریضہ کے آپریشن کی ساری تیاریاں کر لی گئیں۔ بس ڈاکٹر آپریشن شروع کرنے ہی والے تھے کہ حضرت یکایک آپہنچے مگر اس وقت مریضہ کو آپریشن روم میں پہنچا دیا گیا تھا اور کمرہ اندر سے بند کر دیا گیا تھا آپ اس کمرہ کے دروازے کے پاس کھڑے ہو گئے۔ اس وقت آپ کی حالت بالکل بدلی ہوئی تھی آپ نے ایک نہایت پرہیبت نگاہ باہر سے ہی مریضہ کی طرف ڈالی اور فوراً ڈاکٹر سلطان صاحب کو بلا کر حکم دیا کہ:-

"جاؤ اندر جا کے دیکھو مریضہ کا کیا حال ہے۔؟"

جب ڈاکٹر صاحب نے اندر مریضہ کا حال معلوم کیا تو بس اسی وقت بغیر آپریشن کے دونوں بچے ایک زندہ اور ایک مردہ باہر آگئے تھے۔ اس بات پر سب لوگ جو وہاں موجود تھے حیران رہ گئے۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ "ان کی اہلیہ کی جان بہت خطرہ میں تھی مگر کچھ ہی دنوں بعد اللہ کے فضل سے وہ بالکل صحت یاب ہو گئیں۔

چھوٹے بچوں کے مستقبل کی پیش گوئی

ڈاکٹر سلطان صاحب فرماتے ہیں کہ ان کے چھوٹے بچے جن کی عمر دو یا تین سال کی تھی۔ حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے حضرت بچوں سے بہت محبت فرماتے تھے انھیں خوش کرنے کے لئے پیسے اور مٹھائی وغیرہ کھلے ہاتھ تقسیم فرماتے تھے۔ جب ڈاکٹر صاحب کے بچے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ انھیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور مسکرا کر فرمانے لگے۔

"ارے انھیں دوائیوں میں ڈال دو"

اس کا مطلب ڈاکٹر صاحب نہیں سمجھ سکے۔ مگر جب یہ بچے جوان ہوئے تو حضرت کے فرمانے کے مطابق یہ دوائیوں ہی میں پڑ گئے۔ آج کل وہ لالوکھیت کراچی میں ہولی فیملی میڈیکل اسٹور چلارہے ہیں۔

شفا کا نوالہ

جناب شوکت حسین صاحب فرماتے ہیں کہ ایک بار دکن حیدرآباد سے واپسی کے وقت ان کی طبیعت بہت خراب ہوگئی اور سخت بخار نے پکڑ لیا۔ اس وقت حضرت آگرہ میں تاج گنج میں رہتے تھے وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے پہلے ان کی طبیعت کا حال پوچھا اور کچھ دیر بعد کھانے پر انھیں اپنے ساتھ بٹھایا اس وقت کھانا خود حضرت نے اپنے ہاتھ سے پکایا تھا۔ کھانا کھاتے وقت حضرت نے ایک نوالہ ان کو خود اپنے ہاتھ سے کھلایا۔ شوکت حسین صاحب کہتے ہیں کہ " وہ نوالہ کھاتے ہی آن کی آن میں میری سب تکلیفیں جاتی رہیں اور بخار بھی اسی وقت ختم ہوگیا۔"

جبراً شفا حاصل کرنا

پاکستان بن جانے کے بعد ڈاکٹر سلطان صاحب کو پھر ایک بار اپنے وطن آگرہ جانے کا اتفاق ہوا۔ حضرت اس وقت وہیں مقیم تھے جب ڈاکٹر صاحب وہاں سے پاکستان واپس آنے کی تیاری میں تھے کہ انھیں بہت شدید بخار ہوگیا۔ اور چند ہی دنوں میں ان کا یہ حال ہوگیا کہ انھیں بستر سے اٹھنا بھی مشکل ہوگیا۔ وہ اس وقت بہت پریشان ہوگئے تھے جب حضرت کو ان کے اس حال کی خبر ہوئی۔ تو آپ عیادت کے لئے تشریف لائے۔ حضرت کو دیکھتے ہی سلطان صاحب کو امید بندھی کہ جو کام ڈاکٹروں حکیموں سے نہ ہوسکا وہ حضرت کے لئے ذرا بھی مشکل نہیں۔ حضرت انھیں تسلی دلاسہ دیتے رہے مگر وہ اس موقع کو ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے۔ نہایت عاجزی کے ساتھ التجا کرنے لگے کہ " حضور میں یہاں ایک دوست کے گھر مہمان ہوں اور مجھے بخار آئے کئی دن ہو گئے ہیں۔ میں بہت پریشان ہوں آپ بہرحال مجھ پر کرم فرمائیں۔"

اس پر حضرت نے انھیں پھر تسلی دی " گھبراؤ نہیں، اللہ مالک ہے "، مگر ڈاکٹر صاحب کو کہاں قرار؟ آہستہ آہستہ اُٹھ کر انھوں نے حضرت کی کمر مبارک کو پکڑ لیا اور گڑگڑا کر کہنے لگے۔

"حضور جب تک آپ مجھے بخار سے نجات نہیں دلائیں گے میں ہرگز آپ کی کمر کو نہیں چھوڑونگا۔"
تمام حاضرین ڈاکٹر صاحب کو ایسا کرتے ہوئے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ حضرت نے کچھ غصہ کا اظہار کیا تو ڈاکٹر صاحب نہایت عاجزی سے کہنے لگے "حضور یہاں میرا آپ کے سوا کوئی نہیں ہے اگر اس وقت آپ نے کرم نہ فرمایا تو میرا کیا حال ہوگا؟" اپنے خادم کی منت وسماجت پر آپ کا غصہ محبت میں بدل گیا اور دریائے رحمت جوش میں آگیا۔ آپ نے اسی وقت ایک ایسی نظر توجہ فرمائی کہ آن کی آن میں ڈاکٹر صاحب کو اس خطرناک مرض سے نجات مل گئی۔ بخار اترتے ہی انھوں نے حضرت کی کمر مبارک کو چھوڑ دیا اور ہنسنے لگے۔ انھیں ہنستا دیکھ کر سب کو ہنسی آگئی اور حضرت مسکراتے ہوئے تشریف لے گئے۔

ناخواندہ جاہل کو تعلیم کلام پاک

حضرت کے مریدوں میں جن کی تعداد ہزاروں ہے سب سے زیادہ ان پڑھ مرید مخدوم شیخ جی ہی تھے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت سے بیعت ہونے سے پہلے وہ غسل شرعی بھی نہیں جانتے تھے اگرچہ اس وقت ان کی عمر چالیس برس ہوچکی تھی اور وہ کئی بچوں کے باپ تھے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ وہ کہتے ہیں "ہم کو کلمہ شہادت بھی صحیح طور پر پڑھنا نہیں آتا تھا۔" بیعت ہونے کے بعد حضرت نے ان کو کلمہ شہادت اور پانچوں وقت کی نماز پڑھنا سکھا دیا۔ شیخ جی کا کہنا ہے کہ۔

انھیں کوئی بات مشکل ہی سے یاد رہتی تھی اور خبیث جناتوں نے ان کی صحت کو اور ان کے ذہن کو بالکل ماؤف کر دیا تھا مگر جب حضرت کے حلقہ ارادت میں شریک ہوگئے تو ان کی صحت جو بالکل خراب تھی پہلے سے زیادہ اچھی ہوگئی اور حضرت جو بھی فرماتے تھے وہ اسی وقت ان کے دل ودماغ میں محفوظ ہو جاتا تھا۔ چنانچہ وہ چھوٹی سورتیں وغیرہ سیکھ گئے جو نماز کے لئے ضروری ہیں تو حضرت نے انھیں کلام پاک سے بڑی سورتیں یاد کرنے کی ہدایت فرمائی۔ انھوں نے عرض کیا
"حضور میں تو دیکھ کر بھی کلام پاک نہیں پڑھ سکتا تو یاد کیسے کر سکتا ہوں۔"؟
حضرت نے فرمایا۔ "دیکھو شیخ جی جو میں کہا کروں مان لیا کرو اور کبھی انکار مت کرو اور میری کہی ہوئی بات پر قائم رہو۔" اس کے بعد آپ نے انھیں سورہ رحمٰن کی پہلی چند آیات پڑھ کر سنائیں

اور شیخ جی کو پڑھنے کا حکم دیا وہ فرماتے ہیں ۔" آپ کی نظر کرامت کا یہ حال تھا کہ جب ہم نے حضرت کے فرمانے پر زبان کو حرکت دی تو وہ اپنے آپ ویسا ہی پڑھنے لگی جس طرح پڑھنے کے لئے آپ نے فرمایا تھا چنانچہ روزانہ چند آیتیں حضرت پڑھاتے اور وہ اسی وقت ان کو صحیح صحیح یاد ہو جاتی تھیں۔ شیخ جی چند ہی دنوں میں سورہ الرحمٰن اور سورہ یٰسین جیسی بڑی بڑی سورتوں کے حافظ بن گئے ۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب بھی آپ لابنی لابنی آیتوں کا سبق دیتے تو میرا نفس گھبرا جاتا اور میں ڈرتا کہ بھلا اتنی بڑی آیتیں کیسے یاد ہوں گی مگر آپ میری کیفیت کو تاڑ جاتے اور جوش میں آکر فرماتے :۔

" ارے شیخ جی تو نے اپنے پیر کو کیا سمجھ رکھا ہے ؟ اگر میں چاہوں تو اسی وقت تمھیں سب کچھ سکھا دوں ۔"

کبھی کبھی آپ فرماتے کہ " ارے شیخ جی تو تو کیا اگر تیرے جیسے ایک سو جاہل بھی ہوں تو ان کو آن کی آن میں اولیاء اللہ بنا دوں " سبحان اللہ

ہم نے حضور کے مزار پرانوار پر شیخ جی کو سورہ الرحمٰن اور سورہ یٰسین وغیرہ لابنی لابنی سورتیں پڑھتے سنا ہے اور اب بھی وہ بفضل الٰہی حیات ہیں جن کا جی چاہے ان سے سن سکتا ہے ۔ جن پر حضرت جیسے ولیٔ کامل کی نظر عنایت پڑ جائے ان کا کیا کہنا ؎

کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں (اقبال)

خبیث جنات سے فوری نجات

مخدوم شیخ جی جو حضرت کے بڑے چاہنے والے اور پرانے مرید ہیں اپنی زندگی کا نہایت ہی حیرت انگیز واقعہ بیان کرتے ہیں۔

انھوں نے اپنے لئے ایک مکان کرایہ پر لیا ۔ اس میں ناپاک اور خبیث روحیں اور جنات آباد تھے جب آپ اس مکان میں رہنے کے لئے گئے تو یہ ظالم جنات آپ کے درپئے آزار ہو گئے ۔ جب وہ رات کو سوتے تھے تو یہ خبیث انھیں اٹھا کر کہاں سے کہاں لے جاتے تھے بعض

وقت توان کو محسوس ہوتا جیسے وہ جنات انھیں اٹھا کر آسمان پر لئے جارہے ہیں جب نہایت بلندی پر پہنچ جاتے تو وہاں سے انھیں چھوڑ دیتے اور ان کے منہ سے چیخیں نکل جاتیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

"اگر میں ان سے نجات پانے کے لئے تعویذ گنڈے لینے جاتا تو رات کو وہ میری بری طرح خبر لیتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر تم نے کسی پر بھی ہمارا راز ظاہر کیا تو ہم تمھیں ختم کر دیں گے۔"

غرض یہ بیچارے ان کے ہاتھوں سخت تنگ آگئے اور کسی کام کے نہ رہے۔ وہ دن رات ان کے پیچھے لگے رہتے تھے۔ جب وہ پیشاب پاخانے کے لئے جاتے تو یہ ظالم بڑی خوفناک صورتوں میں ان کے سامنے ظاہر ہوتے تھے۔ ان کو دیکھ کر وہ خوف سے چیخیں مارنے لگتے اور ہاتھ میں کمر بند سنبھالے گھر کی طرف بھاگ کھڑے ہوتے۔

ان بدروح جنوں کی ایذا رسانی اس حد تک بڑھی کہ شیخ جی زندگی سے بیزار ہوگئے اور ان کی حالت پاگلوں جیسی ہوگئی۔ اس حال میں وہ کسی کام کے لائق نہیں رہے۔ ان کی بیوی اور چھوٹے چھوٹے بچے سخت پریشان اور مصیبت زدہ ہوگئے۔ شیخ جی کے علاج کے لئے دور دور سے بڑے بڑے عاملوں اور علاج کرنے والوں کو بلایا گیا۔ مگر ان کے بھوت کسی کے قابو کے نہ تھے۔ سب کے سب ان کے علاج سے عاجز آگئے۔ عاملوں کو جنات نے دھمکیاں دیں کہ وہ ان کے معاملات میں دخل نہ دیں اور وہ ان سے خوف زدہ ہو کر واپس چلے گئے۔ اب تو ان کا یہ حال ہو گیا کہ کسی کو اپنے پاس آتا دیکھ کر پاگلوں کی طرح دور بھاگ جاتے اور دن رات یہ خبیث ان کے پیچھے لگے رہتے۔

وہ کہتے ہیں " ہم دن رات اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے تھے کہ اے اللہ اب تو ہی مجھے اپنے پاس بلالے یا ان خبیثوں سے مجھے نجات دے۔"

آخر کار ان کی دعا قبول ہوئی۔ رحمت باری جوش میں آئی اور شیخ جی کو ان خبیث جنات سے نجات دلانے کا ذریعہ نکل آیا۔ اور انھیں اپنے محبوب بندہ سے وابستہ کر دیا جس نے ان کی دنیا ہی بدل دی۔ یہی نہیں بلکہ انھیں دیدار سرکار دو عالم ﷺ سے مالا مال کر دیا۔

شیخ جی کہتے ہیں کہ ان کے اس حال کی خبر ایک تانگہ والے کو ہوئی جس کی لڑکی کو بھی جنات نے پکڑ لیا تھا۔ ہر طرح کا علاج ٹونہ ٹوٹکا کرانے کے بعد بھی کوئی فائدہ نہ ہوا تھا آخر وہ

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں پہنچا اور آپ نے اسی وقت اس کی لڑکی کو جنات سے نجات دلادی۔ جب اس کو شیخ جی کا حال معلوم ہوا تو وہ ان کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے آیا مگر وہ اس کی بات سُن کر بھاگنے لگے۔ آخر پڑوسیوں نے ان کو پکڑ کر اس تانگے والے کے حوالے کردیا۔ وہ انھیں لے کر اس مسجد میں گیا جو ٹیلے والی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ وہاں جب حاضر ہوئے تو حضرت مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے تانگہ والے نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شیخ جی کی درد بھری روداد سُنائی اس وقت شیخ جی مسجد کے باہر ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ نماز کے بعد حضرت باہر تشریف لائے شیخ جی نے آپ کو دیکھا مگر اسی طرح بیٹھے رہے۔ حضرت نے آتے ہی ان پر ایک نگاہ ڈالی اور فرمایا "ارے اس جنگی کو کہاں سے پکڑ لائے اسے نہ تو نماز کا ہوش ہے نہ کسی ادب آداب کا" مگر شیخ جی اسی طرح بیٹھے رہے اور کہنے لگے۔

"چالیس برس ہونے کو آئے مگر جنابت غسل کیسے ہوتا ہے میں جانتا نہیں اوپر سے تم نماز کا حکم کرتے ہو —؟"

یہ سُن حضرت نے تانگے والے مرید سے فرمایا — "اس جنگی کو تو اچھی طرح ٹھیک کرنا ہوگا۔ اسے میرے ساتھ لے آؤ" اس وقت حضرت پولیس کی ملازمت میں تھے اور پولیس کی وردی پہنے ہوئے تھے۔ آپ کی بات سُن کر شیخ جی ڈر گئے اور بھاگنے کی فکر کرنے لگے مگر آپ نے ان کو گھور کر دیکھا تو وہ جان گئے کہ حضرت ان کے اس خیال سے واقف ہوگئے ہیں اس لئے چپ چاپ ساتھ ہولئے۔ جب حضرت اپنی قیام گاہ پر پہنچے تو حضرت نے ان کو اندر بلانے کے بعد دروازہ بند کرلیا۔ شیخ جی بہت گھبرانے لگے اور جب حضرت نے انھیں دھمکا کر پوچھا۔

"بولو جلدی جواب دو وہ کیا بات ہے ؟"

تو شیخ جی بہت خوفزدہ ہوگئے۔ ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے۔ "حضور مجھے معاف کر دیجئے اب مجھ میں ان کی تکلیف برداشت کرنے کی تاب نہیں رہی اور اب وہ مجھے مار ڈالیں گے۔" حضرت نے انھیں اور دھمکایا اور فرمایا۔ "ارے نادان زندگی اور موت

تو اللہ کے ہاتھ ہے۔ تو مت ڈر اب تیری نجات کا وقت آ گیا۔ ہاں اگر تو میرے پاس نہ آتا تو وہ تجھے تین دن بعد ختم کر دیتے۔"

اس کے بعد حضرت نے پانی کا گلاس لے کر اس میں سے تھوڑا سا پانی پیا اور باقی جھوٹا پانی شیخ جی کو پلا دیا۔ (واضح رہے آپ کا یہ طریقہ مرید بنانے کا تھا) شیخ جی نے جب یہ پانی جو ان کے لئے جام صحت تھا پیا تو بس اسی وقت ان کو ان خبیث جنات سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نجات مل گئی اتنا ہی نہیں بلکہ شیخ جی کی زندگی ہی بدل گئی اور ان کے بیوی بچوں کی قسمت بھی چمک گئی کچھ ہی عرصہ بعد حضرت نے شیخ جی کو اپنی ذات اقدس سے فیضیاب کر کے پانچ وقت کا نمازی بنا دیا اور وہ آپ کے نہایت مخلص اور جاں نثار مرید و خادم بن گئے۔ شیخ جی کے ان دردناک حالات سے حضرت کے کئی مرید بخوبی واقف ہیں۔

دوسری عالمگیر جنگ میں مرید کی مدد کرنا

جناب شوکت حسین صاحب فرماتے ہیں کہ ان کی موجودگی میں حضرت کے ایک مرید احمد یار خاں جو بڑے متقی اور پرہیز گار تھے حاضر ہوئے۔ اپنے احوال و کوائف بیان کرتے ہوئے حضرت سے اپنا ایک واقعہ بیان کیا کہ

"حضور ہم برطانیہ کی بحری فوج میں شامل تھے۔ ہمارا جنگی بیڑہ آٹھ جہازوں پر مشتمل تھا۔ دوسری عالمی جنگ بڑے زور شور سے جاری تھی اور ہم کو سمندر کے ایک بہت خطرناک بحری راستے کو طے کرنا تھا۔ بحری کمانڈر کی طرف سے خطرے کا اعلان کر دیا گیا تھا اور سب کی زندگی خطرہ میں تھی مگر میں قطعاً ناامید نہیں ہوا اور میں ہر طرف سے بے فکر ہو کر زندگی اور موت کی اس کشمکش کے ہولناک موقع پر حضرت کو یاد کیا اور مدد طلب کی۔ چنانچہ تھوڑی ہی دیر میں خطرے کے بادل ہٹ گئے اور ہمارا بیڑا صحیح سلامت مقررہ مقام پر پہنچ گیا۔"

جناب شوکت حسین صاحب فرماتے ہیں" کہ یہ سن کر حضرت مسکرائے اور فرمایا۔

" ہاں یہ ٹھیک ہے مگر ان باتوں کو ظاہر نہیں کرنا چاہیے۔"

ایک جگہ غائب ہو کر دوسری جگہ حاضر ہونا

جناب شوکت حسین صاحب فرماتے ہیں "آگرہ میں حسین صاحب کانسٹبل تھے انہوں نے گائے خریدی تھی اور اس خوشی میں دودھ اور برفی لے کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضرت کی عادت تھی کہ آپ عموماً ہدیئے تحفے لینا پسند نہیں فرماتے تھے۔ اکل حلال کا اس درجہ اہتمام کرتے تھے کہ لوگوں کی لائی ہوئی چیزوں کے بارے میں آپ کو بڑا تردد رہتا تھا۔ حسب عادت آپ نے ان کا ہدیہ یہ بھی لوٹا دیا۔ شوکت حسین صاحب فرماتے ہیں کہ" کانسٹبل صاحب میرے پاس آئے اور مجھ سے اصرار کیا کہ میں حضرت کو ان کا تحفہ قبول کرنے کے لئے آمادہ کروں۔ میں اُن کی بات ٹال نہ سکا اور ہم دونوں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم نے دور سے دیکھا کہ آپ پر کیفیت (حالت خوف) طاری ہے اور آپ دیوار کا سہارا لے کر آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ ہم دونوں نے دیکھا کہ حضرت نے ہم کو دور سے ہی دیکھ کر پہچان لیا اور بس اسی وقت آپ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ نہ ہمارے سامنے سے گذرے نہ مسجد سے نکلے۔ بس یکایک غائب ہو گئے۔ ہم دونوں سخت حیران کھڑے دیکھتے رہے۔ یقین ہی نہیں آتا تھا کہ آپ ابھی یہاں تھے ابھی کہاں چلے گئے۔ اپنی آنکھوں کو مل مل کر دیکھتے رہے، مگر وہاں آپ ہوتے تو نظر آتے۔ آخرکار ہم حیران پریشان آپ کو اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے حضرت کے گھر پہنچے اور ہماری حیرت اور زیادہ بڑھ گئی جب ہم نے وہاں آپ کو نماز میں مشغول پایا۔

ملازمت تلاش کرنے کا عجیب نسخہ

ڈاکٹر سلطان صاحب فرماتے ہیں کہ اُن کے بھائی سلیم صاحب نے جب میٹرک پاس کر لی تو ملازمت تلاش کرنے لگے۔ ڈاکٹر صاحب نے اُن کی ملازمت کے لئے حضرت سے دعا کرانی چاہی آپ نے انہیں تفریح کرانے کے لئے کہا۔ آپ کی یہ بات ان کے سمجھ میں نہ آئی کہ بھائی کے لئے گذارش تو ملازمت کی کی اور جواب میں آپ تفریح کرانے کا حکم دے رہے ہیں۔ آپ کے اس ارشاد پر وہ بہت حیران ہوئے وہ فرماتے ہیں کچھ دن بعد ہم نے آپ سے پھر یہی گذارش کی۔ اس پر آپ نے وہی جواب دیا کہ" انہیں تفریح کرانے لے جاؤ"۔ اب مجھ سے رہا نہ گیا اور حضرت سے ہنستے ہوئے کہا" حضور ہم تو ملازمت کے لئے سوال کر رہے ہیں اور آپ ہم کو تفریح پر لے جانے کی ہدایت فرما رہے ہیں؟ اس پر حضرت مسکرا دیئے اور

باتوں باتوں میں پھر وہی بات کہی کہ "ان کو تفریح کے لیئے لے جاؤ" آپ کی بات پر بڑا تعجب ہوا تاہم تعمیل حکم میں ایک دن ہم اپنے بھائی کو ساتھ لے کر تفریح کے لیئے ہی نکل گئے۔ جب ہم آگرہ کی جامع مسجد کے پاس پہنچے تو جناب عبدالباری صاحب اینمل وٹینری ہاسپٹل کے ہیڈ ماسٹر مل گئے۔ ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ "ہمیں ایک تعلیم یافتہ شخص کی ضرورت ہے"۔ ڈاکٹر صاحب نے اسی وقت اپنے بھائی کا اُن سے تعارف کرایا اور انہوں نے سلیم صاحب کو ملازمت میں لینے کا وعدہ کر لیا اور اسی دن شام کو چار بجے تک انہیں ملازمت کا پروانہ مل گیا۔ حضرت کا ارشاد ڈاکٹر صاحب کی سمجھ میں نہیں آیا تھا اور وہ اس پر حیران تھے مگر جب انہوں پیر و مرشد کے حکم کی تعمیل کی تو ان کا مقصد پورا ہو گیا۔

فوری طور پر درد سے نجات دلانا

ڈاکٹر سلطان صاحب فرماتے ہیں کہ اُن کے پھیپھڑے میں سخت تکلیف ہو گئی۔ علاج سے کوئی فائدہ نہ ہوا، یہاں تک کہ پھیپھڑے میں خرابی پیدا ہو گئی اور اس میں پانی بھر گیا۔ آخر وہ حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور جب اجازت لے کر جانا چاہا تو درد اور تکلیف سے بے اختیار منہ سے آہ نکل گئی۔ حضرت نے اُن سے خود ہی پوچھا "تمہیں کیا تکلیف ہے؟" جب انہوں نے سارا حال بیان کیا تو آپ نے کچھ ایسا اظہار کیا جیسے یہ کوئی بات ہی نہ ہو۔ حالانکہ ان کو بہت تکلیف تھی۔ حضرت نے درد کی جگہ اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے پھر فرمایا "ارے کچھ بھی نہیں بس تم جاؤ"۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ "بس اسی وقت سے سارا درد جاتا رہا اور چند ہی دن میں بالکل صحت یاب ہو گیا۔

موت کی پیشن گوئی

ڈاکٹر سلطان صاحب فرماتے ہیں کہ ان کی اہلیہ کی طبیعت بہت خراب ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ وہ بیہوش ہو گئیں جب حضرت کو اطلاع ملی تو آپ تشریف لے آئے اور مریضہ کے اوپر ایک نظر ڈالی اور اپنے کان اس کے ہونٹوں کے پاس لے گئے اور فوراً ہی جوش میں آ کر فرمانے لگے، بس! سنت ختم رحم کی دعا کرو"۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں" بس اسی رات ایک بجے ان کی اہلیہ کا انتقال

ہوگیا۔ جب وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر ان کے انتقال کی خبر سنائی تو حضرت نے "اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون" پڑھنے کے بعد فرمایا "علاج کرانا سنت ہے لیکن ٹوٹے کو جوڑنا تو اللہ ہی کا کام ہے چونکہ ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ کا وقت ختم ہوچکا تھا اس لئے آپ نے فرمایا تھا کہ "سنت ختم" یعنے علاج کرانا بے سود ہے۔ اس لئے آپ نے دعائے رحم کی ہدایت فرمائی تھی کیونکہ ان کا بچنا محال تھا۔ اس طرح آپ نے قبل از وقت ان کی موت کی پیشین گوئی فرمائی تھی۔

گم شدہ کاغذات کا خود بخود مل جانا

ڈاکٹر سلطان صاحب فرماتے ہیں کہ منعم صاحب نامی ایک صاحب بلدیہ کراچی میں ملازم تھے وہ اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ اپنے دفتر کے کاغذات رکشہ میں بھول گئے۔ جب رکشہ چلاگیا تو انہیں کاغذات یاد آئے، وہ سخت پریشان ہوئے کراچی جیسے بڑے شہر میں اس رکشہ کو ڈھونڈنا کہاں ممکن تھا؟ کاغذات ایسے اہم تھے کہ نہ ملتے تو اُن کی نوکری جانے کا خطرہ تھا۔ جب کچھ نہ کر پائے تو وہ اپنی قسمت آزمانے کے لئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت غم زدہ لہجہ میں اپنی یہ افتاد بیان کی ان کا حال دیکھ کر حضرت کا دریائے رحمت جوش میں آگیا۔ انہیں تسلی دی اور فرمایا "جاؤ گھر پر جاؤ" اس بات پر منعم صاحب کو اطمینان نہ ہوا۔ تاہم وہ اپنے گھر چلے گئے۔ وہاں پہنچے تو دیکھا رکشا والا خود ہی تمام کاغذات لے کر گھر پر موجود ہے۔ یہ دیکھ کر اُن کی حیرت کی انتہا نہیں رہی۔

خونی پیچش کا مٹھائی سے علاج

ڈاکٹر سلطان صاحب فرماتے ہیں کہ ایک بار انہیں دست ہونے کی شکایت ہوگئی۔ مرض تیزی سے بڑھ گیا، اور دست اتنے ہونے لگے کہ وہ سخت کمزور ہو گئے اور بستر سے بیت الخلا تک جانا محال ہوگیا۔ یہ دست پاخانے خونی پیچش میں تبدیل ہو گئے۔ اس کا بہت علاج کرایا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا اور وہ اس قاتل موذی مرض سے عاجز آ گئے۔ جب کسی طرح صحت نہیں ہوئی تو جیسے تیسے کرکے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا حال بیان کیا اور گڑگڑا کر عرض کیا "حضور چاہے

کچھ ہو اب مجھ میں اس درد کی برداشت نہیں ہے۔ آپ میرے حال پر کرم فرمائیں حضرت نے انہیں تسلّی دی مگر ڈاکٹر صاحب نے اصرار کیا "حضور مجھے تو اس وقت شفا چاہئیے" اُن کی بات سُن کر حضرت مسکرا دیئے اور شہزادے میاں کو بلا کر حکم فرمایا: "گھر میں جو کچھ بھی ہے لے آؤ" شہزادے میں بیسن کے آٹھ عدد لڈّو لے آئے۔ حضرت نے وہ لڈّو ڈاکٹر صاحب کے سامنے رکھ دیئے اور فرمایا "لو انہیں کھاؤ"۔ لڈّو خونی پیچش کے لئے بہت نقصان دہ ہیں مگر ڈاکٹر صاحب جانتے تھے کہ حضرت ولی کامل ہیں کسی بہانہ بھی شفا دلا سکتے ہیں۔ اس لئے نہایت اطمینان سے بسم اللہ کہہ کر لڈّو کھانے شروع کر دیئے۔ کئی دن کے پرہیز کی وجہ سے بھوکے تھے اب خوب مزے سے یکے بعد دیگرے آٹھوں لڈّو کھا گئے اور اوپر سے حضرت کا دیا ہوا جھوٹا پانی پیٹ بھر کر پی لیا۔ ڈاکٹر صاحب کا بیان ہے اسی وقت ان کی تکلیف اور درد جاتا رہا مگر جسم میں نقاہت و کمزوری رہ گئی۔ چنانچہ دوسرے دن پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے طبیعت کا حال پوچھا تو انہوں نے کہا "حضور اب بھی ذرا کمزوری باقی ہے"۔ یہ سن کر حضرت مسکرائے اور شہزادے میاں کو بلا کر فرمایا "گھر میں جو کچھ بھی ہو لے آؤ"۔ گھر میں اس وقت کچھ بھی نہیں تھا۔ اس لئے حضرت نے جلیبی منگا کر ڈاکٹر صاحب کے سامنے رکھی اور انہوں نے خوش خوش جلیبیاں کھا کر بھوک کی کسر پوری کر لی اور اس کے بعد بالکل ٹھیک ہو گئے۔ وہ کہتے ہیں اس کے بعد سے اب تک کئی برس ہو چکے کبھی بھی انہیں پیچش کی شکایت نہیں ہوئی۔

فرمائشی بخار اور اس کا علاج

ڈاکٹر سلطان صاحب فرماتے ہیں کہ ایک بار وہ حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ اس وقت گفتگو کا یہ موضوع تھا کہ "اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں پر بیماری اور بلا نازل کرتا ہے"۔ حضرت نے فرمایا۔ "اگر کوئی مسلمان چالیس دن کسی بیماری، تکلیف یا بلا میں مبتلا نہ ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی نہیں"۔ ڈاکٹر صاحب یہ سُن کر حیران رہ گئے اور کہنے لگے "حضور میں تو کئی برسوں سے بالکل صحت یاب ہوں"۔ یہ سُن کر حضرت خاموش رہ گئے۔ ڈاکٹر صاحب کی سمجھ میں اس وقت کچھ نہ آیا، مگر جب وہ حضرت سے رخصت ہو کر اپنے گھر پہنچے تو بڑی شدت کا بخار ہو گیا اور تین چار دن میں کئی برسوں کی کسر نکل گئی۔ ڈاکٹر صاحب جان گئے انہیں یہ بخار کیوں ہوا ہے؟ مگر ان میں اتنی

طاقت نہیں تھی کہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ سے شفا کے لئے عرض کرتے۔ جب تین چار دن گذر گئے اور وہ حضرت کی خدمت میں حاضر نہ ہوئے تو حضرت خود اُن کے گھر تشریف لے گئے۔ اس وقت ڈاکٹر صاحب کی حالت بہت خراب تھی۔ اُن کی یہ حالت دیکھ کر آپ مسکرا دیئے اور خیریت پوچھی، ڈاکٹر صاحب نے حضرت کو دیکھتے ہی ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتے ہوئے عرض کیا "اللہ تعالیٰ راضی ہوں یا نہ ہوں، خدارا آپ مجھے اس بخار سے اسی وقت نجات دلا دیں میں تو کہیں کا نہ رہا۔" ان کی بات سُن کر حضرت مسکرائے اور تسلی دیتے ہوئے فرمایا "اچھا اب تم مت گھبراؤ۔ اللہ تعالیٰ فضل کرے گا۔" ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں، بس اس کے کچھ ہی دیر بعد بخار جاتا رہا۔

علمِ جفر کے بُرے اثرات کو اُسی وقت دفع کرنا

ڈاکٹر سلطان صاحب کا دواخانہ رتن تلاؤ کراچی میں ہے۔ ایک دن اُن کی ملاقات ممتاز شاہ نامی ایک شخص سے ہوئی جو فقیری لباس میں تھا۔ اس کی خواہش پر ڈاکٹر صاحب نے اپنے دواخانہ کے پاس رات کو ٹھہرنے کی اجازت دے دی اور اس کے کھانے پینے کا بھی کچھ بندوبست کر دیا۔ ایک بار ڈاکٹر صاحب نے دیکھا کہ وہاں رہنے والا ایک شخص جس کا نام محمد عمر تھا ممتاز صاحب کو شراب کی بوتل دے رہا ہے یہ ڈاکٹر صاحب برداشت نہ کر سکے اور ممتاز صاحب سے سختی سے کہا کہ وہ وہاں سے چلے جائیں۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ چند ہی دن میں وہ چلے جائیں گے۔ وہ چند دن میں چلے تو گئے مگر ڈاکٹر صاحب کو اُن کے احسان کا بدلہ بھی خوب دے گئے۔ اُن کے جانے کے بعد ڈاکٹر صاحب کی حالت خراب ہونے لگی اور خوف و گھبراہٹ کے دل پر دورے پڑنے لگے۔ یہ دورہ اس قدر بڑھ گیا کہ انہیں اپنا کام کرنا محال ہوگیا۔ آخر کار وہ حضرت کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور سارا حال بیان کیا حضرت نے پہلے کچھ دیر تک سکوت اختیار فرمایا اس کے بعد فرمایا "جاؤ اپنے دواخانہ کی صفائی کرا دو اور رنگ چونا کراؤ" ڈاکٹر صاحب حیران رہ گئے اور کہنے لگے کہ "گھبراہٹ تو دل میں ہوتی ہے اور آپ مجھے دواخانہ کو رنگ چونا کرانے کا حکم دے رہے ہیں" حضرت خاموش رہے تو کچھ دیر بعد ڈاکٹر صاحب نے پھر اپنا مدعا پیش کیا اس پر حضرت نے وہی ہدایت فرمائی۔ ڈاکٹر صاحب مطمئن تو نہیں ہوئے مگر تعمیلِ حکم کا ارادہ کر لیا اور رنگ چونے والے کو بلا کر کام شروع کرا دیا۔ جب

وہ اپنا کام کرتے کرتے دروازے کے پاس پہنچا تو دیوار میں ایک جگہ سے ایک تعویذ برآمد ہوا اس نے وہ تعویذ ڈاکٹر صاحب کو دے دیا۔ وہ اُسے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ انہوں نے اُسے کھول کر دیکھا تو اس پر ان کا نام علم جعفر کے حساب سے لکھا ہوا تھا اور اس میں سوئیاں لگی ہوئی تھیں اب ڈاکٹر صاحب کو پتہ چلا کہ حضرت نے صفائی اور سفیدی کرانے کا جو حکم دیا تھا اس کی وجہ کیا تھی؟

ڈاکٹر صاحب وہ تعویذ لے کر حضرت کی خدمت میں آئے اور ساری تفصیل بتائی۔ حضرت نے وہ تعویذ ہاتھ میں لے کر اس پر ایک تیز نگاہ ڈالی اور فرمایا "کچھ نہیں کچھ نہیں"۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ بس آپ کا یہ فرمانا تھا کہ اُن کے دل پر جو گھبراہٹ اور اضطراب طاری تھا اُسی وقت جاتا رہا اور وہ بالکل ٹھیک ہو گئے۔

بھوک اور پیاس کا روحانی علاج

مخدوم شیخ جی فرماتے ہیں کہ حضرت کا انہیں حکم تھا کہ وہ روزانہ ایک وقت کا کھانا حضرت کے ساتھ بیٹھ کر کھائیں یہ اس لئے تھا کہ شیخ جی بہت غریب آدمی تھے اور ان کی آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ شیخ فرماتے ہیں کہ "میں روزانہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ کے ساتھ ہی کھانا کھاتا تھا اور آپ بہت خوش ہوتے تھے پھر ایسا اتفاق ہوا کہ میں چند دن آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا اور اس درمیان میں کھانے کا انتظام نہ ہونے کے سبب دو دن فاقے میں گذر گئے جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو پہلے تو آپ میرے نہ آنے پر ناراض ہوئے پھر حضرت گھر میں تشریف لے گئے اور دو روٹیاں اور نمک مرچ کی چٹنی لاکر میرے سامنے رکھدی کیونکہ اس وقت گھر میں کچھ نہ تھا اور بسم اللہ کہہ کر مجھے کھانے کا حکم دیا۔ میں نے دل میں سوچا "اتنے سے میرا کیا پیٹ بھرے گا" میرا یہ خیال آپ سے چھپ نہ سکا آپ نے پھر بسم اللہ کہہ کر مجھے کھانے کا حکم دیا میں نے حکم کی تعمیل میں کھانا شروع کر دیا مگر مجھے رہ رہ کر یہی خیال ہو رہا تھا کہ "ان دو روٹیوں سے میرا کیا بنے گا؟" مگر جب میں نے کھانا شروع کیا تو ایک ہی روٹی کھایا تھا کہ میرا پیٹ جو دو دنوں سے خالی تھا بھر گیا۔ میں حیران رہ گیا اور حضرت بہت مسکرا کر بار بار فرما رہے تھے "ارے شیخ جی اور کھاؤ" میں اور کوشش کر کے کھانے لگا مگر آدھی روٹی سے زیادہ نہ کھا سکا جب ایک بھی نوالہ لینے کی گنجائش نہ رہی تب آپ نے مسکرا کر فرمایا "شیخ جی یہ فقر کی روٹی ہے تم نے کیا سمجھا تھا؟" شیخ جی نے فرماتے ہیں۔" میں نے اپنی غلطی کی معافی چاہی۔" ان کا

کہنا ہے کہ "ایسا کئی مرتبہ ہوا کہ حضرت کے چند ہی لقموں سے میرا پیٹ بھر گیا۔"

ایک اور واقعہ شیخ جی بیان کرتے ہیں کہ "میں نے ایک دن نفل روزہ رکھا ہوا تھا جب دوپہر کا وقت ہوا تو مجھے بہت زیادہ بھوک لگی میں یہ سوچ کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ سے اجازت لے کر روزہ توڑ دوں گا مگر جب حاضر خدمت ہو کر روزہ افطار کر لینے کی اجازت چاہی تو آپ ہنسنے لگے اور فرمایا "شیخ جی تمہیں کیا ہوا؟ یہاں بیٹھ جاؤ" بھوک پیاس کی شدت سے ایک منٹ بھی توقف کرنے کی مجھ میں طاقت نہ تھی مگر آپ کے حکم کی تکمیل میں زمین پر بیٹھ گیا بس چند ہی لمحوں بعد حضرت کی توجہ سے میری بھوک پیاس سب اڑ گئی اور پھر میں نے مسلسل پانچ دن بغیر کچھ کھائے پیئے گذار دیئے اور پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا "کہو شیخ جی تمہاری بھوک کا کیا حال ہے؟" میں نے عرض کیا۔ "حضور پانچ دن اور پانچ راتیں گزر گئیں مگر بھوک کا ذرا بھی احساس نہیں ہے"۔ اس پر آپ نے فرمایا: تم بال بچے دار ہو تمہیں ایسا نہ کرنا چاہئے" یہ کہہ کر آپ نے مجھے اسی وقت کھانا کھلایا اور میری حالت ویسی ہی ہو گئی جیسے کہ پہلے تھی۔

شیخ جی اسی طرح کے اور بھی واقعات بیان کرتے ہیں مگر طوالت کے خوف سے ہم اسی پر اکتفا کر رہے ہیں۔

حضرت کی روحانی آنکھوں کا کمال

وہ نفوس قدسیہ جن کے آنکھ کان زبان اور ہاتھ پاؤں کو اللہ تعالیٰ اپنے سے نسبت دیتے ہوں ان کے مرتبہ و کمال کا کیا کہنا ان کے فیض سے تو وہی واقف ہو سکتا ہے جو ان کے فیض سے بہرہ مند ہوا ہو یا اس مرتبہ کمال پر پہنچا ہو۔

شیخ جی حضرت کی بصیرت روحانی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت کی خدمت میں ہدیہ دینے کے ارادے سے کراچی کی صدر مارکیٹ سے صبح پانچ بجے ایک بڑی مچھلی خریدی اور اسے لے کر حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے انہیں دیکھتے ہی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا "کیا لائے ہو؟" شیخ جی نے وہ مچھلی آپ کی خدمت میں پیش کر دی۔ مچھلی پر نظر پڑی تو آپ جوش میں آ گئے اور فرمایا "شیخ جی ہم نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟ اور تم ہم سے یہ کس بات کا انتقام لے رہے ہو؟

شیخ جی یہ سنکر سناٹے میں آگئے اور سمجھ نہ سکے کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں اور آپ یہ کیا فرما رہے ہیں ؟ اور اس ہدیہ کو قبول کرنے کے لئے منت سماجت کرنے لگے۔ حضرت نے ذرا برہمی سے فرمایا۔ "تم فوراً اسے یہاں سے لے جاؤ۔ پیر کا کام ہے حکم کرنا مرید کا کام ہے حکم ماننا" وہ کہتے ہیں مجبوراً میں مچھلی اٹھالایا اور گھر پہنچ کر بیوی سے کہا کہ اسے کاٹو جب بیوی نے مچھلی کا پیٹ چاک کیا تو اس میں سے ایک جھلی دار گولہ نکلا اور جب اسے چاک کیا تو اس میں سے ایک سانپ نکل آیا جیسے دیکھ کر شیخ جی کی بیوی نے شور مچادیا ان کی آواز سن کر شیخ جی کے پڑوسی بھاگے ہوئے آئے اور اس بلیے سانپ کو لاٹھیوں سے مار دیا۔ اب شیخ جی کی سمجھ میں آیا کہ مچھلی کے پیٹ کے بھید سے وہ تو واقف نہیں تھے مگر حضرت کو اس کا پورا علم تھا اور وہ سانپ مچھلی کے پیٹ میں بھی آپ کی نگاہوں سے چھپ نہ سکا۔ وہ فرماتے ہیں "بس میں اسی وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، مجھے دیکھتے ہی آپ مسکرا دیئے اور فرمانے لگے" کہو شیخ جی مچھلی کیسی تھی ؟ - وہ فرماتے ہیں ہم نے اپنا سر آپ کے قدموں پر رکھ دیا اور اپنی خطا کی معافی چاہتے رہے۔

حضرت کے زہد و تقویٰ کا کمال

مخدوم شیخ جی حضرت کی ایک عجیب کرامت بیان کرتے ہیں کہ ایک بار ایک صاحب نے انہیں کچھ پیسے دیئے انہوں نے ان پیسوں سے پھولوں کے ہار خریدے اور حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور قدم بوسی کر کے آپ پھولوں کے ہار پہنانے لگے مگر حضرت نے انہیں روک دیا اور فرمایا "مٹکا تو نیا ہے مگر اس میں بدبو کیسی" ؟ - شیخ جی اس کا مطلب نہ سمجھ سکے اور عرض کیا "حضور کیا بات ہے ؟" اس پر حضرت نے صاف صاف فرمایا "تم جن پیسوں سے یہ پھول خرید لائے ہو وہ زکواۃ کے پیسے ہیں ہمیں یہ پھول نہیں چاہیئے انہیں فوراً یہاں سے لے جاؤ یا پھینک دو"۔ شیخ جی نے اس گستاخی کی معافی مانگی اور اسی وقت ان صاحب کے پاس آئے جنھوں نے یہ پیسے دیئے تھے وہ جونا مارکیٹ میں شکر پارے فروخت کرنے والے ابراہیم صاحب تھے شیخ جی نے ان سے ان پیسوں کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا۔ ہم نے تمہیں یہ پیسے زکواۃ کی رقم میں سے دیئے تھے" شیخ جی کہتے ہیں مجھے یقین آگیا کہ آپ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔

رہبر کامل حضرت کامل شاہ رحمتہ اللہ علیہ

مخدوم شیخ جی فرماتے ہیں کہ جب بھی موقع ملتا ہم حضرت سے اصرار کرتے کہ "ہمیں کوئی وظیفہ سکھا دیجئے"۔ مگر حضرت اکثر جواب میں یہی فرماتے کہ "شیخ تمہارا دل بہت کمزور ہے تم اس بار کو نہیں اٹھا سکتے ورنہ میں کب کا تمہیں ولی اللہ بنا دیتا بس تمہارے لئے پانچ وقت کی باجماعت نمازیں ادا کر لینا ہی سب سے بڑا "وظیفہ" ہے"۔ اس کے باوجود موقع بہ موقع ہم حضرت سے وظیفہ بتانے کے لئے کہتے رہتے۔ آپ کا دل اللہ نے رحمت اور نرمی سے بھر دیا تھا اس لئے ایک دن حضرت نے ہماری بات منظور کر لی اور استغفار کا وظیفہ پڑھنا سکھا دیا اور فرمایا کہ نہا دھو کر صاف کپڑے پہن کر یہ وظیفہ پڑھنا۔ اور اور خاص طور پر تاکید فرمائی کہ اس وقت اپنی جگہ سے ہرگز نہ ہٹنا۔ یہ بھی بتا دیا کہ "شیطان تمہیں تمہاری جگہ سے ہٹنے کے لئے بہت زور لگائے گا اس لئے اس سے خبردار رہنا"۔

شیخ جی فرماتے ہیں کہ "میں اپنے گھر چلا گیا۔ (وہ اس وقت کراچی میں بمقام حاجی کیمپ گندے نالہ پر ایک جھگی میں رہتے تھے) دوسرے دن صبح نہا دھو کر ۸ بجے کپڑے بدلے اور وظیفہ پڑھنے کے لئے مصلیٰ بچھا کر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر ہوئی تھی کہ شیطان مردود نے آکر زور لگانا شروع کر دیا اور میرا دماغ بہکنے لگا اور میں وظیفہ پڑھنے کے بجائے اس مردود کے فریب میں پھنس گیا اور مجھ پر کچھ ایسا خوف و ہراس طاری ہوا کہ گھر سے باہر نکل گیا اور اسی حالت میں بھاگتے بھاگتے صدر ایمپریس مارکٹ پہنچ گیا مگر اس مردود نے وہاں بھی پیچھا نہیں چھوڑا اور میرے پیچھے ہی لگا رہا یہاں تک کہ میں اپنے دل و دماغ کا توازن کھو بیٹھا۔ اور وہاں سے بس میں بیٹھ کر کیماڑی کی طرف چل دیا میری دیدر ٹاور پر اتر کر نیٹی جیٹی کی طرف دوڑتا ہوا چلا گیا۔ دوپہر کا وقت ہو چکا تھا اور سورج کی حدت و تپش سے راستہ اس قدر گرم تھا کہ زمین پر پیر رکھنا مشکل ہو رہا تھا مگر میں اسی طرح دوڑتا ہوا دریا کی طرف ڈوب مرنے کے لئے جا رہا تھا اور مجھے اپنا ہوش بھی نہ تھا"۔ فرماتے ہیں کہ دریا چند ہی قدم دور تھا اور میری نظریں پانی پر جمی ہوئی تھیں میں تیر کی طرح اس طرف دوڑا جا رہا تھا کہ اچانک میرے کانوں میں حضرت کی نہایت ہیبت ناک آواز آئی۔

"شیخ جی! رُک جاؤ"

میں چند لمحے رُک گیا لیکن شیطان کے زور لگانے پر پھر آگے بڑھا۔ اب دریا سے چند ہی قدم کے فاصلے پر تھا کہ پھر آواز آئی

"شیخ جی رُک جاؤ"

میں کچھ دیر رکا مگر پھر قدم اُکھڑ گئے اور آگے بڑھ گیا چاہا کہ پل کے کنارے لگے ہوئے لوہے کے جنگلے کو پھلانگ کر دریا میں کود پڑوں کہ عین اسی وقت جبکہ میں کودنے ہی والا تھا حضرت کی نہایت گرجدار اور ہیبت ناک آواز میرے کانوں میں آئی کہ۔

"شیخ جی! اچھا اب تم نہیں رکتے تو آگے بڑھ کر دیکھو؟"

بس اس آواز کے آتے ہی میرے پاؤں زمین پر ایسے جم گئے کہ آگے بڑھنے کے لیے ان کو جنبش دینے کی طاقت نہ رہی۔ ایسا معلوم ہوتا کہ زمین نے میرے پاؤں پکڑ لئے ہیں بے بس ہو کر میں وہیں کھڑا رہ گیا کچھ دیر بعد حضرت کی توجہ خاص سے مجھے اس شیطان مردود کے اس فریب سے نجات مل گئی اور میں اپنے ہوش میں آگیا۔ اس وقت اپنے آپ کو دریا کے کنارے پا کر بہت ہی حیران رہ گیا اور اپنے کئے پر بہت پچھتانے لگا کچھ فاصلہ پر ایک پولیس والا کھڑا تھا جو میری حالت دیکھ کر بہت متاثر معلوم ہو رہا تھا۔"

شیخ جی فرماتے ہیں کہ "میں بہت شرمندہ ہو کر وہاں سے اپنے گھر کی طرف چل دیا۔ مجھے سب سے زیادہ افسوس اس بات کا تھا کہ حضرت ہمیشہ انکار فرماتے تھے اس کے باوجود میں وظیفہ سکھانے کے لئے ضد کرتا رہتا تھا آخر کار وہی ہوا جس کا اندیشہ حضرت کو تھا اب میں کیا منہ لے کر حضرت کے سامنے جاؤں گا۔؟

آخر دوسرے دن حضرت کی محبت مجھے آپ کی خدمت اقدس میں کھینچ کر لے گئی جب میں حاضر ہوا تو مجھے دیکھ کر حضرت حالتِ غضب میں کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے "ارے نادان میں پہلے ہی روکتا تھا کہ یہ تیرے بس کا کام نہیں مگر تو نہیں مانتا تھا تجھے بار بار کہتا تھا کہ رک جاؤ مگر تُو تو ڈوب مرنے پر تلا ہوا تھا اور شیطان کے دھوکے میں آکر ڈوب مرنا چاہتا تھا۔ پھر کیوں نہیں ڈوب مرا۔؟ اور آگے کیوں نہیں بڑھا"؟۔

شیخ جی کہتے ہیں میں نے اپنا سر حضرت کے قدموں میں رکھ دیا۔ اور معافی مانگنے لگا۔ کہ "حضور مجھے معاف فرمادیں۔" چند لمحوں بعد حضرت اپنا غصہ پی گئے"۔

حضرت کی قیام گاہ لالو کھیت سندھی ہوٹل کے پاس تھی اور نیٹی جیٹی پل وہاں سے کئی میل کے فاصلہ پر ہے۔ مگر حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت کا یہ کمال تھا کہ آپ اتنے فاصلہ سے اپنے گھر بیٹھے بیٹھے شیخ جی کے حال سے بخوبی واقف تھے اتنا ہی نہیں بلکہ آپ ان کو دیکھ رہے تھے اور جب شیخ جی دو مرتبہ آپ کے حکم کے باوجود شیطان کے دھوکہ میں آ کر دریا میں کودنے ہی والے تھے کہ حضرت نے اپنی بے مثال روحانی طاقت سے کام لے کر ان کے پیر زمین میں چپکا دیئے اور ساتھ ہی ساتھ شیطان مردود کو بھی ٹھکانے لگا دیا۔ اس واقعہ سے حضرت کے کئی مرید خوب واقف ہیں بلاشبہ آپ پیر کامل تھے اور پیران کامل کا یہی حال ہوتا ہے۔ جیسا کہ آپ کا تھا۔

چاند میں اس کے بھید دیکھنے کا عمل

دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں تسخیرِ فضا کی جد وجہد میں مصروف ہیں اور جدید سائنسی ذرائع سے چاند پر پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ پر ایک چاند تو کیا ۱۸ ہزار عالم روشن تھے آپ کائنات کے ذرے ذرے سے واقف تھے اور اس کے مصرف سے آگاہ تھے۔ جدید سائنس کی قوت کے بجائے یہ حضرت کی قوت ایمانی کا کمال تھا جس کے ذریعے آسمانی کروں تک کو زیر نظر لایا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر سلطان صاحب فرماتے ہیں کہ ایک بار ہم نے حضرت سے چاند کے متعلق سوال کیا کہ "حضور! اس میں کیا ہے؟" تو آپ نے مسکرا کر فرمایا۔

"تم خود ہی جا کر دیکھ لو"

ہم نے جب کئی بار اصرار کیا تو آپ نے عمل سکھایا کہ روزانہ چاندنی راتوں میں پلک جھپکائے بغیر ایک نظر سے چاند میں دیکھا جائے اور زبان سے یہ پڑھا جائے۔

"سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم"

پہلے پہل تو پلک نہ جھپکانے سے آنکھوں میں تکلیف ہوتی ہے اور پانی بھی بہنے لگتا ہے مگر روزانہ اس کی ریاضت کرنے سے چاند کے اندر کے بھید نظر آنے لگتے ہیں اور ہر روز مشاہدہ میں اضافہ ہوتا چلا

جاتا ہے۔ جس میں جس قدر زیادہ قوت برداشت ہوتی ہے وہ اتنا ہی زیادہ دیکھ سکتا ہے۔ مگر جب معاملہ برداشت سے باہر ہوجائے تو زیادہ دیکھنے کی کوشش نہ کی جائے۔ اس کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس کا ذکر عام لوگوں سے نہیں کرنا چاہیے۔

ڈاکٹر سلطان صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کے فرمانے کے مطابق میں نے یہ عمل شروع کیا۔ پہلے پہل آنکھوں میں تکلیف محسوس ہوئی اور پانی بہنے لگا۔ مگر میں پوری قوت سے کام لے کر بغیر پلک جھپکائے چاند پر نظر جمائے رہا اور یہ وظیفہ زبان سے پڑھتا رہا۔ چند ہی دن کے بعد چاند کے اندر کے بھید مجھے نظر آنے لگ گئے۔ جن کا ذکر میں روزانہ حضرت سے کرتا تھا اور آپ اس کی تصدیق فرماتے تھے۔ آخر میں یہ معاملہ اس حد تک بڑھ گیا کہ میں بہ سبب ہیبت کے تاب نہ لا سکا اور دیکھنا بند کر دیا۔ جب حضرت سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا "بس اب تم آگے مت بڑھو" چنانچہ میں نے یہ عمل ترک کر دیا۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے کوئی بھی جھٹلا نہیں سکتا۔ اگر کسی کو شبہ ہو تو یہ عمل کر کے تماشہ دیکھ سکتا ہے۔ اس عمل کے ذریعے دیکھنے والے کے لئے مصنوعی سیاروں کی حاجت ہے نہ خطرناک سفر کرنے کی۔

موکل ناری کی پٹائی

ان کے متعلق ڈاکٹر سلطان صاحب نے حضرت سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا:- موکل دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک نوری جو پاک ہوتا ہے۔ یہ بندوں کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ دوسرا ناری ہوتا ہے جو بڑا خبیث ہوتا ہے یہ بندوں کو گمراہ کرنے کے لئے دنیا کی لالچ دیتا ہے اور اس کی راہ میں حائل ہوجاتا ہے۔"

حضرت نے مسکرا کر فرمایا۔ "یہ ہمارے سامنے آیا ہم نے اس سے کہا"۔ ہمارا تمہارا کیا واسطہ ہٹ جاؤ" جب وہ نہ ہٹا تو ہم نے اس کو ایک لات ماری"

یہ خبیث بہت طاقتور ہوتا ہے مگر حضرت کے سامنے دم نہ مار سکا۔ کئی ناقص اس کے دھوکے میں آجاتے ہیں اور اس کے بچھائے ہوئے دام طمع میں پھنس جاتے ہیں۔ ہاں جو مخلص اللہ کے چاہنے والے ہوتے ہیں وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

موکل ناری کئی قسم کے ہوتے ہیں آجکل بعض لوگ آیتوں کا وظیفہ پڑھ کر ان کے ذریعے لوگوں کی خفیہ باتیں معلوم کر لیتے ہیں اور ان کو ظاہر کر کے اپنے آپ کو ولی اللہ جتلاتے ہیں اور لوگوں سے اس طرح رقم بٹورتے ہیں۔ سادہ لوح لوگ ان کے دھوکے میں آجاتے ہیں۔ یہ بات ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ اللہ کا ولی کسی کا محتاج نہیں ہوتا اور نہ کسی سے کوئی غرض رکھتا ہے۔

حضرت خلیفہ صاحب کے مختصر حالات

اسم گرامی محمد جلال الدین اور والد بزرگوار کا نام عبدالشکور ہے۔ آپ بھی خاندان سادات سے ہیں۔
آپ کی ولادت ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں قصبہ سہپور ضلع بجنور میں ہوئی۔ (ہندوستان)

آپ کی والدہ ماجدہ کو علم دین سے بے انتہا محبت تھی اور آپ نے یہ منت مانی تھی کہ " اللہ مجھے ایسا بیٹا عطا کرے جو چاروں علوم دینیہ سے مالامال ہو۔ ورنہ میری اولاد واپس لے لے "

پہلی اولاد ہوئی اور انتقال کر گئی مگر آپ نے اپنی منت نہیں توڑی یہاں تک کہ تیسری اولاد ایسی ہوئی جس نے اس منت کو پورا کر دیا اور یہ آپ ہی کی ذات باصفات تھی کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو علم شریعت، علم حدیث، علم تفسیر اور علم فقہ چاروں علوم عطا فرمائے۔ آپ نے یہ علوم وہاں کے دارالعلوم میں حاصل کئے اور ۲۷ سال کی عمر میں سند حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے ۱۹۳۶ء میں پہلا حج بیت اللہ ادا کیا۔ شروع ہی سے فرائض امامت اور دینی خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کے ماموں صاحب جو اس وقت پولس کی ملازمت میں حضرت کے ساتھ تھے اور آپ کے مرید بھی تھے آپ کو اپنے ساتھ لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کو دیکھ کر حضرت نے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور آپ کی گذارش پر اپنا مرید بنا لیا اور دینی تعلیم حاصل کرنے کی تلقین فرمائی اور دعائے خیر بھی کی جس کے بعد آپ نے چاروں علوم کی تکمیل کی اور اسناد حاصل کیں۔

حضرت خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو راہ سلوک کی تعلیم دی۔ آپ عبادت و ریاضت میں مصروف رہے اور معرفت و سلوک کے اسرار و رموز سے بھی آگاہ ہوتے رہے۔ یہ کتاب چونکہ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر لکھی جا رہی ہے اس لئے یہاں حضرت خلیفہ صاحب کی

ریاضتوں اور عبادتوں کے تفصیلی ذکر کا موقع نہیں ہے۔ آپ فرائض امامت اور دینی خدمات کے ساتھ عرصہ تک ریاضتوں کی تکمیل میں مصروف رہے۔

ہندو مسلم فسادات کے زمانہ میں بھی آپ ہندو محلہ سے گزر کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے حالانکہ اس زمانہ میں ان کے محلہ سے گزرنا نہایت خطرناک تھا۔ حضرت کی خدمت میں آپ اکثر تلاوت کلام پاک فرمایا کرتے تھے۔ حضرت کی ڈیوٹی اکثر دیہاتوں میں لگ جاتی تھی۔ کھانے کے لئے حضرت ہنڈیا میں مسالہ وغیرہ سب کچھ ڈال کر چولھے پر چڑھا دیتے اور کلام پاک سننے بیٹھ جاتے۔ خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ "ہم کچھ دیر تک تلاوت کریں یا زیادہ دیر تک آپ برابر سماعت فرماتے رہتے۔ تلاوت ختم ہونے کے بعد ہنڈیا چولھے سے اتار لیتے اور مجھے بھی اپنے ساتھ کھانے پر بٹھا لیتے یہ کھانا اس قدر لذیذ ہوتا تھا کہ بیان سے باہر میں نے ایسا کھانا اپنی عمر بھر نہیں کھایا۔"

حضرت خلیفہ صاحب کو اللہ تعالےٰ نے زیارت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سرفراز فرمایا اور آپ "حضرت سیدنا خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور سیدنا خواجہ عثمان ہارونی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے دیدار پرانوار سے بھی مالامال ہوئے۔

آپ کو حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے بے اندازہ محبت تھی آپ فرماتے ہیں کہ "ہم نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ خواجہؒ ہمیں اپنے عرس میں بلا ٹکٹ بلائیں گے تب جائیں گے۔ آخر ایسا ہی ہوا۔ عرس میں انتظام کرنے والی جماعت ہم کو اپنے اخراجات پر ساتھ لے گئی اور واپس لائی۔ لوٹتے وقت ہم نے خواجہ صاحبؒ کے گنبد پرانوار پر ایک نظر ڈالی اور دل میں کہا۔

"ابھی پیٹ نہیں بھرا"

چنانچہ یہی جماعت اگلے سال پھر اپنے ساتھ لے گئی۔ اس بار واپس ہوتے وقت پہلے کی طرح ہم نے مزار پرانوار کی گنبد پر نظر ڈالی اور دل میں کہا۔

"اب پیٹ بھر گیا"

آپ فرماتے ہیں کہ بس اس کے بعد سے آج تک ہمیں پھر خواجہ صاحبؒ کے مزار پر حاضری کا موقع نہ مل سکا اگرچہ ایک بار اجمیر اسٹیشن سے گزرنے کا اتفاق بھی ہوا۔"

آپ کا ذکر اس کتاب میں مختلف جگہ تھوڑا تھوڑا آگیا ہے کیونکہ آپ حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراز تھے۔

حضرت خلیفہ صاحب ۱۹۴۹ء میں پاکستان میں کراچی تشریف لائے اور اسی وقت سے آپ کھارادر کی ادکھائی میمن مسجد میں امامت اور دینی خدمات انجام دینے میں مشغول ہیں۔

اس وقت بہت سے حضرات آپ سے دینی تعلیم حاصل کر کے کراچی کی مختلف مساجد میں امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں اور کئی طالب علموں نے آپ سے حفظ کلام پاک کیا ہے۔ حضرت کے صاحبزادے شہزادہ حافظ محمد شبیر حسن صاحب نے بھی ایک مدت تک آپ سے ہی کلام پاک کی تعلیم حاصل کی ہے۔

آپ تقریباً ۱۹ سال سے ہر سال ماہ رمضان المبارک میں پورا مہینہ اعتکاف میں بیٹھتے ہیں اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔

ہم نے بحکم ربی آپ سے بیعت کی ہے اور آپنے ہی مجھے سیدنا حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر کیا اور آپ کی ذات بابرکات کے ذریعہ مجھے ایسے باکمال ولی کامل کی سرکار میں حاضر ہونے کا شرف نصیب ہوا اور چار پانچ برس تک کراچی لالوکھیت میں حضرت کی زیارت اقدس سے مالا مال ہوتا رہا۔ اس وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ آخری عمر تک پہنچ چکے تھے۔

آپ کے ساتھ اعتکاف کے دوران ہم نے یہ دیکھا ہے کہ آپ اکثر ایک دن اور ایک رات میں کلام پاک کا دور فرما لیتے ہیں گو کہ اس وقت آپ کی عمر ضعیفی کے مرحلہ میں ہے۔

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۵۹ء میں آپ کو جبکہ آپ کی عمر ۴۸ سال کی تھی اپنی خلافت عطا فرمائی۔

آپ نے اب تک تین بار حج بیت اللہ ادا کیا ہے جن میں سب سے پہلا حج حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ادا کیا تھا۔ اس وقت آپ کے پاس خرچ کے لئے بہت کم رقم تھی اور آپ کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا اور رات دن پیدل بھی سفر کرنا پڑا۔

ہم آپ کے مکمل حالات زندگی بیان کریں تو ایک مستقل کتاب ہو جائے گی ہم نے یہاں نہایت اختصار سے آپ کے تعارف پر اکتفا کیا ہے۔

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے اہل و عیال

ہم گزشتہ صفحات میں حضرت کی پہلی اور دوسری شادی کا حال لکھ چکے ہیں۔ دوسری شادی شریفن صاحبہ سے ہوئی تھی۔ ان سے تین شہزادیاں اور ایک شہزادے پیدا ہوئے۔ شہزادیوں میں سے دو کا نام شفیقہ خاتون اور تسلیم خاتون تھا۔ تیسری کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ شہزادے میاں کا نام محمود الحسن تھا۔ ان میں سے تسلیم خاتون نے کچھ عمر پائی باقی سب چھوٹی عمر میں یکے بعد دیگرے وصال فرما گئے۔ داغ فرزندی بھی اللہ کی طرف سے آپ کی آزمائش تھی۔ تسلیم خاتون کا نکاح جناب حاجی شاکر حسین صاحب سے ہوا تھا مگر شادی کے ½ ۱ سال بعد ہی اُن کا وصال ہو گیا۔ انھیں دہابن کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت کے اہل و عیال میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔ اور آپ ایک مدت تک تن تنہا اپنے معبود حقیقی کی یاد میں دن گزارتے رہے اور شب و روز ذکر الٰہی میں مصروف رہے۔ یہ واقعہ حضرت کے مقام فنا کے بعد مقام بقا میں پہنچ کر ابدالیت پر فائز ہونے کے بعد کا ہے۔

۱۹۲۴ء میں آپ کے چچا اور خسر جناب خادم حسین صاحب نے جو آپ کی پہلی بیوی کے والد تھے اپنی دوسری دختر نیک اختر جناب جمیلہ خاتون کا نکاح حضرت سے کر دیا۔ جمیلہ خاتون کی یہ دوسری شادی تھی ان کے پہلے شوہر کا انتقال ہو گیا تھا۔ ان کے پہلے شوہر سے ایک لڑکا تھا۔ جسے آپ نے بیٹے ہی کی طرح پرورش کیا جن کا نام محمد خلیل ہے اور ان کا نکاح جناب صوفی اصغر علی صاحبؒ کی بھتیجی سے ہوا۔ جناب صوفی اصغر علی صاحبؒ بھی ولی اللہ تھے۔ ان کا مزار بھی حضرت کے مزار کے پاس ہے۔

محترمہ جمیلہ خاتون سے حضرت کو اللہ تعالےٰ نے پہلے صاحبزادہ عطا کیا ان کا نام جمیل احمد تھا جو بچپن ہی میں گزر گئے۔ ان کے بعد اللہ تعالےٰ نے ایک صاحبزادی عطا فرمائی جن کا نام شکیلہ خاتون تھا۔ یہ نہایت نیک اور پرہیزگار تھیں۔ ان کے متعلق حضرت نے فرمایا تھا " یہ ولی اللہ ہے " ان کا ہم پہلے ذکر

کرچکے ہیں۔ ۱۴ سال کی عمر میں وصال پاگئیں۔ یہ بھی حضرت کی ایک آزمائش تھی۔ ان کے بعد اللہ نے آپ کے گھر میں ایک صاحبزادی عطا فرمائی ان کا نام عزیزہ خاتون ہے۔ ان کا نکاح جناب مقصود علی صاحب سے ہوا جو بفضل الٰہی اپنے بال بچوں کے ساتھ حضرت کے مسکونہ مکان میں مقیم ہیں۔

عزیزہ خاتون کے بعد اور دو لڑکیاں ہوئیں ایک کا نام انوار خاتون تھا جو بچپن میں وصال پا گئیں۔ دوسری کا نام اقبال فاطمہ ہے جن کا نکاح محمد علی صاحب سے ہوا جو مقصود علی صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں۔ آخر میں حضرت کو اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی حسین وجمیل شہزادہ عطا فرمایا جن کا نام محمد شبیر حسن ہے۔ حضرت کو کلام پاک سے بڑی محبت اور اس کی تلاوت سے بہت زیادہ شغف تھا اس لئے آپ نے نورِ نظر کو بھی ذوقِ قرآنی سے مالامال فرمایا اور آپ کی کوششوں سے وہ کلام پاک کے حافظ بن گئے شہزادہ میاں نے کراچی ہی میں کلام پاک حفظ کیا اور حضرت نے آپ کے پیچھے تراویح پڑھی حضرت کے فرزند ارجمند کو کلام پاک کی تعلیم دینے کے لئے قبلہ محترم حضرت خلیفہ صاحب نے بھی بڑی خدمت انجام دی۔

شہزادہ میاں جب گود کے بچے تھے حضرت نے ان کی والدہ سے فرمایا۔ "اگر تم کہو تو ہم اسی وقت ان سے کلمہ پڑھوا دیں مگر یہ زندہ رہیں یا نہ رہیں اس کے ہم ذمہ دار نہیں" والدہ نے فرمایا "نہیں ہمیں یہ منظور نہیں۔ اتنی اولادیں اللہ کے پاس پہنچ چکیں اب یہی چشم وچراغ ہیں ان کے متعلق آپ ایسا خیال نہ فرمائیں"۔ ان کی بات پر آپ مسکرا دیئے۔

حضرت کی اہلیہ محترمہ جمیلہ خاتون کراچی میں ۲۲ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو وصال فرماگئیں۔ حضرت سے ان کو بہت فیض پہنچا تھا اور نہایت پرہیزگار نیک بی بی تھیں۔

حضور علیہ السلام کا حضرتؒ کے سر پر تاج رکھنا

شہزادے میاں کو حافظ کلام پاک بنانے میں حضرت نے جو جد وجہد کی اس کی تفصیل طویل ہے اوکھائی میمن مسجد جو کھارادر کراچی میں ہے یہاں قبلۂ محترم حضرت خلیفہ صاحب برسوں سے امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ ماہ رمضان المبارک میں یہاں کلام سنانے کے لئے حضرت شہزادے میاں کو بڑی خوشی سے اجازت دیا کرتے تھے اور ہر سال ستائیسویں شب کو ختم سننے کے لئے خود تشریف لاتے تھے۔

ایک مرتبہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت کے عاشق وجاں نثار مخدوم شیخ جی فرماتے ہیں کہ وہ بھی

حضرت کے ساتھ آپ کی قیام سے اس مسجد میں تراویح پڑھنے کے لئے آرہے تھے کہ حضرت نے انھیں فوراً گھر جانے کا حکم دیا۔ شیخ جی کا بیان ہے کہ" میں نے اسی شب خواب میں دیکھا کہ اس مسجد کے ایک کونے میں میں حضرت کے ساتھ کھڑا ہوا ہوں۔ اتنے میں مسجد کے وسط سے آواز آئی۔

" اے آلِ حسن یہاں آؤ "

حضرت فوراً مجھے ساتھ لے کر وہاں پہنچ گئے جہاں سے یہ آواز آئی تھی۔ میں نے دیکھا کہ محبوبِ کبریا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہیں۔ آپ کے قریب ایک تخت بچھا ہوا ہے جس پر ایک بے مثال گراں قیمت تاج رکھا ہوا ہے جس کی تعریف بیان نہیں ہو سکتی، اور اطراف میں تمام حاضرین باادب کھڑے ہیں۔

حضور علیہ السلام نے یہ تاج اپنے دستِ مبارک سے اُٹھا کر حضرت کے سر پر رکھا اور حضرت پر نہایت شفقت و محبت کا اظہار فرمایا۔ سبحان اللہ۔

مخدوم شیخ جی فرماتے ہیں کہ دوسرے دن وہ حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور یہ خواب آپ کو سنایا۔ آپ نے نہایت مسرت ظاہر کرتے ہوئے فرمایا۔

" ہاں یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کرم نوازی ہے۔ "

مخدوم شیخ جی فرماتے ہیں کہ" جب بھی آپ خوش ہوتے مجھ سے مسکرا فرماتے"۔ اے شیخ جی اس رات تم نے کیا دیکھا تھا ذرا ہمیں بھی تو سُنا دو"۔ جب ہم وہ خواب بیان کرتے تو حضرت بہت خوش ہوتے۔

یہ خواب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک کی شہادت دیتا ہے جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو والدین اپنی اولاد کو حافظ کلام پاک بنائیں گے قیامت کے دن ان کے سر پر تاج رکھا جائے گا جو سورج سے بھی زیادہ روشن اور چمکدار ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تقریباً یہ پوری کتاب اسی مسجد میں تصنیف ہوئی ہے۔ اس مسجد میں کئی بار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔ انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام اور اولیاء کاملین تشریف لا چکے ہیں جن میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سیدنا حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور سیدنا حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔

عرس شریف

سیدی ومحبوبی سیدنا حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۷ فروری ۱۹۶۲ء کو وصال فرمایا۔

چونکہ حضرت کے جاں نثار مریدین اور معتقدین ہند و پاکستان میں دور دراز پھیلے ہوئے ہیں اس لئے ماہِ رمضان المبارک میں تقریبات عرس کو انجام دینا بہت ہی مشکل ہے جو حضرات دور دراز رہتے ہیں ان کا ماہ رمضان المبارک میں عرس میں شریک ہونا بہت مشکل اور تکلیف دہ ہے رمضان شریف کے مبارک مہینہ میں اور خاص کر آخری دس ایام میں کئی حضرات اعتکاف میں رہتے ہیں۔ ان سب کو مدنظر رکھتے ہوئے قبلہ محترم حضرت خلیفہ صاحب شہزادے میاں اور ہم سب نے بھی طے کیا کہ حضرت کے وصال کی تاریخ بھی تلاوت کلام پاک وعظ اور فاتحہ خوانی وغیرہ کی جائے اور عرس شریف کی تقریبات ایک ماہ بعد ۲۲ شوال کو عمل میں لائی جائیں تاکہ پاکستان کے شہروں کے علاوہ ہندوستان سے بھی حضرت کے جاں نثار تقریبات عرس میں شریک ہو سکیں۔

عرس دراصل محبوب حقیقی کے وصال کا دن ہوتا ہے مشائخ چشت اس کو شان وشکوہ سے مناتے ہیں اور یہ قدیمی رسم ہے جیسے قطب الاقطاب سیدنا حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ قطبِ عالم سیدنا حضرت بابا فرید الدین شکر گنجؒ اور حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر اولیا اللہ اپنے سلسلے کے بزرگوں اور اپنے پیرومرشد کے عرس نہایت ہی شان وشوکت سے مناتے رہے۔

حضرت کامل شاہؒ کا عرس ان تقریبوں پر مشتمل ہے جو مشائخ چشت سے مروی ہیں اور جو عین شریعت کے مطابق ہیں جیسا کہ تلاوت کلام پاک، محتاجوں اور غریبوں کو کھانا کھلانا اور اس کا ثواب اس بزرگ کی روح اقدس کو پہنچانا اور محفل سماع منعقد کرنا جو شریعت کے عین مطابق ہو۔

حضرت کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کی تقریبات حضرت کے آستانہ عالیہ جو کراچی پاپوشنگر میں واقع ہے انجام پاتی ہیں۔ ہم یہاں تقریبات عرس پر مختصر روشنی ڈالتے ہیں۔

۲۱ شوال کی شب شروع ہوتے ہی حضرت کے مزار پر انوار پر حضرت کے کئی خادم تقریبات عرس کو انجام دینے کے لئے پہنچ جاتے ہیں اور وہاں تمام ضروری انتظامات کو انجام دیتے ہیں۔ کئی گائیں ذبح کی جاتی ہیں اور دیگر سرد سامان مزار پر پہنچنا شروع ہو جاتا ہے رات بھر یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ صبح ہوتے ہی حضرت کے

جاں نثار اور معتقدین میں سے کئی دور دراز سے آئے ہوئے ہوتے ہیں وہ حضرت کے مزار پر آنے شروع ہوجاتے ہیں

تلاوت کلام پاک

عرس شریف کی ابتدا تلاوت کلام پاک سے شروع ہوتی ہے جس میں بے شمار لوگ شریک ہوتے ہیں۔ یہ تقریب نماز ظہر تک، جاری رہتی ہے اور اس درمیان بے شمار لوگ اپنے ساتھ تبرکات (مٹھائی وغیرہ) لاتے ہیں شیرینی تقسیم کی جاتی ہے۔ بعد نماز ظہر حاضرین میں لنگر تقسیم ہوتا ہے اور اس کے بعد پھر تلاوت کلام پاک شروع ہوتی ہے جو عصر کی نماز تک جاری رہتی ہے۔

تقریباتِ نذرانہ

بعد نماز عصر حضرت کے جاں نثار جو دور دراز سے آئے ہوتے ہیں اور اپنے ساتھ چادر وغیرہ بنا کر لاتے ہیں وہ سب ایک ساتھ مزار سے کچھ فاصلے پر جمع ہو کر جلوس کی شکل میں نعتیں پڑھتے اور قصیدہ خوانی کرتے ہوئے حضرت کے مزار پر انوار کی طرف آتے ہیں۔ اس وقت حاضرین اس قدر کثیر تعداد میں ہوتے ہیں کہ تل دھرنے کی جگہ نہیں ہوتی۔ مزار پر انوار کے ادھر ادھر جہاں نظر جاتی ہے لوگ ہی لوگ نظر آتے ہیں۔ چادروں کے جلوس کے ساتھ آنے والے معتقدین کی نعتوں اور قصیدوں کی دل کش آواز سے فضا گونج اٹھتی ہے۔ وہ منظر دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے جب یہ حضرت کے روضہ اقدس کے سامنے اپنے ساتھ چادریں لئے کھڑے رہ کر حضرت کی شان میں قصیدہ خوانی کرتے ہیں۔

شانِ مرشد بھی عجیب شان ہے اللہ اللہ
تیری رحمت کی یہ عجیب کان ہے اللہ اللہ
شاہ کاملؒ نے پاس بلوایا ہم کو
ان کا یہ بڑا احسان ہے اللہ اللہ

اور چادریں چڑھانے سے پہلے جب یہ کلام پڑھتے ہیں تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو رواں ہوجاتے ہیں

نور حق سے لے کر آئی اوڑھو کامل شاہؒ چادریہ
کملی والے کے من بھائی اوڑھو کامل شاہؒ چادریہ
اللہ کے گھر سے بنکر آئی طیبہ نگری سے دھل کر آئی
عرفاں رنگ سے رنگ کر آئی اوڑھو کامل شاہؒ چادریہ

زہد تقوی کی گل کاری صبر و رضا کی پھل پھلواری
فقیرائی کی بیل چڑھائی اوڑھو کامل شاہؒ چادریہ

دل کی دھڑکنیں بڑھ گئی اور اب کلمیات کو زیر قلم لانا مشکل ہے جس کسی نے حضرت کے روضہ اقدس پر یہ دلکش منظر دیکھا ہے وہ زندگی بھر اسے بھلا نہیں سکتا جب حضرت کے جاں نثار مرید اور معتقد عشق سے لبریز کلمات پڑھتے ہیں اس وقت ان کے ساتھ ہر ایک کی آنکھوں سے اشک رواں ہو جاتے ہیں۔ جب یہ چادریں چڑھنی شروع ہونے والی ہوتی ہیں اس وقت حضرت کے سچے عاشق اور جاں نثار مرید مخدوم شیخ جی جو حضرت کی زندگی میں حضرت پر ہمیشہ پھول برسایا کرتے تھے حضرت کے وصال کے بعد اپنے دل کی پیاس بجھانے کے خاص حیدرآباد سے منوں کے حساب سے گلاب کے بہترین پھول منگوا کر اس وقت جب چادریں چڑھنی شروع ہوتی ہیں وہ ان پھولوں کو حضرت کے مزار پر انوار کی گنبد کے بالا خانوں میں سے حضرت کے روضہ مبارک پر نچھاور کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ چند حضرات اور بھی مل جاتے ہیں اور گنبد کے چاروں طرف سے پھولوں کی بارش شروع ہو جاتی ہے۔ یہ منظر بڑا ہی عجیب اور نہایت دل کش ہوتا ہے نیچے مزار میں حضرت کے روضہ اقدس پر عاشقین چادریں چڑھا رہے ہوتے ہیں اور اوپر سے گلاب کے پھول برس رہے ہوتے ہیں۔ اس وقت مزار پر انوار کے اندر اس قدر کثیر تعداد میں لوگ جمع ہو جاتے ہیں کہ سانس لینا بھی دشوار ہو جاتا ہے اور مزار پر انوار کے چاروں طرف ہزاروں کی تعداد میں باہر جو حاضرین اپنے ہاتھوں دل تھامے کھڑے ہوتے ہیں وہ سب اس کوشش میں ہوتے ہیں کہ حضرت کے روضے کے چاروں دروازوں میں سے کسی طرح بھی اندر داخل ہو جائیں یہ منظر بالکل ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ بیت اللہ شریف میں حجاج طواف کے درمیان سنگ اسود کو بوسہ دینے کے لئے ہمہ تن کوشش کرتے ہیں۔ یہ تقریب نماز مغرب تک جاری رہتی ہے جو عرس کے تقریبات میں بہت زیادہ دلکش ہوتی ہے۔ آخر میں صلوٰۃ والسلام بخدمت سرور کائنات سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ پڑھا جاتا ہے اور اس کے بعد فاتحہ خوانی شروع ہوتی ہے جس میں تمام حاضرین جی بھر بھر کے دعائیں مانگتے ہیں اور اپنے دل کی مرادیں پوری کرنے کے لئے بارگاہِ الٰہی میں حضرت کامل شاہ رحمتہ علیہ کا وسیلہ پیش کرتے ہیں۔

چراغاں

جب سورج غروب ہونے کو ہوتا ہے تو اس وقت وہ چراغ جلنے شروع ہو جاتے ہیں جو مزار کے چاروں طرف عجیب انداز میں رکھے ہوتے ہیں۔ جن کی روشنی دور دور تک پہنچتی ہے اور لوگ اس منظر کو دیکھ کر لطف اندوز

ہوتے ہیں۔ یہ چراغاں صبح تک جاری رہتا ہے۔

وعظ

بعد نمازِ مغرب قبلہ محترم حضرت خلیفہ صاحب حضرت کامل شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی مقدس زندگی پر نہایت ہی دل کش انداز میں روشنی ڈالتے ہیں۔ جیسے سن کر حاضرین بہت ہی متاثر ہوتے ہیں ۔ اور کبھی کبھی حضرت کامل شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے عاشقین کو وجد آجاتا ہے یہ پرکشش وعظ نمازِ عشاء تک جاری رہتا ہے۔

لنگرِ عام

حضرت کامل شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے عرس شریف کی خاص تقریبات میں سے ایک تقریب لنگرِ عام ہے جو مشائخ چشت سے سلسلہ وار چلی آرہی ہے۔ یہ لنگرِ عام بعد نمازِ عشاء شروع ہوتا ہے۔ جس میں حضرت کے کئی ہزار مہمان شریک ہوتے ہیں۔ کھانا کئی منوں کے حساب سے پکایا جاتا ہے اب تک جو عرس ہوئے ہیں اس میں پہلے عرس میں خالص گھی (جو باہر سے منگایا ہوا تھا) سے پکا ہوا پلاؤ لنگر میں تقسیم کیا گیا اور اس کے بعد بھی کئی منوں کے حساب سے پلاؤ خاص طور سے تیار کرا کے کھلایا جاتا۔ اس تبرک کو کھانے کے لئے اس قدر کثیر تعداد میں لوگ جمع ہو جاتے ہیں، کہ بسا اوقات خادموں کو انتظام قائم رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اگرچہ منتظمین کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ یہ لنگرِ عام حضرت کے مزار پر انوار کے پاس بڑے بڑے شامیانے لگائے ہوتے ہیں ان میں کھلایا جاتا ہے۔ اس کثیر طعام کے اخراجات حضرت کے معتقدین برداشت کرتے ہیں جس میں کثیر تعداد قبلہ محترم حضرت خلیفہ صاحب کے جاں نثار مریدین کی ہوتی ہے (اس کارِ عظیم میں سب حصہ لے سکیں اس لئے چندہ دینے پر کوئی پابندی نہیں ہوتی) لنگرِ عام میں غریب امیر سب ایک ساتھ حضرت کامل شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مہمان بن کر تبرک پاتے ہیں۔ یہ سلسلہ کافی دیر تک جاری رہتا ہے۔ اور ہر سال لنگر کھانے کی مقدار بڑھتی جا رہی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ بفضلِ الٰہی بڑھتی ہی جائیگی۔

محفلِ سماع

سلسلہ چشت کے مشائخ سماع سے بہت ہی محبت رکھتے ہیں اس لئے وہ اپنے بزرگوں کے عرس میں بڑی شان سے اس کا اہتمام کرتے ہیں۔

سید اشرف جہانگیر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مشائخ چشت کا یہ طریقہ ہے کہ روز عرس کو جو محبوب حقیقی کے وصال کا روز ہے خالی نہیں چھوڑتے بلکہ اگر کچھ بھی موجود نہ ہو تو چنے لاکر ہی دوستوں کو تقسیم کر دیتے ہیں اور کچھ قرآن اور غزلیں پڑھتے ہیں ۔

حضرت کامل شاہ رحمتہ اللہ علیہ بھی سماع کا شوق فرماتے تھے اس لئے آپکے جاں نثار مریدین اور حضرت خلیفہ صاحب کے جاں نثار مریدین اس تقریب کو نہایت ہی اچھی طرح مناتے ہیں اور حضرت کامل شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو سماع سنانے والے قوال کو بلاتے ہیں ۔ پہلے دو عرسوں میں مرحوم عظیم پریم راگی قوال جو حضرت کو برسوں سے سماع سناتے رہے تھے وہ شریک ہوئے اور عبد الرحیم اکبر آبادی برابر ہر عرسوں میں شریک ہو رہے ہیں جو بھی حضرت کو کئی برسوں تک اپنا کلام سناتے رہے تھے ۔ ان کا ہندی کلام نہایت ہی دلکش ہوتا ہے خصوصاً جب کہ وہ حضرت کے عشق میں یہ کلام سناتے ہیں ۔

اگر میں جانتی کامل پیا بچھڑت
گھونگھٹ میں آگ لگا دیتی

جب حضرت کے جاں نثار یہ کلام سنتے ہیں ان کے دل قابو میں نہیں رہتے اور بے اختیار ان کی آنکھوں سے اشک رواں ہو جاتے ہیں کہیں کوئی وجد میں تڑپ رہا ہوتا ہے اور کہیں کسی کے منہ سے بے اختیار چیخیں نکل جاتی ہیں ۔ اور کوئی حضرت کے مزار پر انوار کی طرف دیکھ کر بے اختیار رونے لگتا ہے عاشقین و حاضرین حضرت کی جدائی کا بوجھ دل سے اس طرح ہلکا کرتے ہیں ۔

اس محفل سماع میں کراچی کے اور بھی کئی نامور قوال شریک ہوتے ہیں جن کے کلام سن کر دل کی حالت غیر ہو جاتی ہے یہ پروگرام نماز فجر کی اذان ہونے تک جاری رہتا ہے ۔ کئی بار یہ مشاہدہ کیا گیا کہ حضرت کامل شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ سیدنا حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اور کئی اولیاء اللہ اس محفل سماع میں تشریف فرما ہیں ۔ بھلا جس محفل میں یہ اولیاء عظام شریک ہوں اس کی برکت کا کیا کہنا ۔ ؟

قل شریف اور رنگ

دوسرے دن بعد نماز فجر حضرت کے روضئہ اقدس پر قل شریف کا ختم ہوتا ہے اور اس کے بعد تمام حاضرین میں لنگر تقسیم ہوتا ہے اور اس کے بعد آخر میں رنگ قوال سناتے ہیں جو عرس شریف کی آخری تقریب ہوتی ہے ۔

حضرت کامل شاہؒ کا

شجرہ سلسلہ طریقت چشتیہ صابریہ

نمبر شمار	اسمائے گرامی	تواریخ وصال	مقامات مزار
۱	ج مع علاء الاوّلین والآخرین سیّدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	وفات ۱۲ ربیع الاوّل سنہ ۱۱ھ بمطابق ۱۱ جون سنہ ۶۳۲ء	مدینہ مسجد نبوی
۲	امیر المومنین سیّدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	″ ۲۱ رمضان المبارک سنہ ۲۵ھ	نجف (سعودی عرب)
۳	امام العارفین سیّدنا و مولانا حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ	″ ۴ محرم الحرام سنہ ۱۱۱ھ	بصرہ
۴	سیّدنا حضرت خواجہ عبدالواحد زید رحمۃ اللہ علیہ	″ ۲۷ صفر سنہ ۱۷۷ھ	″
۵	سیّدنا حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ	″ ۴ ربیع الاول سنہ ۱۸۷ھ	مکہ معظمہ
۶	سیّدنا حضرت خواجہ سلطان ابراہیم بن ادھمؒ	″ ۲۶ جمادی الاول سنہ ۲۷۲ھ	شام
۷	سیّدنا حضرت خواجہ حذیفہ مرعشیؒ	″ ۲۴ شوال سنہ ۲۵۴ھ	مرعش
۸	سیّدنا حضرت خواجہ ابو ہبیرہ بصریؒ	″ ۷ شوال سنہ ۲۸۲ھ	بصرہ
۹	سیّدنا حضرت خواجہ ممشاد دینوریؒ	″ ۱۴ محرم الحرام سنہ ۲۹۹ھ	دینور
۱۰	سیّدنا حضرت خواجہ ابو اسحٰق چشتیؒ	″ ۱۴ ربیع الثانی سنہ ۳۲۹ھ	شام
۱۱	سیّدنا حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتیؒ	″ ۳ جمادی الاول سنہ ۳۴۳ھ	قریہ چشت
۱۲	سیّدنا حضرت خواجہ ابو محمد ابدال چشتیؒ	″ ۴ ربیع الآخر سنہ ۴۱۱ھ	″
۱۳	سیّدنا حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتیؒ	″ ۳ رجب سنہ ۴۵۹ھ	″
۱۴	سیّدنا حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ	″ ماہ رجب سنہ ۵۲۱ھ	″
۱۵	سیّدنا حضرت خواجہ حاجی شریف زندنیؒ	″ ۳ رجب سنہ ۶۱۲ھ	بخارا (زندنہ)
۱۶	سیّدنا حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ	″ ۶ شوال سنہ ۶۱۷ھ	مکہ معظمہ
۱۷	سیّدنا حضرت خواجہ حسن سنجری معین الدین چشتیؒ	″ ۶ رجب سنہ ۶۳۲ھ	اجمیر شریف

	اسمائے گرامی	تواریخ وصال	مقامات مزار
۱۸	سیدنا حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ	وفات ۱۴ ربیع الاوّل ۶۳۳ھ	دہلی
۱۹	سیدنا حضرت خواجہ شاہ فرید الدین شکر گنج رح	" ۵ محرم الحرام ۶۶۰ھ	پاک پٹن
۲۰	سیدنا حضرت خواجہ شاہ مخدوم علاؤ الدین صابر شاہ رح	" ۱۳ ربیع الاوّل ۶۷۰ھ	کنارہ کلیر شریف
۲۱	سیدنا حضرت خواجہ شاہ شمس الدین رح	" ۱۹ شعبان ۷۱۵ھ	پانی پت کنارہ
۲۲	سیدنا حضرت خواجہ شاہ جلال الدین پانی پتی رح	" ۱۳ ربیع الاوّل ۷۶۵ھ	پانی پت
۲۳	سیدنا حضرت خواجہ شاہ احمد عبدالحق رح	" ۱۵ جمادی الثانی ۸۳۷ھ	ردولی
۲۴	سیدنا حضرت خواجہ شاہ عارف بن احمد رح	" ۲۱ شوال ۸۳۶ھ	"
۲۵	سیدنا حضرت خواجہ شاہ محمد بن عارف رح	" ۲ جمادی الاول ۸۹۸ھ	"
۲۶	سیدنا حضرت خواجہ شاہ عبدالقدوس رح	" ۲۳ جمادی الثانی ۹۴۴ھ	گنگوہ
۲۷	سیدنا حضرت خواجہ شاہ جلال الدین تھانیسری رح	" ۲۴ ذوالحجہ ۹۸۹ھ	تھانیسر
۲۸	سیدنا حضرت خواجہ شاہ نظام الدین رح	" ۸ رجب ۱۰۲۵ھ	بلخ
۲۹	سیدنا حضرت خواجہ شاہ ابو سعید رح	" یکم ربیع الثانی ۱۰۳۹ھ	گنگوہ
۳۰	سیدنا حضرت خواجہ شاہ محب اللہ رح	" ۲۱ ربیع الثانی ۱۰۵۸ھ	الہ آباد
۳۱	سیدنا حضرت خواجہ شاہ محمدی فیاض رح	" ۲ رجب ۱۱۰۷ھ	اکبر آباد
۳۲	سیدنا حضرت خواجہ شاہ محمد حامد رح	" ۱۱ رجب ۱۱ھ	امروہہ
۳۳	سیدنا حضرت خواجہ شاہ عضد الدین رح	" ۲۸ رجب ۱۱۷۲ھ	"
۳۴	سیدنا حضرت خواجہ شاہ عبدالہادی رح	" ۴ رمضان ۱۱۹۰ھ	"
۳۵	سیدنا حضرت خواجہ شاہ عبدالباری رح	" ۱۱ شعبان ۱۲۰۶ھ	"
۳۶	سیدنا حضرت خواجہ شاہ عبدالرحیم رح	" ۲۱ رمضان ۱۲۴۶ھ	پشاور
۳۷	سیدنا حضرت خواجہ شاہ نور محمد رح	" ۴ شوال ۱۲۵۹ھ	جھنجھانہ
۳۸	سیدنا حضرت خواجہ شیخ امداد اللہ مکی رح	" ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۱۷ھ	مکہ معظمہ
۳۹	سیدنا حضرت خواجہ شاہ عبدالمالک رح	———	پنجاب سیالکوٹ

	اسمائے گرامی	تواریخ وصال	مقامات مزار
۴۰	سیّدنا حضرت خواجہ شاہ عظیم اللہ شاہؒ	ـــــــ	وطن پنجاب سیالکوٹ حاجی پورہ
۴۱	سیّد السالکین سلطان العارفین سیّد آل حسن حضرت خواجہ کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۴ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ بمطابق ۲۷ فروری ۱۹۶۲ء شب ۳/۴ ۷ بجے	پیدائش۔ قصبہ مہاون ضلع متھرا مزار پاپوش نگر کراچی

یہ شجرہ مبارک سلسلہ چشتیہ صابریہ کے اس تاریخی شجرے سے اخذ کیا گیا ہے جو حضرت شیخ امداد اللہ مکیؒ رحمۃ اللہ علیہ نے تیار کروایا تھا۔ یہ حضرت شاہ عبدالمالکؒ سے ہوکر حضرت شاہ عظیم اللہ شاہ سے حضرت سید آل حسن کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچا۔

یہ شجرہ جس میں سلسلہ چشتیہ صابریہ کو تقریباً ۲۵ سلسلوں سے خلافتیں ملی ہیں ان کی نہایت ہی تصدیق شدہ تحریر درج ہے۔ یہ شجرہ مبارک حضرت سیّد آل حسن کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی قیام گاہ میں بفضلِ الٰہی ابھی موجود ہے۔ انشا اللہ اس تاریخی شجرے کو تا ابد قائم رکھنے کے لئے اس کی از سرِ نو کتابت کرا کے چھپوانے والے ہیں۔

حمد و ثناء

اے عزیز من یہ چند احوال و اقوال تھے سیّدی و محبوبی، سیّد السالکین، سلطان العارفین سیّدنا حضرت سید آل حسن کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے جو ہم نے اپنی ناقص عقل سے آپ کے سامنے پیش کئے اللہ تعالیٰ سے پُر اُمید ہوں کہ آپ اسے پڑھ کر ضرور مستفیض ہوئے ہوں گے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ لاتوفیقی الّا باللہ

آخر میں، میں بارگاہِ خداوند قدّوس میں سربسجود ہوں کہ اس کی دی ہوئی نیک توفیق سے یہ کام تکمیل تک پہنچا۔

ہزاروں درود، سلام ہوں محبوب کبریا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ آپ کی نظر عنایت اور کرم نوازی نے اس مقدّس سوانح حیات پرانوار "حیات کامل شاہؒ" تصنیف کرنے کا مجھ حقیر کو شرف بخشا۔ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۞۔

ختم شد

ابدال پاکستان

سلطان العارفین سیدنا حضرت سید آل حسن کامل شاہ رح کی سوانح حیات

"حیات کامل شاہ رح"

یہ مقدس کتاب جس کی ساری آمدنی حضرت کامل شاہ رح کے مزار پرانوار پر تعمیر مسجد پانی، و بجلی وغیرہ کے انتظامات کے لئے خرچ کی جانیوالی ہے فوری طور پر سعودی عربیہ (مکہ معظمہ، مدینہ منورہ) ایران، عراق، ترکی، انڈونیشیا، اردون، شام، مصر، افغانستان اور ہندوستان وغیرہ ممالک میں جہاں مسلم آبادی زیادہ ہے وہاں کے کتب خانوں میں بھیجی جارہی ہیں لہٰذا تمام مسلمان بھائیوں سے التماس ہے کہ جلد سے جلد اس مقدس تحفہ عظیم کو حاصل کریں -

سفید پرنٹ ہدیہ صرف 4.00 (چار روپے) نیوز پرنٹ ہدیہ صرف 3.00 (تین روپے)

:- کتاب ملنے کا پتہ :-

۱- موسیٰ محمد اینڈ کو - دوکان نمبر ۱۰۰ کندن بازار میٹھادر کراچی (برائے ہول سیل) فون نمبر 225160

۲- مکتوبہ اسحاقیہ - جونا مارکیٹ کراچی (برائے رٹیل و ہول سیل)

۳- عزیزیہ کتب خانہ - جونا مارکیٹ کراچی ,, ,, ,,

۴- عباسی کتب خانہ - جونا مارکیٹ کراچی ,, ,, ,,

۵- طاہر بک ہاوس - صدر کراچی
فون نمبر 71246 اور 73305 ,, ,, ,,

۶- فاروق کتاب گھر ۳۳ اردو بازار - کراچی ,, ,, ,,

۷- تاج کمپنی - بندر روڈ کراچی (برائے رٹیل)

۸- شیخ غلام علی اینڈ سنز - بندر روڈ کراچی ,, ,,

۹- شیخ شوکت علی اینڈ سنز - بندر روڈ کراچی ,, ,,

۱۰- گابا میڈیکل اسٹور پنجابی کلب کھارادر کراچی (برائے ہول سیل)
فون نمبر 236657

علاوہ مغربی و مشرقی پاکستان کے تمام شہروں کے کتب خانوں سے دستیاب ہو سکتی ہیں -

نوٹ :- ہول سیل خریداروں کو خاص کمیشن دیا جائیگا -